

# معارفِ صلوات

— ﴿﴾ —

احادیث نبویؐ کا ایک جدید انتخاب  
اردو ترجمہ اور تشریح کے ساتھ

جلد دوم

— ﴿﴾ —

محمد منظور نعمانی

کتبخانہ افسان کھٹو



معارف و احادیث

احادیث نبویؐ کا ایک علیہ انتخاب  
 اردو ترجمہ اور تشریح کیساتھ

جو

اس زمانے کے تعلیمیافتہ مسلمانوں کی ذہنی و فکری سطح کو  
 پیش نظر رکھ کر مرتب کیا گیا ہے

”کتاب الرقاق“  
 جلد ۲  
 ”کتاب الاخلاق“

تالیف: محمد منظور نعمانی

لئے کتابت

غیر منسلک - 77/

(مطبوعہ: تنویر پریس لکھنؤ)

تیسرا جلد

مکتبہ سنجہاں راجھلا سٹریٹ جام ۲۰  
لاہور پتے پتے پتے نام ۲۰

# پیشکش

اُن سب سنجہاں دینی کی خدمت میں —————  
پڑھی آتی میرزا حضرت تھوڑی (فداہ آتی دینی اور دینی دینی) کے  
دوران رکھتے ہیں

اور آپ کی ہدایت اور مسودہ حسنہ کی پیروی میں دینی اور تمام اولاد آدمی کی نجات کا  
یقین کہتے ہیں

اور اس کے آپ کی عظیم اور طرز زندگی سے صحیح واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں  
آئیے

علم و شعور دینی کے واسطے غلبہ زبانی میں حاضر ہو کر  
آپ کے ارشادات سنیں!

اور

اس چتر ڈالو اسے

پتے نام کے لوگوں کے لئے روشنی حاصل کریں!

UR ۱۰

297.13

M 114

L 10578

طابع و جاسی

مکتبہ سنجہاں راجھلا سٹریٹ

# فہرست مضامین "معارفِ احادیث" جلد دوم بشیڈ صفحہ

صفحہ	عنوان یا مضمون کا اشارہ	صفحہ	عنوان یا مضمون کا اشارہ
۳۶	ایک گناہ سے خوفِ خدا سے مطلوب ہو کر ایک بڑی بچا چلا نہ خطی کی ماورود ہو گیا	۴	دوسرا چر - (از مکتب)
۳۷	خدا کا خوف اور تقویٰ ہی نصیحت کا صحیح نام ہے۔	۱۸	مقتدرہ - (از مولانا محمد ابراہیم علی ندوی)
۳۸	خوف و خشیت اور فکرِ آخرت کے کاغذ سے	۲۵	مستیابی لافاق
۳۹	مشول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صاحبِ کرم کمال دنیا کی تعمیر اور مذمت	۲۶	خوفِ خدا اور فکرِ آخرت
۴۰	تہیہ - دنیا کی بے وقعتی اور تعمیر کے بارے میں ادبیاتی مسلمات اور قرآنی عہد کی روشنی میں مسئلہ گفتگو۔	۲۶	اگر عالم غیب ہم پر نکشت ہو جلتے تو ہمارا کیا سائل ہو -
۴۱	آخرت کے تقابل میں دنیا کی حقیقت۔	۲۷	خلف کو دور کرنے کیلئے موت کو زیادہ یاد کرو۔
۴۲	دنیا میں کامیابی اور کامیابی کا ملکہ بہشت۔	۳۰	خوفِ خدا اور فکرِ اولیٰ ہی کامیابی کے ذریعے ہیں۔
۴۳	مشہور حدیث: لا اله الا اللہ واللہ اعلم بالصواب	۳۱	موت و آخرت کی تیاری کرنے والا ہے ہی ہوشیار
۴۴	وجہ تعلق کا خیرا کا صحیح مطلب ہے اس کا خلاصہ	۳۲	انور و انور نہیں ہیں۔
۴۵	دنیا فانی ہے اور آخرت غیر فانی، اس لئے آخرت کے طالب بنو۔	۳۲	نیکی اور عبادت کر کے اللہ کے لئے بندہ ہے۔
۴۶	اللہ سے تعلق کے بغیر دنیا قابلِ اعتدال ہے۔	۳۳	قیامت کے دن بڑے سے بڑا عبادت گزار بھی اپنی عبادت کو بیچ گئے گا۔
۴۷	طالبِ دنیا لانا ہوں سے نہیں بچ سکتا۔	۳۴	قیامت کے دن تم لوگ مجھے جاننے والے گاہوں کی بھی باز پرس ہوگی
۴۸	اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کو دنیا سے بچاتا ہے۔	۳۵	گناہوں کے انجام سے ڈرنے والوں اور خدا کی رحمت کی تہیہ رکھنے والوں پر خدا کا خاص فضل ہوگا
۴۹	اپنے کو مافرا اور اس دنیا کو مافرا خانہ سمجھو۔	۳۶	اس کے دل میں کچھ تو ہے نہیں اللہ کا خوف وہ نذر خ سے نکلوا لیا جائے گا۔
۵۰	دنیا کی حقیقت کیا ہے؟ اور شیخ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خطبہ۔	۳۷	اللہ کے خوف سے نکلنے والے انسانوں کی برکت۔
۵۱	اسی نوعیت پر آپ کا ایک اور خطبہ۔	۳۸	اللہ کے خوف سے جسم کے روئے کھڑے ہو جانے کی سعادت۔

صفحہ	عنوان یا مضمون کا اشارہ	صفحہ	عنوان یا مضمون کا اشارہ
۹۳	آزادی کی محبت ضروری ہے۔	۹۳	دست پر دولت کی افراط کا تصور اور دولت افراط
۹۵	اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزادیوں کو نقد صلہ۔	۹۶	صل اللہ علیہ وسلم کی آگاہی۔
۹۵	خواہاں خطا پیش تو ہم کی زندگی نہیں گزرتی۔	۹۷	اس امت کا خاص فتنہ دولت ہے۔
	جب کسی بندہ کو شریعہ حدود کی دولت نصیب	۹۸	ہو جائے تو اسے چاہو دین کیلئے قائل ہو۔
	ہو جائے تو اسے تو اس کی زندگی میں ایسا ہی بھتی		زیادہ اور دولت کی محبت بڑھنے میں بھی جامل
۹۷	اور اللہ کی رحمت نمایاں اور غالب ہو جائے۔	۹۸	رہتی ہے۔
۹۹	اس امت کے صلہ کی بنیاد یقیناً نذر ہے۔	۹۹	دولت میں شہانہ کی عمر کسی حد تک نہیں ہوتی۔
۱۰۰	زندگی اسے اور کیا نہیں ہے؟	۱۰۰	جان کی عزت کا دل مطمئن رہتا ہے اور کالپتہ
	زندہ ہوئی	۱۰۱	کا پرگانہ اور غیر مطمئن۔
۱۰۲	پڑھے اور پڑھنے والے شخص کو کچھ سزا کی فکر نہیں	۱۰۲	دولت میں بندہ کا واضح حصہ کیا ہے؟
	سزا کی زندگی اس کے گرد ان کے لئے دودھ	۱۰۳	دولت پر سزا خدا کی رحمت کے عروج۔
۱۰۳	موت تو سزا کی دہلی سے ہی پیش نہیں ہوا۔		حضور کا ارشاد کہ مجھے سزا گئی اور دولت اور
	دولت اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں بھی لکھی	۱۰۵	کا حکم نہیں دیا گیا ہے اور اس کا مطلب۔
۱۰۴	انھیں دیکھ کر کسی نے بھی نہیں انھیں۔		اللہ تعالیٰ کی طرف سے دولت و ثروت کی کٹکٹ
	دودھ جیسے گزر جاتے تھے اور کچھ چوتے	۱۰۶	اور آپ کی فکر نہ ہوتی۔
۱۰۶	انگ نہیں ملتی تھی۔	۱۰۸	سب سے زیادہ قابل رشک بندہ
۱۰۷	کچھ اور آپ کے گرد ان کے سلسلے لگتے۔	۱۰۹	تو عثمانی چاہنے والی بیوی کو ایسا لڑکھو کا ہوا
	جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کی زور ایک	۱۱۰	سوت اور افلاس میں ختم ہو گیا۔
۱۰۸	بیوی کے ہنس کر رو کر ہوتی تھی۔	۱۱۱	خصیت اور علیہ السلام بندہ اللہ کا محبوب۔
	مسلمانوں کے ساتھ ہوتے ہوئے کسی بیوی سے قرین		ایں فاقہ زندگی اور کٹائی چھپانے والے بندہ
۱۰۹	لینے کی مصلحت۔	۱۱۲	اللہ کا وعدہ۔
	عوشمانی کیلئے دعا کی درخواست پر حضرت عمر کو	۱۱۳	ترہوا اور اس کے ثمرات و برکات
۱۱۰	آپ کا جواب۔		بچا تھا کیا کرے اللہ کے اور بندوں کے محبوب
	آپ کا ارشاد کہ میں اس دنیا میں ماس جتنا	۱۱۳	میں جاؤں گا۔

صفحہ	عنوان یا مضمون کا اشاریہ	صفحہ	عنوان یا مضمون کا اشاریہ
۱۴۲	رحمہ لیا وہ پانچویں۔	۱۱۲	کی طرح ہوں، سو مہارے لیے مکے کے کسی درخت کے نیچے چھو گیا ہو۔
۱۴۲	دوسروں پر رحم نہ کرنا، اللہ کی رحمت کے مستحق ہیں۔	۱۱۳	درویش اگر صلاح واقفوں کے ساتھ ہو تو وہ بھی اللہ کی رحمت ہے۔
۱۴۳	ایک شخص بیاسے کے کوہ پانی پلانے پر ہی گفتگو کیا گیا۔	۱۱۴	تو تک خاصہ کھینچنے ذمیا کی رویت حاصل کرنے کی نصیحت
۱۴۵	پیشہ پانے ہوئے جانوروں کے پھانسی پانی کی چھڑ گھیر کر	۱۱۵	صحبت کی زندگی کے ساتھ اگر کسی کو ذمیا میں نہیں
۱۴۵	پہا حکم آؤ، نہیں تکلیف دینے کی ممانعت۔	۱۱۶	لی، وہی ہیں تو یہ سزاوار ہے۔
۱۴۵	پہڑیوں اور چوٹیوں تک کوستانے کی ممانعت۔	۱۱۷	لا قبولی خاجروں کی خوشنالی پر رشک نہ کرو۔
۱۴۸	انکی کو باغیچہ کے چھوٹا ٹولے والی ایک بنگلہ کی عورت	۱۱۸	کسی کی نظا ہری شہرہ مانی اور غریب کی وجھ سے
۱۴۸	دور رخ مہا گئی۔	۱۱۹	اس کو حقیر نہ سمجھو۔
۱۴۸	کسی برفیوں ہی کا دل رحم کے اراد سے نمائی ہو گیا۔	۱۲۰	سخت سے فریب اور خستہ حال ایسے ہیں کہ ان کی
۱۴۹	ولی کی تسکوت اور سخن کا علاج۔	۱۲۱	برکت اور رحمت سے نڈق لگتا ہے۔
۱۵۰	سختاوت اور زخمل	۱۲۲	اپنے سے کم راجہ ہانوں کو نہ کہو، شکر کا سبب نہ کہو
۱۵۳	انتقام لینے اور رحمت کروینا۔	۱۲۳	اگر شکر عمل کی توفیق ہو تو وہ شکر ہی کی رحمت ہے
۱۵۳	شکر کو سب سے زیادہ ضرور بندہ ہے جو ہر بار اپنے آؤ	۱۲۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جامع صحبتیں آؤ۔
۱۵۵	سزا لینے کی قدرت رکھنے کے باوجود رحمت کرنے۔	۱۲۵	اہم باتیں۔
۱۵۵	خادم اور نوکر کو ساری رو اگر چہ وہ ایک ہی شکر		
۱۵۶	تصور کرے۔		
۱۵۶	احسان		
۱۵۶	اللہ کو سب سے زیادہ ضرور ہے جو اس کی مخلوق کی نعمت		
۱۵۶	احسان کرے۔		
۱۵۷	روح اس قسم کی رفتار تو ہی کا تعلق صورت میں نہیں		
۱۵۷	سے ہوتا ہے جو کس شے میں کس قسم کے مہم ہوں۔		
۱۵۷	صورت احسان کرنے والوں کے ساتھ ہی احسان نہ کرو۔		
۱۵۷	چھوٹے سے چھوٹے احسان ہی اللہ کے نزدیک		
۱۶۱	بڑی رحمت ہے۔		
		۱۱۲	دین میں اخلاق کا دور۔
		۱۱۵	خوش مشاکی کی فضیلت و اہمیت۔
		۱۱۷	اچھے اخلاق اور بڑے اخلاق

صفحہ نمبر	عنوان یا مضمون کا اشارہ	صفحہ نمبر	عنوان یا مضمون کا اشارہ
۱۹۶	ایثار (ایثار کی حقیقت)	۱۹۶	ایثار (ایثار کی حقیقت)
۱۹۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی روشنی میں ایک سوال اور اس کے گروہوں کے ارشاد کا ایک سبق آموز اور انس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت۔	۱۹۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی روشنی میں ایک سوال اور اس کے گروہوں کے ارشاد کا ایک سبق آموز اور انس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت۔
۱۹۸	انس و جنات اور بیگانگی و عداوت	۱۹۸	انس و جنات اور بیگانگی و عداوت
۱۹۹	بوسوں کی نعمت و محبت کا امر کرنا چاہئے۔	۱۹۹	بوسوں کی نعمت و محبت کا امر کرنا چاہئے۔
۲۰۰	اللہ کے لئے محبت خدا پر ہی کیلئے بعض دعاؤں اور اللہ کے لئے محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و بشارت ہے۔	۲۰۰	اللہ کے لئے محبت خدا پر ہی کیلئے بعض دعاؤں اور اللہ کے لئے محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و بشارت ہے۔
۲۰۱	اللہ کے لئے باہم محبت کرنے والے اللہ کے محبوب ہو جاتے ہیں۔	۲۰۱	اللہ کے لئے باہم محبت کرنے والے اللہ کے محبوب ہو جاتے ہیں۔
۲۰۲	صرف اللہ کے خلق سے اس کے ایک شخص کی زیارت کو جانے والے شخص سے خوشی کی دعا اور اللہ کی بشارت کی بشارت۔	۲۰۲	صرف اللہ کے خلق سے اس کے ایک شخص کی زیارت کو جانے والے شخص سے خوشی کی دعا اور اللہ کی بشارت کی بشارت۔
۲۰۳	اللہ کے لئے محبت کرنے والوں کا قیامت کے دن خاص انعام۔	۲۰۳	اللہ کے لئے محبت کرنے والوں کا قیامت کے دن خاص انعام۔
۲۰۴	اللہ کے لئے محبت کرنے والے قیامت کے دن اللہ کی مبارک بشارت۔	۲۰۴	اللہ کے لئے محبت کرنے والے قیامت کے دن اللہ کی مبارک بشارت۔
۲۰۵	محبت فریاد قرب و محبت۔	۲۰۵	محبت فریاد قرب و محبت۔
۲۰۶	محبت کا درجہ کی محبت کا مطلب۔	۲۰۶	محبت کا درجہ کی محبت کا مطلب۔
۲۰۷	محبت کے لئے اطمینان لازم۔	۲۰۷	محبت کے لئے اطمینان لازم۔
۲۰۸	عزیزان یا مضمون کا اشارہ	۲۰۸	عزیزان یا مضمون کا اشارہ
۲۰۹	دینی اخوت اور اسلامی بھائی بھائی	۲۰۹	دینی اخوت اور اسلامی بھائی بھائی
۲۱۰	مسلمانوں میں باہم محبت اور کیا مصلحتوں پر قائم ہے۔	۲۱۰	مسلمانوں میں باہم محبت اور کیا مصلحتوں پر قائم ہے۔
۲۱۱	باہم نفرت و عداوت بعض وجوہ سے پیدا ہو سکتی ہے۔	۲۱۱	باہم نفرت و عداوت بعض وجوہ سے پیدا ہو سکتی ہے۔
۲۱۲	شریعت کی اصلاح۔	۲۱۲	شریعت کی اصلاح۔
۲۱۳	اللہ کی بشارت اور اللہ کی دعا کے لئے دعا کی ضرورت۔	۲۱۳	اللہ کی بشارت اور اللہ کی دعا کے لئے دعا کی ضرورت۔
۲۱۴	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔	۲۱۴	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔
۲۱۵	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔	۲۱۵	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔
۲۱۶	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔	۲۱۶	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔
۲۱۷	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔	۲۱۷	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔
۲۱۸	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔	۲۱۸	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔
۲۱۹	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔	۲۱۹	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔
۲۲۰	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔	۲۲۰	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔
۲۲۱	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔	۲۲۱	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔
۲۲۲	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔	۲۲۲	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔
۲۲۳	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔	۲۲۳	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔
۲۲۴	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔	۲۲۴	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔
۲۲۵	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔	۲۲۵	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔
۲۲۶	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔	۲۲۶	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔
۲۲۷	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔	۲۲۷	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔
۲۲۸	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔	۲۲۸	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔
۲۲۹	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔	۲۲۹	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔
۲۳۰	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔	۲۳۰	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔
۲۳۱	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔	۲۳۱	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔
۲۳۲	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔	۲۳۲	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔
۲۳۳	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔	۲۳۳	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔
۲۳۴	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔	۲۳۴	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔
۲۳۵	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔	۲۳۵	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔
۲۳۶	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔	۲۳۶	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔
۲۳۷	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔	۲۳۷	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔
۲۳۸	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔	۲۳۸	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔
۲۳۹	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔	۲۳۹	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔
۲۴۰	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔	۲۴۰	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔
۲۴۱	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔	۲۴۱	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔
۲۴۲	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔	۲۴۲	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔
۲۴۳	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔	۲۴۳	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔
۲۴۴	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔	۲۴۴	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔
۲۴۵	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔	۲۴۵	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔
۲۴۶	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔	۲۴۶	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔
۲۴۷	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔	۲۴۷	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔
۲۴۸	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔	۲۴۸	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔
۲۴۹	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔	۲۴۹	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔
۲۵۰	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔	۲۵۰	اللہ کے لئے دعا کی ضرورت۔

صفحہ	عنوان یا مضمون کا اشارہ	صفحہ	عنوان یا مضمون کا اشارہ
۲۹۲	قناعۃ استغناء اور حرص و طمع	۲۵۰	گنہگار اور عیبی۔
۲۹۲	اہل بد و فتنہ کی دل کی درد مند ہے۔	۲۵۱	پنلووری۔
	عبر و وقاحت، اللہ کی وسیع ترین اور عظیم ترین رحمت ہے۔	۲۵۲	نجیب اور ہنسان۔
۲۹۶	دولت کی حرص کے باوجود یہ حکیم ہی حرام کو کھنڈا کی نصیحت، اولاً ان پر اس کا نشانہ لگا کر	۲۵۴	دوستی نہیں کی جائے۔
۲۹۷	حرص و طمع کی شاہ کاریوں اور وہ ناجایوں کے	۲۵۹	صدق و انصاف کے پانچ نکتے
۲۹۸	تعلق انقباض۔	۲۶۲	گہارت میں صدق و انصاف۔
۲۹۸	حرص یا انسان کی بدترین خصلتوں میں سے ہے۔	۲۶۳	بھوش اور خیانت، زبان کے خانی ہیں۔
۲۹۹	<b>ضرر و مشرک</b>	۲۶۴	بھوش کی گندگی اور شہ پرند۔
	پکا سون کے لئے ہر حال میں ضروری ہے نصیحت پر	۲۶۵	جو نہیں پہنچے اس سے بھوش بولنا شرعی گنت
۳۰۰	مشرکوں سے نصیحت پر ہرگز نصیحت ہے۔	۲۶۶	خیانت ہے۔
۳۰۱	شروع میں ہرگز نصیحت کی پڑا۔	۲۶۷	بھوش کی گندگی۔
	پہلی نصیحت کہیں پر پکارا کرے اگر کسی نصیحت	۲۶۸	بھوش کی بھوش نہیں۔
۳۰۲	کا وعدہ ہے۔	۲۶۹	خیانت کی بھوش نہیں۔
	ایک نیا سنی اخلاق پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۲۷۰	اختلاف اور فتنہ کو ختم کرنے کے لئے اپنی طرف سے
۳۰۳	کی طرف سے اپنے صاحبزادوں کو نصیحت کی تھی۔	۲۷۱	پاکہ کہہ رہا بھوش نہیں۔
۳۰۴	آکھوں سے آس رہنا سب سے خانی نہیں بلکہ	۲۷۲	ایثار و عفو اور عفو و عفو
	سزا و سزا کے عاجز اور سب کے استقلال پر ان کے	۲۷۳	تواضع و خاکساری اور شرف و تکر
۳۰۵	ہم حضور کا نصیحت ٹوٹا اور ان کی نصیحت پر	۲۷۴	<b>شرم و حیا</b>
	دوستی بھوش کے ضرر و مشرک کا شہ کی نصیحت نہیں	۲۷۵	حیا کی خاص اہمیت اور سب کے مستحق کی وصت
۳۰۶	بلکہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی خاص عطا ہے۔		

شعبان	عشرین یا مہینوں کی عبادت اور یہ	شعبان	عبادت یا مہینوں کی نشانی
۳۲۳	اخلاص کی برکت اور نازا شہر طاقت (ظہار میں بندہ بوجھنے والے میں مخصوص کا نام)۔	۳۰	توکل اور یقیناً یا انحصاراً
۳۲۸	ہر ایک درجہ کا شکر اور ایک قسم کا شکر ہے۔	۳۱	توکل اور ترک اسباب۔
۳۲۱	جس عمل میں شکر کی زیادتی اور بڑھتی ہوئی قبول ہوتی ہوگی۔	۳۲	رضانہ یا انحصاراً مطلب۔
۳۲۳	براکاروں کو یہ نصیحت اور سہولت کی منزل۔	۳۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کہ اپنی عمروتوں کے لئے صرف اللہ پر نظر رکھو اور جس کے اپنی حاجتیں طلب کرو۔
۳۲۲	انہیں کے نام پر دیا گئے والے براکاروں کو سخت تنبیہ۔	۳۴	ایک صحابی اودا کی بڑی سختی کا قصہ اور وقت اللہ تعالیٰ سے رزق کی دعا کی اور ان کو ان وقت شہداء کی خبر کے رزق ملا۔
۳۲۵	براکاروں اور عابدوں کو سخت ترین عتاب۔	۳۵	اللہ کے فیصلوں پر دل سے راجحی دینا بندے کی سعادت و خوش نصیبی ہے اور نادانانہ راجحی شقاوت و بد نصیبی ہے۔
۳۲۶	قیامت کے دن دوزخ میں شاملے جانے کا پھل۔	۳۶	اخلاص و التہمت اور نام و نگو
۳۲۷	براکاروں کا عالم و عابد، براکار کا نام دشمن اور براکار گنہگار ہے۔	۳۷	اخلاص کی حقیقت اور اس کی اہمیت۔
۳۲۸	براکاروں کی وجہ سے دنیا میں غم و غمناکی شہرت۔	۳۸	
۳۲۹	جو عبادت اللہ کی وجہ سے لوگوں کا شکر و تحسین ہوگی۔	۳۹	
۳۳۰	کوئی بری بات نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے۔	۴۰	

# زیادہ

## از موافق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿۱﴾ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى

ساداتہ المرثیۃ کی پہلی جلد کتاب الامانیہ میں شائع ہوئی تھی، دوسری جلد اب سنہ ۱۳۲۰ء  
اور تیسری شائع ہو رہی ہے۔ پہلی جلد میں ایمان اور آخرت کے تعلق ایک سو چالیس سویروں کی شرح ہو چکی  
ہے اس دوسری جلد میں جو کتاب الامانیہ اور کتاب الامانیہ پر مشتمل ہے دو سو ساٹھ سویروں کا شرح لکھا گیا ہے۔  
بجز سویروں کا شرح ہے کہ ان سویروں کے بعد ہی کا تعلق ایمان اور ایمان یا ایمان اور ایمان و کفر سے ہے  
وہی دو سو ساٹھ سویروں اور سویروں میں سب سے زیادہ مشہور سویروں میں سے ہے جو کتب و تصانیف میں کتابوں کے  
ابواب و مقام اور ابواب اسحاق میں درج کرتے ہیں، اسی بنا پر اس بنا پر اسے دوسری جلد میں بھی سویروں  
کو ترتیب کر کے پیش کیا ہے۔

اسی جلد میں مشہور مشہور مسلمانوں کی میرا اور باقی ایک سو ساٹھ مسلمانوں کی \_\_\_\_\_ مقامی سے لے کر  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ عقائد و عقاید و عقائد و عقائد کے وہ عقائد و عقائد ہیں  
جن سے کہنے پر مبنی ہوتے ہیں۔ وہی میں وقت و تخلیق خدا کے ایک کیفیت پیدا ہوتی ہے اور دنیا کی وقت و قسم نظر میں  
کہ ہر ایک ہر ایک کی فکر و فکر ہے اور اسلام ہوتا ہے کہ اس دنیا کی دنیا میں ایک کوئی طرح اور عقائد  
کیا ہوتا ہے۔ اور اس طرح یہاں اس کو زندگی بسر کرنا چاہئے، کہ بیوقوف سے دل کا گناہ ہے اور اس کو  
کی طرف سے وہی اور عقائد کو پر لانا چاہئے۔

اسلام اور جو مسیح اور یہ دونوں کا دفاع و منہر اور وقت ہے جس کو قربت یاہل کا جادو ہے، اس کا دفاع  
اور بھی ہوتا ایمان کی جو دنیا کے صحیح شرح ہے اور اس کا دفاع و عقائد ہوتے ہیں تو پوری دنیا کا عقائد ہوتے ہیں  
وفاق کی سویروں کا نام اس موضوع اور عقائد کام کیا ہے کہ وہی کے صحیح شرح کہی ہیں اور وہی کا دفاع صحیح ہونے کے  
بعضی وہ اصل اسحاق پیدا ہوتے ہیں جن سے کہ اس سے کہ انسان تخلیق اللہ بنا ہے اور جن کا ایمانی مسلمان  
میں کل طور سے ہر ایک اور عقائد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کا نام مقصد تھا ہے لا ائمانا بعثت  
یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ وَاَعِزُّوْا لِحُرَّتِہِمْ (جو حال عزیز نے اپنے ہی خیال کا بنا پر اس دوسری جلد میں  
"وفاق" اور "اسحاق" کی سویروں کو ترتیب کر کے پیش کیا ہے۔

پہلی جلد کی شرح اس دوسری جلد کی شرح میں مسلمانوں کے عقائد و عقائد سے لگا گیا ہے۔ چند سویروں میں مسلمانوں  
سے بھی لگا گیا ہے اور اس کی شرح میں مسلمانوں کی باتوں کے عقائد پر مبنی ہے۔ صرف دو جلد  
میں سے لگا گیا ہے اور اس کی شرح میں مسلمانوں سے لگا گیا ہے۔

یہ سب سب لکھے ہوئے ہیں اور اس کے بعد یہ تمام عقائد کی شرح ہو۔ (کتاب الامانیہ ص ۱۳۲) اور اس کا نام ایک شرح ہے

جو سریشیوں کا دیوانہ اور کلمہ سے لاکھیاں دوں اور جو عورت کی دہریہ کی کہوں بس جو کچھ ہر کچھ کا سر  
 حکومت کے طریقہ پر ان سوچوں کی تخریب کا جس عورت ان کی دکانوں کے دکان پر آتے کہا گیا ہے کہ کوئی کس سریشی  
 کا ان دو تولد میں سے کسی ایک میں ہی پرانا اس کے گھٹا اور قبول ہونے کی ضمانت کے لئے کافی ہے۔  
 احادیث کی ترتیب سے جو شریعت اور احکامات میں دیکھا جائے ان میں کوئی اور ایسا ایسا معلوم کیا گیا ہے  
 کی گئی ہے۔ جن کا ذکر پہلی جلد کے دو باب میں کیا جا چکا ہے اس لئے اب میرا ان کے احادیث کی ضرورت نہیں  
 اس دو صراحت پر خود میں نے ترجمہ کیا اور اس میں اسی کی تردید سے کچھ نہیں کہوں ان کے سریشیوں  
 کی اہمیت پر ایک بالکل نئے انداز میں گفتگو کی ہے اور اس سفر پر طوکر نے کے لئے ایک نیا نام کوئی ہے۔  
 امید ہے کہ جو لوگ زمانہ اولد عقل سلیم کی دولت سے بالکل محروم نہ کریں گے ان کو مستحکم کے نام  
 جو صفحات کے مطالعہ سے یہ عقین انکا اثر ضرور حاصل ہو جائے گا کہ عورت و نعت کی کھنڈت کا آثار  
 اور اس کے بارے میں سبب اعتماد ہی ہو سکتا ہے کہ کوشش اسلام کے ساتھ ترین دشمنی ہے۔

### اپنے بالوفیق ناظرین سے آخری گزارش یا وصیت

پہلی جلد کے دو باب میں جو کچھ لکھی گئی تھی اللہ اب بھی رکھا ہے۔ کہ  
 عورت تیری کاملاً عورت اعزاز و محبت کے لئے اور جی سیر کے طور پر برہنہ نہ کیا جائے بلکہ آنحضرت ﷺ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنا ہاں تعلق کو قائم کرنے کے لئے اور شہد و ہر ایت حاصل کر سکتا رہے کہ نیت سے کیا  
 جائے نیز وہیں وہ مطالعہ کے وقت کوئی قدر صحت اور طبع و فکر کی عظمت و اجتناب کو دل میں پیدا کیا گیا ہے۔  
 اسی طرح ادب اور عورت سے پرہیز یا امتناع سے کہو یا معذورانہوں کی مجلس میں نہ کہیں ہم حاضر ہو اور اس بات  
 قرار سے جو میں اور تم سے ہیں۔ اگر ایسا کیا گیا تو طلب و ذوق کو اٹھا اور جو کات اور ان کا  
 کیفیات کا پختہ کہ حضرت ایشاء و ائمہ ضرور تہیب ہو گا جو عید فری کے ان خوش نصیبوں کو حاصل ہوتی تھیں جس کا  
 اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سے بہت راست و جانی استفادہ کی دولت عطا فرمائی تھی۔

آج کا ذکر ایشاء کے بارے میں اور ان کو غصت رکھا تمام کے لئے اس سے ممنوع فریق کی  
 اشتراک اور گستاخوں کی معافی کی اطلاع۔

اللہ کی رحمت اعلیٰ کے توفیق کا وہ عارف کا محتاج و مظلوم  
 حاجت و گنج گاہ دیندار  
 محمد منظور نظامی عفا اللہ عنہ  
 ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ

# مقدمہ

(از: مولانا شبیر الہاسن علی مدظلہ العالی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَسَلَامٌ عَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ

مخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت و تعلیم کے منہاصہ نتائج جہاں قرآن مجید میں بہت ہی کئی کئی ایسے ایسے اسرار و انوار چھپے ہوئے ہیں۔

(۱) تلاوت آیات (۱۰) تعلیم کتاب (۲۵) تعلیم حکمت (۳۳) تزکیہ نفوس

ہوَالَّذِي يَخْتَفِي فِي الْأَحْسَنِ مِنْ  
مَنْ سَوَّلَ لِيْهِمْ مَقَالًا عَلَيْهِمْ أَيْسِي  
وَمِنْ كَيْفِهِمْ وَبَعْدَهُمْ مِنَ الْكُتَابِ  
وَالْحِكْمَةِ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلِي  
لَعَلِّيْ هَلَا لِيْ مِيْمَانِي ۝ (المعجہ ۱۶)

كَيْتَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ مِّنْ مِّنْكُمْ  
يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَمِنْكُمْ  
يَعْلَمُ الْكُتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَ  
يَعْلَمُ كُتُبَنَا أَلَمْ نَكُنْ أَعْلَمَ  
بِشَيْءٍ مِّنْكُمْ

(البقرہ: ۱۲۶)

جاننے تھے

در حقیقت بختِ حقّی این پاروں شیوں پر شکل مئی۔ مقرر دُن اہلِ طریقتِ اہلِ علم نے بطرحِ اہلِ  
 کوہِ آسمانی صیغہ عطا کیا، تاہم حکمتِ عطا کیا، اسی طرح نئے عقائد نے جہتِ اہلِ کینیا سے کیا یقین و  
 ایمان یا ذوقِ شرقی، یعنی اہلِ فکر کا، تیار ہوا، ایسا اور اسیا شرقی آخرت تیار ہوا، زمین و آسمان  
 متاعِ حقیرانہ دوستِ غائی کی تحفہ شفا بخش و اکتفا، اہلِ حکم و ہمد و کاتر و مومنانہ نامِ اہلِ حق  
 اسی طرح سے یافتہ حقِ حیات، خوف و خشیت اور ہوا، اہلِ اہمیت اور اہلِ اہمیت کی ذلتِ عطا فرمائی۔ اور انہیں  
 کی تیار ہوا، تیار ہوا، اسلامی معاشرہ اور دینی اصول نام جو اس کو ہمد و رسالت اور طبعِ عطا کے لفظ سے عام طور  
 پر تعبیر کیا جاتا ہے، صحابہ کرام ان مقاصدِ شفا بخش کے کمال ترین نمونہ اور بہترین نمونہ تھے، اگر ان  
 شعبہ ہائے نبوت کو عام زندگی میں جلوہ گرہ لیں، تو صحابہ کرام کا جاسم گوارا لیا جائے۔

یوں تو ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بخت و رسالت و تطہیر اہلِ تہذیب و تمدن کا سرچشمہ مئی اور اسی  
 سے یہ زندگی اور قرآنِ اولیٰ کا اسلامی معاشرہ وجود میں آیا، لیکن اگر اس کے طریق عمل کی غنیمت  
 اور اس کے فرائض و وظائف کی تعمیل کی جائے تو عظیم ہو گا، اس میں اہلِ عقل و فطرت کا فائدہ اور اس نے  
 معاشرہ اور دینی اہمیت کی نگین کے عناصر و ارکان پر مبنی ہے۔

- (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی آپ کی زندگی و سیرت و اخلاق
- (۲) قرآنِ مجید

(۳) آپ کے ارشادات و ہدایات، معارف و شعائر اور تعلیم و تلقین

اگر غور کیا جائے گا تو معلوم ہو گا کہ نبوتِ نبوی کے مقاصد و نتائج کے کمالی طور پر یہ امر جو ہر ذات  
 کی تعمیر و تکمیل میں اللہ تعالیٰ کا اصل مقصد ہے، اور اللہ تعالیٰ کا ہے کہ ان چیزوں کے شیر ایک  
 کمالی معاشرہ ممکن زندگی اور ایک ایسی سیرت و اخلاق جو اس معاشرہ، اصلاحِ اخلاقی، جہاد، اخلاق  
 تعلیمات، تعلقات، سببی، جو ہر جہل و جہد میں نہیں آسکتی۔ زندگی کے لئے زندگی شرط ہے، ایسا  
 ہی سے ہوا جاتا ہے۔ صحابہ کرام اور ان کے صحابہ یا شیعوں کی زندگی میں جس مقاصد و اصلاح کے ساتھ جو  
 خاص و اسلامی اخلاق، اور اس کے ساتھ ہی اخلاق اور ان کی زندگی اور معاشرہ کی کینیا سے نکلتی ہیں۔

شہادۃت کتاب کا ترجمہ نہیں ہوگا اس کا لہجہ عربی، سو شہزادی، محبوب تو یہی زندگی کا بھی افر ہے جو شب و روز  
 ان کے سامنے نہ رکھا تھا۔ اس سیرت و اخلاق کا بھی ترجمہ ہو گا ان کی آنکھوں کے سامنے تھے اور ان کی اس  
 اور محبتوں کا بھی بغض سچا اور ان اشرافات و فصاحت و تقیوں کا بھی بغض سے وہ عیادت علیہ میں ہر ہر مستغنی  
 جو ہستہ تھے۔ اس سب کے نتیجہ سے اسلام کا وہ مزاج قائم و جود میں آیا جس میں صرف قرآن و حدیث اور  
 ان کی شان و باندی باندی رہی اور ان پر ظلم کرنے کے محرکات و ترغیبات اور ان کی کینہ کیفیات اور ذمہ داری بھی تھی  
 سو وہ ان پر ہندی اور حقوق کی ہولناکی کے ساتھ طبیعت احساسات اور ملامت اختلاف کے وقت بھی  
 بھی تھے۔

انہوں نے قرآن مجید سے اقامت مولانا کا حکم پایا تھا اور اللہ یومین ہفتی فی حبسہ توفیقہ  
 خانیہ خیر کی ترجمہ بھی شکی تھی مگر انہوں نے اس کی صحیح کیفیت اسی وقت معلوم کی جب آپ کے ساتھ  
 غازیہ میں اور آپ کے ساتھ دہلی کی کیفیت بھی یہی کو انہوں نے انہیں کہہ کر انہیں غازیہ کا راز  
 اللہ علیہم السلام آپ کے سید کی آواز اس طرف ٹپکتے تھے جیسے انہی سے ابل آتا ہے، کے نظروں  
 سے تھم کر گیا ہے۔ انہوں نے قرآن مجید سے کہا تھا کہ نماز میں ایک محبوب لعل ہے، لیکن جب تک  
 انہوں نے نہ پایا ہے تو اسے "نورۃ علیٰ بی النورۃ" سیرت انہوں کی نمونہ غازیہ میں ہے، اور  
 یہ غازیہ اور انہوں نے شہزادہ منظور کے ساتھ "اور خیریا یا پادشاہی" اور بلالہ اور وہ کہ لکھے کام  
 ہو چکا ہے انہیں سنا اور ان کو غازیہ کے ساتھ اس عشق و شغف کا اعتراف نہیں ہوا اسی طرح جب تک انہوں نے  
 خاصا اہمیت کے سلسلہ میں "و قد لہ فی المعلق فی المعلقہ یعود الیہ" رائی کا وہی ہو جس  
 اظہار ہے اس سے پہلے کہ جب تک دعا اور ہر قسم آتے، ان کو وہیں نہیں لانا کے اظہار نہیں ٹپکتے ان  
 کو سمجھا اور غلبہ بریں کا باہمی عشق معلوم نہیں ہو سکا، انہوں نے رائی مجید میں باور دیا تھا کہ غازیہ دیکھی  
 تھی، وہ لڑکے والوں پر خطاب بھی سنا تھا۔ اور تضرع جاننا اور گریہ کرنا اور اظہار و احساس  
 کے الفاظ و رسوم سے لگا ہوا آتا تھا لیکن ان کی شخصیت انہوں نے اس وقت جانی جب انہوں نے  
 میرا ہوا پر میں اسے کہتا ہوں کہ یہ الفاظ کہنے سے کہ "اللہ علیہم السلام یعود الیہ" تھے انہوں نے

اَللّٰهُمَّ عَزِّزْ شَيْئَتَا اَللّٰهِ فَحَبِيْبَتَا ۙ (اے اللہ! میری تجھے تیرے سے عزا دے دو عہدہ کا واسطہ دیتا ہوں نے اے اللہ! دگر نہ چلے۔ رازن کو ہر جا صحت کو پاک کو فخر تو تیری جہالت نہ ہوگی) لہذا تیری عزا کی گاہ وہ کیفیت رکھی جو حضرت ابو بکرؓ سے نہ دیکھی جا سکتی یہاں تک کہ انھوں نے عرض کیا، خلیفہ! زیاد کو ملتا ہے تو اس سے بہت کم کو ملے گا۔ دگر وہاں کہ رُوح، زندگی اور اپنی عجز و درازگی کا اظہار ہے۔ خود جوں و تھا جس سے جو ہر کس قدر زیادہ ہے اس کا قدرہ رُوحاً ہی ہے، لیکو نہ گاہ اور ہر دورہ ہر گاہ کی حقیقت ان کو سب معلوم ہوتی ہے سب اعتراف نے عذات میرا آپ کو کہتے سنا۔

اے اللہ! تیری عذابت کو مٹنا ہے اور میری بزرگی کو رکھنا ہے اور میرے پویشیہ اور ظاہر کو جانتا ہے تم سے میری کوئی بات ہے میرا نہیں رہ سکتا، جس عیبت نہ ہوں، تمنا ہے ہوں، فریاد ہے ہوں، زیادہ ہوں، پریشان ہوں، ہراساں ہوں، لیے گاہ ہوں، لاچار ہوں، نیکو ہوں، اعتراف کرنے ہوں، تیرے آگے سوال کرنا ہوں، میرے سیکر سوال کرنا ہوں، تیرے آگے گواہی ہونا، میرے گواہ، وہ نہیں دیکھتا، گواہی ہے، اور تم سے طلب کرنا ہونا، میرے خوب ذمہ آفت، میرے طلب کرنا ہے، اور میرے شخص طلب کرنا ہے، جس کا گواہ ہے، میرے ساتھ چلنا، ہر اہل کلمہ کے لئے ہے ہوں

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَسْمَعُ كَلَامِي وَتَرَى مَكَانِي وَتَعْلَمُ مَوَازِي وَتَعْلَمُ مَوَازِي لَا يَخْفَى عَلَيْكَ شَيْءٌ مِنْ اَمْرِي وَاَنَا الْبَائِسُ الْفَقِيْرُ الْمُسْتَجِيْرُ الْمُسْتَجِيْرُ اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْئَلُكَ بِاَسْمَائِكَ الْغَيْبِيَّةِ اَلْمَكْتُوْبَةِ بِسْمَةِ نَبِيِّ اَمَّا اَنْتَ يَا سَاكِنَ الْمَسْكَنِ وَابْتِهَلِ اِلَيْكَ اِيْتَانِ الْمَدْفِيْنِ الْمَدْفِيْنِ تَدَا هُوْلِكَ دُعَاءَ الْغَائِبِ الْقُدْرِيْنِ وَدُعَاءَ مَنْ خَضَعَتْ لَكَ رَاْسِيْئُهُ

اور تم ہاں سے وہ میرے آگے فرسائی گئے	وَمَا حَسِبْتَ أَنَّكَ صَابِرٌ فَأُوذَىٰ
بھینسے بڑا جانور ہاں تک میرے سامنے لگا رہا جو اسے	لَوْ أَنَّ حِجْرًا مِّنْ دُونِهَا كَانَتْ
اشر تو مجھے اپنے سے ڈرانا لگے میں ناکام رہ	أَلْفَةً أَلْفَةً لَّا تَجْعَلُكَ
رکھ اور میرے حق میں بڑا صبر والا ثابت	بِذَلِكَ عَالِمًا إِنَّكَ كَانَتْ تَكْفُرًا
جو تم کرنے والا ہے ہاں سے سب آگے والے اولاد	سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ لَكُمُ الْيَوْمَ لَو لَّمْ يَأْتِكُمْ مِّنَّا الْيَوْمَ
بہتر اور تم سب سمجھتے ہو گئے یہاں سے	بِأَخْبَارِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ

انھوں نے قرآن مجید میں دُنیا کی بے حیثیت اور آخرت کی پابندی کا کا ذکر پڑھا تھا اور وہ انجیلوں کی  
 التَّائِيَاتِ بِآيَاتِنَا أَكْفَرُ لَكُمْ وَيَقُولُوا سَوَاءٌ أُنزِلَ عَلَيْنَا الْقُرْآنُ نَجْمًا وَحُمُودًا لَّكِنَّا  
 نازل ہے اور آخرت کا گھر ہی اپنی زندگی ہے) کے الفاظ ان کو یاد تھے مگر اُس کی حقیقت اور حقیقت  
 ان کو آپ کی زندگی ہی سے معلوم ہونے لگا اور آپ کے عزیز زندگی اور گھر کے نقشہ اور پکار پکار کر کہتے تھے کہ آخرت کا اصل زندگی  
 سمجھنے کا کیا مطلب ہوتا ہے اور آخرت کو کامل زندگی سمجھنے والا اور اللہ کے لئے عبادت اور عبادت  
 الٰہیہ پر رہا ہی لیکن دُنیا کی ناگہنی زندگی اور عبادت کیا ہوتی ہے۔ اس کا نقشہ اور اصل ترجمہ کے  
 ساتھ جب ان کے سامنے ارشاد فرمایا تو ان میں ہم کے سزاوار مصائب اور عبادت کے الفاظ کی لڑائی تھی  
 اور تصویر آئی تو ان کے اندر خوف اور شوق کی ڈھالی کیفیت پیدا ہوتی اور ان دنوں کا لفظ آگے آگے آگے ہر وقت  
 کہتا رہنا۔

اسی طرح دو مرتبہ توحید شریعت پر مبنی جیسے کلان و باریک مفہوم سے آشنا تھے مگر صاحبِ ایمان کا  
 قرآن مجید میں صاحبِ فکر بھی تھے لیکن ان الفاظ کا دستِ مٹھی زد ہو گیا جس ان کی تپلیوں، نیر صبحِ گل ان کو  
 صرف اُس وقت معلوم ہوا جیسا انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار میں عبور ہوا۔ چونکہ انہوں نے  
 غریبوں پر ہونے اور ایسے عام رفقا اور صحابہ اہل خانہ اور عوام کے ساتھ برتاؤ دیکھا اور آپ کی اس پادشاهی  
 پر ایمان دیکھا اور ان کے سامنے ان کو عبادتِ مسلمین کے حقوق ادا کرنے کی اجالی ہدایت قرآن سے مل چکی تھی مگر

۱۔ کفر باہل میں یہ مہاسا  
 ۲۔ ملاحظہ فرمادے اللہ عزوجل نے یہ مہاسا دیکھا ہے اللہ عزوجل کی طرف سے مہاسا :  
 ۳۔ ملاحظہ فرمادے اللہ عزوجل نے یہ مہاسا دیکھا ہے اللہ عزوجل کی طرف سے مہاسا :



ان پر غور کرنے والے جانتے ہیں کہ حضرت کے محل اور آپ کے مشاغل و عبادات نے اس پر وہ مقبول  
 اخلاقیہ کیلئے جس سے نماز، تزکیہ، نفس، تربیت، اخلاق اور نوجوانی اللہ و انقطاع عن اهلن نیز اہل بیت کی  
 تعظیم و ترمیم اور علم و وحدت کا موثر ترین ذریعہ بن گیا ہے۔ مثلاً و نحو کی نسبت و فضیلت اور اس کا استعمال  
 مساجد کی طرف متوجہ جاننے اور اس کے راستہ میں چڑھنے والے قدموں کی تعظیم و راستہ کی دعا، مساجد میں داخل ہونے کا  
 اویس اور نہ کو تہمتا مسجودا تہمتا اور تہمتا کے انتظار کی تعظیم اور عظیمیہ کا ادب و عبادت کا ثواب اور ان کا  
 کا ثواب اور اہل بیت کی تعظیم و شہادت اس کے احکام، امام کے اہل بیت کی تاکید، مسجودوں کی تہمتا اور مسجودوں کی  
 کھڑے ہونے والوں کی تہمتا، مساجد میں عظیم و علم کے مسجودوں کی تعظیم، ذکر کے مسجودوں کی تعظیم، مسجد سے  
 نکلنے کا ادب اور اس کا ذکر وغیرہ وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ ان فضائل نیز ان آداب و عبادت کے علم و عمل سے  
 نماز، گفتگو، ہجرت، نشان، چیز اور تزکیہ و اصطلاح، تعلیم و ترمیم اور ان عبادت و تہمتا اللہ کا کبھی اور تہمتا  
 بن جاتی ہے۔ پھر اس کے ساتھ حضرت کی نماز و اہل بیت کی تعظیم، نوازل کے ذوق، ان کی عبادت پر ہونے میں  
 رقت و محبت کے واقعات، کلام و احادیث میں اہتمام کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں اور ان کے لئے اس پر  
 محبت کی نماز، کس عبادت تک پہنچ جاتی ہے اور اس کے لئے کیسا ذہنی اور روحانی ماحول تیار ہوتا ہے۔  
 موسم و زمانہ اور جگہ کو بھی یہی پر غماں کرنا چاہئے اور حدیث سے ان کے آداب فضائل و عبادت، نبوی اور  
 واقعات زندگی کو بھی کہے ہوئے رکھنا چاہئے کہ اگر ان عبادت کو ان آداب فضائل اور واقعات سے جڑ  
 و منقطع کر لیا جائے اور ان کا ماحول سے جدا کر لیا جائے جو حدیث ان کے لئے بنتا کرتی ہے اور جو  
 اب حدیث کی بنا پر ان کے ساتھ لازم ہو گیا ہے ان کی تاثیر کہاں تک باقی رہتی ہے اور ان میں جدا  
 کو کھیلنے، ذوق و شوق کو پیدا کرنے، استقامت عطا کرنے اور قلب و باطن کو خندا اور جلا عطا کرنے لگا دیکھ  
 ایسے نئے مسائل و امور کی تعمیر کی (جس کے ذمہ عبادت و تقویٰ و ناسبت کی روح سرایت کئے ہوئے ہیں)  
 کہاں تک صلاحیت باقی رہ جاتی ہے۔

درحقیقت، شکل اللہ علیہ وسلم کی عبادت، عبادت اور اشعار و آیات میں کے محرم کا اہم حدیث و اشعار  
 میں کے لئے وہ خدا اور ماحول بننا کرتے ہیں جس میں اور میں کا پورا سرسبز باغ اور دریا ہے۔ دین کی خوشگن خلقی



جنہوں نے بیٹ پر توجہ نہ دیا اور وہ شہید ہو گیا۔ پریشانی کے نشانات بڑھنے لگے۔ ہم نے کہا کہ جس نے سوئے ہے پہلے  
یہ سب دیکھ کر کے ساتھ نہ کرے گا۔ پھر اس کا انتقال ہوا اور ہم نے یہ دیکھا کہ جس نے عرض و کلمات میں پہلے ہی پڑھ لیا ہے  
مگر جس نے عرض پڑھ لیا ہے وہ دیکھا کہ اس پر دنیا کی نعمت کیسے چھپ سکتی ہے اور دنیا کا بندھاس کے اندر کیسے بھروسہ نہیں کرنا  
جس نے آپ کا بچہ بگڑا دیا اور کفر و شرک اپنے بچوں کے ساتھ کرتا ہے اپنے تمام دلوں کے ساتھ دعا کرتا ہے اپنے بچوں کے  
نکالت اور اپنے دشمنوں کے ساتھ اکل خوردن نہیں دیکھا اور ان کا کھانا حلال اور ہلالی نہیں کاتا اور اس کے ساتھ ہر کوئی  
اصول کے لیے جانے گا۔ یہ اس معاملہ میں مومن کا ثناء کی نیت ہونا اور کافروں کی لعنت ہونا ہے  
جس سے دیکھنے والوں کو یہ سب نظر آتا ہے مگر صحیح پر کلام کے گوروں کے بعد ان سے کچھ نہیں ہونے ہیں اور ان کے  
گوروں کی زندگی و سب مشرت اب ان کے دلوں کی پریشانی کی نشانی گھرا اور ان کی باتوں کی مصروفیت اور سہولت کی  
فراغت ان کی بے نفسی و شہوت اور ان پر نفس ہسانی کے لیے ان کا اختیار اکل انسانی کی بے نشانی ہو گیا۔ سب صحیح ہیں  
یہاں حضرت علیؑ اور حضرت عثمانؑ کے اہل و عیال کی پریشانی کے سوا اور کسب ہی اہل و عیال کے سوا  
بکھریا نے کائنات ہی پریشانی ہے۔ غرض یہ ایک ایسا علمی و فنی و احوال ہے جس میں زندگی اپنے لیے نہ نکلت  
و حقانی اور انسانی صورت ہے نہ انسانی شکل کے ساتھ ہی ہے اور جو پیشنے سے اس کا پرناٹا کسے بیک وقت تک  
کے لیے اور نہ ہی کو خوفنا کر دیتے۔ قرآن مجید کے ساتھ ہو تو ہی کہ اس تصور کا باقی رہنا اور  
نبوت کے کلام اور ان کے اصولوں کا حفظ و نوا اسلام کا ایک عقار اور ایسا امتیاز ہے جس میں کوئی نہ نکلت کئی امت  
اس کی شریک نہ ہو سکیں۔ ایک ہی مذہب میں کوئی امت تک باقی رہنا اور تمام آنے والی امتوں کو عملی طور پر  
عمل کے پیراے و عورات اور طلب دانش کے تقاضا پر عمل کرنا ہوتا ہے۔ اس لیے کہ یہ امتیاز اور اصول صحیح کے  
قوی عقیدے پر عمل کرنا ہے۔ کہ ان کے نازیخ و نیکو مسائل اسلام ہوتا ہے کہ یہ ایک تعلیمی ماحول اور دعوت الہیہ کوئی  
صورت ہوگی ہے۔ صورت پر کلام کا عمل ہو گا ہی جس کی کتابت حدیث کی طرح ہو جائے اور دعوت الہیہ کی صورت  
اسی صورت کا خوفنا کر لینا پھر نفس کے خواہشوں سے ایسی صورتوں کا تصور نہ ہو سکتا ہے کہ اس کی صورت کو جو کہ مدد  
خواہان ہوتے ہوتے اس کے طریقہ عمل کے ساتھ ساتھ اس کا صحیح و مفید سریش سے مشورہ و شفقت ان کا  
غیر ملنے اور اس کا عزم و عمل اپنی پھر اس ماحول و فتن روایت کے بعد ہی کا پیدا ہونا اس کی عملی شکل



قوت کے اس سرچشمہ سے معلوم کرنا چاہتے ہیں اور اس میں اس ذخیرے کی طرف سے بے انتہائی اور شک و  
 اور خیاب پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ نہیں جانتے کہ وہ اسٹ کو کیا نقصان پہنچا رہے ہیں اور اس کا کس عظیم اثر ہے  
 اور کتنی بڑی دولت سے محروم کر رہے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ وہ اس آفت کو اسی طرح سے محروم اور لاشہ  
 متعلقہ کا حاصل ادا کرنا چاہتے ہیں جس طرح یہ دولت اور عیسائیت کے دشمنوں و عوامیت اور لاشہ  
 نے ان عظیم ذرا بھگت کو دیا۔ اگر وہ سوچ بچ کر ایسا کر رہے ہیں تو ان سے بڑھ کر اس استغناء اور اس دین کا  
 دشمن کوئی نہیں ہو سکتا۔ ایسے کہ پھر اس "مزدوج مذاق" کو دیکھنا بہت ہی اگے کے کا کوئی ذریعہ نہیں جو صحابہ  
 کا اتنا تھا اور جو بالو کامل طور پر براہ راست صحبت ہوئی سے پیدا ہو سکتا ہے یا بالواسطہ حدیث کے ذریعہ  
 جو اس حد تک جینا یا آگیا مرقع اور جھانپتی ہوئی کا بولتا چھاننا اور ذرا بچھو اور اس میں صوبہ کی کیفیت اس کی تین

ہندوستان میں موجود ہیں لڑائی جیت کے ترک کر کے حدیث کے ترجمہ اور اس کی ترقیب و اشاعت کا  
 کام چلا رہا۔ جہاں تک ہم کو مسلم ہے یہاں تک پہلے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مشکوٰۃ کا فارسی  
 میں ترجمہ و تشریح کی جو (مشکوٰۃ النورانیہ) کے نام سے چھپا ہوا ہے۔ فارسی کا وہ ترجمہ جو جانے کے بعد خاندان مسیح  
 پہلے مولانا خرم علی صاحب دہلوی (۱۲۱۰ھ) نے نام صفائی کی مشہور کتاب "مشارق الاولیاء" کا ترجمہ  
 تشریح اور میں "تحفۃ الانبیاء" کے نام سے کیا اس کے مخالفانہ عقائد والی آئی کے شاگرد شہید نواب  
 قطب الدین خاں خرم دہلوی نے مشکوٰۃ کا اردو میں ترجمہ ضروری تشریح کیسے کہ مسلمانوں کے نام سے لکھا جو نہی  
 تفسیر ترقی کی ہوگی اور صحت اور اپنے مصنف کے انکسار کی وجہ سے بہت ہی مقبول ہے اس دور کے ترجمہ ہونے  
 کے بعد اردو میں حدیث کے متعدد نسخے شائع ہوئے جن میں مولانا محمد رفیع اعظمی کی کا مجموعہ "مشارق  
 خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ ————— ہاں اس زمانے میں اردو میں حدیث کی خدمت کا ایک کام بھی ہوا  
 اور وہ صحیح چاندنی مولانا بدر عالم صاحب کو ہے۔ ان کی ترقی و ترویج کتاب "ترویج احسن حدیث" میں تشریح  
 اور تشریح ہو گئی ہے۔ یہاں تک کہ اس کی کسی تاخیر نہ کیا گیا کہ علماء اور صحابہ اس میں اس  
 اشتہار کر سکیں گے کہ اس کی حدیث کی ترقی و ترویج سب خدمتوں کے بعد بھی ضرورت کی ہوگی۔

اسی انقلاب اور اس کی ضرورتوں اور اس ضمن میں کوششوں کو مدنظر رکھتے ہوئے متوسلہ اور جگہ کے لوگوں کے لئے  
 ان کے پاس وقت بھی کم ہے اور شریعتی استعداد بھی نہیں رکھتے احادیث کا ایک نو ملاحظہ کا مجموعہ جس  
 کی جائزے اور اصلاح کے امتحان ترتیب اور شریعت میں اس ضمن کے خاص طور سے توجہ رکھا جائے کہ انہیں  
 اندمان اور طلبہ کو ایسا نافع حاصل ہو اور زندگی کے بھاری کاموں میں جو  
 احادیث کے سلسلہ میں اس دور میں مسودات پیش ہوتے ہیں اور بعض مرتبہ بعض مسلم تنظیموں میں ان کی تالیف کی  
 ان کو عمل کی جائے یہ کام وہی کر سکتا تھا جو ایک طرف روحانی اور دینی اور علمی کی توجہ سے پہلے ہی  
 دینی صحافتی ترتیب پر توجہ دینا چاہیے اور اس کو بروہی حقیقت پر علمی و دینی طور پر ہی شروع ہونا چاہیے جس سے  
 ساتھ دعوت تبلیغی اور اصلاحی اور صحیح اور مطالبہ کے ذریعہ اس ضمن کی اصلاح و طبیعت اور دینی مساجد کے  
 ماحول بہت سے فتنوں اور تفرقات سے بچ سکیں یہ ضروری ہے اور اپنے حاضر علم و کمال اور اس کا تجربہ ای جسد اور  
 قوم و قریبہ امتداد سے احادیث کی ترجمانی اور ان کے ذہن کی تفسیر کی صلاحیت رکھنا ہے۔  
 یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق تھی کہ اُس نے اس نام اور نازک کام کے لئے ذہن مہربم ہونے اور علم و شعور و اصلاحی  
 منتخب فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سے دشمنی و علمی کاموں کی توفیق عطا فرمائی ہے لیکن یہی ان کے لئے ان کے  
 تمام کاموں میں اس کام کی ذمہ داری سب سے زیادہ ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی سعادت حاصل ہوتی ہے کہ جس میں وہ کام  
 اس کام کی تکمیل کا تقاضا کریں۔ اس وقت اُن کی کتاب مسودات و احادیث کی دوسری جلد بقائیں کے  
 سامنے ہے، جس میں زہد و تقویٰ اور اخلاق کے متعلق روشنی افروز و بشمولہ و علم کی حد تک کام کر کے  
 پُروردہ اور شریعت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے جس سے خود کو اصلاح و تقویٰ اور تقویٰ اور تقویٰ اور تقویٰ  
 کا کوئی ذریعہ قرار دیا گیا ہے اور ان کے ادب میں موجود ہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہر وقت کاموں میں  
 برکت عطا فرمائے کہ وہ اس نام سلسلہ کو صحیح طور پر چلا سکیں۔

ایرا اللہ تعالیٰ اعلم

(دوسری جلد)

پیشکش: اصلاحی تنظیمیں

# معارف الحديث



كتاب التكاثر

١

كتاب الاخلاق

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لَقَدْ بَرَّ اللَّهُ عَبْدًا مَعَ مَا لَمْ يَفُضْهَا وَوَعَاهَا وَأَذَاهَا  
فَرِيحٌ حَامِلٌ فَقْدُهُ عَذَابٌ قَتِيلٌ وَشَرِيحٌ حَامِلٌ فَقْدُهُ لِي  
مَنْ يَهْوَى أَفْقَهُ وَرَيْحَهُ

(مشاہد المتبعین و ابوداؤد عن زبیر بن العقیل)

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قُرْآنِهِ

اللہ تعالیٰ اپنے اُس بندے کو شاد و شاداب رکھے جو میری بات سُننے پر  
اُسے یاد کرے اور محفوظ رکھے اور دوسروں تک اسے پہنچانے میں پہنچے  
لوگ قدر (یعنی علم دین) کے حامل ہوتے ہیں مگر وہ فقیہ نہیں ہوتے۔ اور  
جست سے علم دین کے حامل اس کو ایسے بندوں تک پہنچادیتے ہیں جو  
اس سے زیادہ فقیہ ہوں۔ (جہان توغذی کا سنن ابی داؤد)

کیسے خوش نصیب ہیں اللہ کے وہ بندے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کے ارشادات کو سینہ یا سینہ میں محفوظ رکھیں اور دوسروں کو سُنا کر اور  
پہنچا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کے مستحق بنیں۔  
اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ناظرین کو اس خیر عظیم میں حصہ لینے کی توفیق دے۔



## کتاب الرِّقَاق

دریغ کی کتابوں میں جس طرح کتاب الایمان، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الحج، کتاب البیوع وغیرہ عنوانت ہوتے ہیں، اسی کے تحت ابن ابیاب کی حدیثیں درج کی جاتی ہیں، اسی طرح ایک عنوان "کتاب الرِّقَاق" کا ہونا ہے، جس کے ذہنی میں وہ حدیثیں درج کی جاتی ہیں جن سے دل میں رحمت اور گناہ کی کیفیت پیدا ہو، دنیا سے وابستگی کم ہو، اور آخرت کی فکر بڑھے، اور اکوسی اللہ تعالیٰ کی رضا اور اخروی فلاح کو اپنی زندگی کا نصب العین بنائے، اسکے علاوہ اسی عنوان کے تحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نوترہ خطبات و نصائح اور بواظہی درج کئے جاتے ہیں۔

پہلا قہر ہے کہ سب سے زیادہ ثمرات اور زندگی کے ترش کو بدستے کی سب سے زیادہ طاقت رکھنے والا حصہ ہی ہوتا ہے، جو کتب حدیث میں "کتاب الرِّقَاق" کے زیر عنوان درج ہوتا ہے، اسلئے اس کی خاص اہمیت ہے، اور کہا جاسکتا ہے کہ حقیقی مسلمان تصوف کی ہی اساس و بنیاد ہے۔

ہم اس سلسلہ کما حقہ حدیثوں سے شروع کرتے ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کا خون و خشیت اور آخرت کی نگہ دہوں میں پیدا کرنے کی کوشش فرمائی ہے، یا کسی عنوان سے اس کی فضیلت اور اہمیت بیان فرمائی ہے۔

دعا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کے جو اثرات انہیں جنسبہ دل ایمان کے قلوب پر پڑتے تھے جنہوں نے سب سے پہلے خود حضور کی زبان مبارک سے ارشادات

تھے، اللہ تعالیٰ ان کا کوئی ذرہ تم کو بھی نصیب فرمائے۔

## خدا کا خوف اور فکر آخرت

ایمان کے بعد انسان کی زندگی کو سوار کرنے اور فلاح کے مقام تک اس کو پہنچانے میں جو کہ سب سے بڑا دخل اللہ تعالیٰ کے خوف و خشیت اور آخرت کی فکر کو ہے، ایسے رسول شعلیؐ علیہ السلام نے اپنی امت میں ان دو چیزوں کے پیدا کرنے کی خاص کوشش فرمائی، کہیں اس خوف و فکر کے فوائد اور فضائل بیان فرمائے، اور کہیں اللہ تعالیٰ کے تہ و جلال اور آخرت کے ان سخت احوال کو یاد دلاتے، جن کی یاد سے دلوں میں یہ دونوں کیفیتیں پیدا ہوتی ہیں۔

آپ کے مشہور صحابی حضرت غلام امیرؓ کی حدیث جو چند صفحات کے بعد آپ پڑھیں گے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس کا خاص موضوع گویا تھا، اور وہاں پر کلام جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، اور آخرت اور دوزخ و جہنم کے مشعلوں آپ کے ارشاد اتنے سننے لگے، تو ان کا حال یہ ہو جاتا تھا کہ دوزخ و جہنم گویا ان آگہوں کے سامنے ہی۔۔۔۔۔ حدیث کے صرف موجودہ ذخیرے میں صرف ایسی سب حدیثیں جمع کی جائیں جن کا مقصد خدا کا خوف اور آخرت کی فکر پیدا کرنا ہے، تو بلاشبہ ایک بڑا کتاب صرف ان ہی حدیثوں سے تیار ہو سکتی ہے۔۔۔۔۔ یہاں صرف چند ہی حدیثیں اس سلسلہ کی درج کی جاتی ہیں۔

اگر عالم غیب ہم پر منکشف ہو جائے۔۔۔۔۔ :-

(۱) مَنْ لَمْ يَخَفْ مِنْ خَالِ أَهْلِ الْعَالَمِ وَاللَّهِ يَكْفِيهِمْ سَلْبَةً  
تَلْبَسُ فِي نَفْسِهِمْ يَكْفِيهِمْ لَوْ كَفَيْتُمْ مَا أَهْلَكُوا بَكْرَتَكُمْ كَيْفَ بَدَأُوا

تَحْسِبُ كُنُوزَ عَالَمٍ ۖ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمایا، قسم اُس قاتلہ پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر وہ اللہ کے تمرو جھللی اور قیامت و آخرت کے لرزہ خیز ہولناک احوال کے متعلق تمہیں وہ سب معلوم ہو جائے، جو مجھے معلوم ہے، تو تمہارا سنا بہت کم ہو جائے، اور روایتا بہت بڑھ جائے۔

(بخاری)

(تفسیر صحیح) مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی اور اس کے تمرو جھللی اور قیامت و آخرت کے ہولناک لرزہ خیز و احوال کے متعلق جو کچھ مجھے معلوم ہے، اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مجھ پر منکشف کر دیا ہے، اگر تم کو بھی اس کا پورا علم ہو جائے، اور تمہاری آنکھوں کو بھی وہ سب نظر آتے، گے جو میں دیکھتا ہوں، اور تمہارے کان بھی وہ سب کچھ سننے لگیں جو میں سنتا ہوں، تو تمہارا نہیں و سکون ختم ہو جائے، تم بہت کم جنسہ اور بہت زیادہ کوؤ۔۔۔۔۔ اس کی مزید تفصیل حضرت ابوہریرہؓ کی اگلی حدیث سے معلوم ہوگی۔

(۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ  
أَرْبَعًا مَاتُوا تَرَفَاتٍ وَأَسْفَعُوا مَا لَمْ يَكُنْ مَوْتُهُمْ بَلْ كَانَتْ السَّكَاةُ وَوَجَّحُوا  
لَهَا أَنْ تَأْكُلَ كَالَّذِي فِي الطَّيْرِ وَبَلَّوْهُمَا مَاءً فَمَاتُوا وَرَأَيْتُهَا تَأْكُلُ أَحْسَابَهُ  
يَوْمَئِذٍ وَمَاتُوا وَرَأَيْتُهَا تَأْكُلُ مَاءً فَمَاتُوا وَرَأَيْتُهَا تَأْكُلُ مَاءً فَمَاتُوا  
أَخْبَرَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ  
عَلَى النَّاسِ مَاتُوا وَرَأَيْتُهَا تَأْكُلُ مَاءً فَمَاتُوا وَرَأَيْتُهَا تَأْكُلُ مَاءً فَمَاتُوا  
قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ تَأْكُلُ مَاءً فَمَاتُوا

(بخاری و الترمذی و ابوداؤد)

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا، میں عالم قیہب کی وہ چیزیں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ  
 وہ گواہیں سنا ہوں جو تم نہیں سنتے، آسمان پر چار ہاے اور جن ہے کہ وہ  
 چرچرائے۔ قسم ہے اُس بہت ذوالجلالی کی جس کے قبضہ میں میری  
 جان ہے، آسمان میں چار انگلی جگہ بھی نہیں ہے، جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ  
 اللہ کے حضور میں پانچاٹھارہ کے سہوے میں نہ پڑا ہو، اگر تم وہ باتیں جانتے، جو  
 میں جانتا ہوں، تو تم بہت کم ہنتے اور بہت زیادہ روتے، اور بستروں پر بوجوں  
 سے بھی لطف اندوز نہ ہو سکتے، اور اللہ کے نالہ و نرایہ اور گریہ و زاری کرتے تھے  
 بیایانوں اور جنگوں کی طرف نکل جاتے۔ (اس حدیث کو نقل کہہ کر)  
 ابو ذر فرماتے ہیں، کاش میں ایک درخت ہوتا، جو کاٹ دیا جاتا۔

(مشکوٰۃ، جامع ترمذی، ص ۱۰۱، ۱۰۲)

(تشریح) اس سلسلہ کی پہلی جلد (کتاب الایمان) میں جیسا کہ تفصیل سے بیان ہو چکا  
 تھا کہ پیغمبر کاہل کام اور تمام بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ جو نہیں تھا تو اُس پر شکستہ فرماتے، اور  
 میں احکام کی اُس کی طرف دہی کی جائے، وہ اللہ کے دو سبکدوشوں کا پونچائے، اور اُس پر  
 ایمان لانے والے جنگے آئیں، کفار اور کام یہ ہے کہ اُس پیغمبر کے اعتقاد و اعتبار پر اُن سب باتوں کو  
 وہ حق جانیں، اے میں، اور اُن ہی حقائق کو اپنی زندگی کی بنیاد بنائیں۔ اللہ تعالیٰ نے  
 عام انسانوں کو ظلم کے جو ذرائع بخش دیے اور اس وظیرہ عطا فرمائے ہیں، اُن کی دسترس صرف اسی  
 عالم شہود تک محدود ہے، عالم غیب تک اُن کی رسائی نہیں ہے، بسنے وغیبی حقائق کی دریافت  
 اور ان کے بارے میں ظن و یقین حاصل کرنے کی راہ ہمارے لئے یہی ہے کہ اللہ کے پیغمبروں کے  
 سماع و مشاہدہ اور اُن کی شہرہ جہم اعتقاد کریں اور یقین لائیں، اسی کا نام ایمان ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں عالم غیب کے اپنے اس نسبت، ناک  
 انکشاف کا ذکر فرمایا ہے، کہ اللہ کے جلال و اہد زشتوں کی کثرت سے آسمان چرچرا رہے

اور چار انگلیں بھر چمکے بھی اُس میں ایسی نہیں ہے جہاں کوئی قریشہ سر پہنچو درجہ۔۔۔۔۔

اللَّهُمَّ اكْبِرْهُ اللَّهُمَّ اكْبِرْهُ اللَّهُمَّ اكْبِرْهُ ۱۱۱۔۔۔۔۔ اُسکے حضور نے فرمایا، کہ۔۔۔۔۔ اگر

میری طرح تم بھی وہ سب کچھ جان لو جو میں جانتا ہوں، اور جو دیکھتا سنتا ہوں، تو تم اس دنیا

میں اس طرح ہنس خوشی نہ رہ سکو، بہتوں پر یہودیوں سے لطف آمد و زاری کا بھی تم کو ہوش

نہ رہے، اور گروں سے بھی کہ جگلوں میں اللہ کے سامنے نالہ و فریاد اور گریہ و زاری کرتے

پھر۔۔۔۔۔ حدیث کے راوی حضرت ابو ذر غفاریؓ پر اس حدیث کا اتنا اثر پڑا تھا کہ

بعض اوقات اس حدیث کے بیان کرنے کے ساتھ اُن کے دل کی یہ آواز زبان سے نکل

جاتی تھی، کہ۔۔۔۔۔ لے کاش! میں ایک درخت ہوتا، جس کو جڑ سے کاٹ ڈالا جاتا، اور پھر

آخرت میں صحاب کے لئے میری پوٹی نہ ہوتی

(رف)، اللہ تعالیٰ کو انسانوں سے چونکہ خلافتِ ارضی کا کام لینا ہے، اور وہ جب تک

مکمل ہے کہ انسان اس دنیا میں اطمینان اور سکون کے ساتھ رہ سکے، اسی لئے وہ جنتیں اور

وہ چیزیں عام انسانوں سے پردہِ خیمہ میں رکھی گئی ہیں جن کے انکشاف کے بعد آدمی اس

دنیا میں سکون سے نہیں رہ سکتا، مثلاً خمر کا یا دوزخ کا عذاب، اور اسی طرح قیامت کے

لہزہ خیز مناظر اگر اس دنیا میں ہم جیسے انسانوں پر منکشف کر دیئے جائیں، اور ہم لوگ ان کو

برا ہی مانیں دیکھ سکیں، تو پھر اس دنیا میں ہم کوئی کام نہیں کر سکتے، بلکہ زیادہ دنوں تک

زندہ بھی نہیں رہ سکتے۔۔۔۔۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کو جو نماز

کام لینا تھا، اُسکے لئے ضروری تھا کہ آپ پر ان چیزوں کا انکشاف کر دیا جائے، اور ایک

دوسرا پرانے صحابی کا مشاہدہ آپ کو کر دیا جائے، تاکہ آپ کے اندر وہ عین الیقین اور عین الیقین

پیدا ہو جائے جس کی آپ کے منصبِ عالی اور کارِ عظیم کے لئے ضرورت تھی، اسی لئے اس قسم کے

بہت سے غیبی صحائف آپ پر منکشف کئے گئے، اور اسی کے ساتھ حکمتِ خداوندی نے آپ کے

قلبِ مبارک کو وہ غیر معمولی طاقت بھی بخش دی، کہ اس انکشاف اور مشاہدہ کے باوجود آپ اپنے

تسم تراہیں جنسی کو جس دغری انہام ہے سکیں اور دنیا میں ایسی جات اور محلہ نہ ہوگی  
گزار سکیں جو قیامت تک یہاں ہونے والے ہر قسم اور ہر طبقے کے انسانوں کے لئے نہ ہو  
ان کے جملہ اشرافیہ و مسلم۔

### غفلت کو دور کرنے کیلئے موت کو زیادہ یاد کرو۔۔

(۳) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يُحَدِّثُ قُرَآئِمَ الْبَنَاتِ كَأَنَّهُمْ يَكْتُمُونَ قَالُوا مَا أَتَاكَ لَكُنْ  
أَلْتَكُونُ كَوَلَدِهَا مِنَ اللَّذَائِبِ أَلْتَكُونُ كَقِطْعَةِ عَسْفَرٍ  
قَالَتْ لَوْ كُنْتُ كَوَلَدِهَا مِنَ اللَّذَائِبِ لَأَكْتُبُ بِهَا كِتَابًا مِثْلَ كِتَابِ  
يَعْقُوبَ لَا تَحْتَمِلُهُ فَيَقُولُ أَنَا بَيْتُ الشُّرْبِ وَأَنَا بَيْتُ الْوَسْطِ  
وَأَنَا بَيْتُ الشَّرَابِ وَأَنَا بَيْتُ الدُّوْعِ وَأَنَا بَيْتُ الْبَيْتِ الْبَيْتِ  
قَالَ لَهُ الْقَائِلُ مَنْ جِبَا وَأَهْلًا أَمْ لَانَ كُنْتَ لَا تَحِبُّ مِنْ عَشِيرَتِي  
عَلَّ عَلْمِي إِلَى وَأَنَا أَوْلَى بِكَ الْيَوْمَ وَصَوْرَتِي إِلَى فَتَمَنِّي إِلَى حِينَ  
يَكُ قَالَ فَتَمَنِّي لَهُ مَنْ يَكُ بِهِيَ وَتَمَنِّي لَهُ بَاتِ إِلَى الْجَمْعِ كَذَا  
ذَمِّ الْعَيْدِ الْفَارِسِ أَوْ بَالِ كَأَنَّهَا كُنْ الْقَائِلُ مَنْ جِبَا وَلَا  
أَهْلًا أَمْ لَانَ كُنْتَ لَا تَحِبُّ مِنْ عَشِيرَتِي عَلَّ عَلْمِي إِلَى فَتَمَنِّي إِلَى حِينَ  
وَأَوْلَى الْيَوْمَ وَصَوْرَتِي إِلَى فَتَمَنِّي حِينَ يَكُ تَمَنِّي كَأَنَّهَا  
كَبِيْرٌ حَتَّى تَحْتَمِلُ أَهْلَهُمْ قَالَ وَقَالَ تَسْأَلُ أَهْلَهُ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَصَابِيهِمْ وَأَتَمَنِّي بِمَنْ يَكُ فِي جَوْعٍ بَعِيْرٍ قَالَ  
وَيَعْمَلُ لَهُ سَبْعُونَ بَيْتًا كَأَنَّكَ فَلَوْ كُنَّا مِنْهَا كُنَّا لَأَنْفِ  
مَا أَلْبَسَتْ لَيْسًا مَا لَيْسَتْ إِلَيْنَا كَيْفَ كُنْتُمْ وَبِحَدِّ شَيْخِي

يُنْفِضُ بِهَا كِيَ الْحِجَابِ كَأَن ذُقْنَاكَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ وَأَكْمَا الْقَائِرُ رَوْضَةً مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ وَأَوْحَقَةً مِنْ  
مَحَقَرِ الْمَقَادِرِ ..... رواه العزيمى -

(ترجمہ) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن نماز کے لئے مگر سے مسجد تشریف لائے، تو آپ نے  
لوگوں کو اس حال میں دیکھا کہ گویا دوہاں سجدتوں میں، وہ کھل کھلا کر نفس زہے  
ہیں، (اور یہ حالت عظمت تھی عظمت کی زیادتی گئی) ایسے رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے (ان کی اس حالت کی اصلاح کے لئے) ارشاد فرمایا۔ میں تمہیں  
بتاتا ہوں کہ اگر تم لوگ لذتوں کو توڑ دینے والی موت کو زیادہ یاد کر، تو وہ تمہیں  
اس عظمت میں مبتلا نہ ہوتے دے، لہذا موت کو زیادہ یاد کیا کرو۔

(اسکے بعد فرمایا) ..... حقیقت یہ ہے کہ قبر (یعنی زمین کا وہ حصہ جس کو  
موت کے بعد آدمی کا آخری ٹھکانا بننا ہے) ہر روز بچاوتی ہے۔  
(ظاہر ہے کہ زبانِ قتال سے بھارتی ہے، اور اس کی اس بھار کو وہی سن سکتے ہیں  
جس کو اللہ تعالیٰ سنانا چاہے، اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ ہر روز قبر یا جان  
سے بھارتی ہے، کہ میں مسافرت اور تہائی کا گھر ہوں، میں بھی اور کیشوں کا گھر  
ہوں، اور قبر کی زبان حال کی اس بھار کو تو ہر وہ بندہ ہر وقت سن سکتا ہے جس کو  
اللہ تعالیٰ نے زبان حال کی باتیں سننے والے کان عطا فرمائے ہوں)۔

(اسکے بعد آپ نے اس کی تفصیلی بیان فرمائی کہ مرنے کے بعد جب بندہ کا واسطہ  
اس زمین سے ٹرتا ہے، اور وہ جسکے سپرد ہوتا ہے، تو ایمان و عمل کے فرق کے  
نفاذ سے زمین کا بڑا ڈھنگے ساتھ کتنی عظمت ہوتا ہے، چنانچہ آپ نے فرمایا،  
جب وہ بندہ زمین کے سپرد کیا جاتا ہے، جو حقیقی مومن و مسلم ہو، تو زمین رکھی عزت

اور عزمِ مہمان کی طرح اس کا استقبال کرتی ہے اور اگلی سے مرعبا را ریسرا  
 ویر و دول فرشی را در خوب کہنے اور اپنے ہی گھر آئے انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ  
 ہتھے توگے میسگر او پر پہلے تھے ان میں سب سے زیادہ خوب اور چہتے جگے تم ہی تھے  
 اور کج جب تم میسگر سپرد کر دیتے گئے جو ان کو سپرد کیا گیا ہے تو تم کو کس  
 کہ (تمہاری خدمت اور راحت رسائی کے لئے) میں تمہارے ساتھ کیا ساتھ کرتی  
 ہوں، پھر وہ زمین اس زمین کو من کیلئے سزاگاہ تک دیکھ جو جاتی ہے اور اس کو واسطے  
 بخت کی طرف ایک مرد و ازہ کھول دیا جاتا ہے۔ اور جب کوئی مسنت  
 بدکار قسم کا آدمی یا (اپنے فرمایا کہ) ایمان نہ لائے والا آدمی زمین کے سرور  
 کیا جاتا ہے تو زمین اس سے کہتی ہے کہ چتے آدمی میسگر او پر پہلے بھرتے تھے  
 تو مجھے ان سے زیادہ جو عرض تھا، اور کج جب تو میسگر جو ان کو دیا گیا ہے اور  
 میسگر چھتے میں آگیا ہے تو ابھی تو دیکھے گا کہ میں تیرے ساتھ کیا کرتی ہوں۔ آج  
 فرمایا کہ۔۔۔۔۔ پھر وہ زمین ہر طرف سے اس کو چھتتی اور دباتی ہے، یہاں تک کہ  
 اس وباؤ سے اس کی پٹیلیاں زادھر سے اُدھر ہو جاتی ہیں۔۔۔۔۔ ابو سعید خدری کا  
 کا بیان ہے کہ حضور نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں میں دو سو ہاتھ کی انگلیوں کی مثال کر  
 ہم کو اس کا نقشہ دکھایا۔۔۔۔۔ اس کے بعد فرمایا۔۔۔۔۔ ہر اس پر شراؤ سے  
 مسئلہ کر دیتے جاتے ہیں، جن میں سے ایک اگر زمین میں پونجا رماوے، تو زمین دنیا  
 تک وہ زمین کوئی ہمزہ نہ لگاسکے، پھر وہ اڑو سے اڑو سے برابر کاشتے تو چتے رہیں گے،  
 یہاں تک کہ قیامت اور ہشر کے بعد وہ حساب کے تمام تک پہنچا دیا جائے۔۔۔۔۔  
 ابو سعید خدری کا بیان کرتے ہیں کہ۔۔۔۔۔ اور حضور نے یہ بھی فرمایا کہ وہ اسکے سوا  
 کو نہیں کہو تقریباً تو بخت کے باغیوں میں سے ایک باغی ہے، یا دوزخ کے شوقین  
 میں سے ایک شوق ہے۔

(تشریح) قبر کے مذاب و ثواب کے متعلق پوری تفصیل سے گفتگو پہلی جلد میں ہو چکی ہے۔ اور عقل کی خامی سے جو سوالات اور شبہات اس بارہ میں پیدا ہو سکتے ہیں ان کا جواب بھی وہیں دیا جا چکا ہے۔ یہ بھی وہیں بتایا جا چکا ہے کہ قبر سے مراد عالم برونج کا ٹھکانا ہے، خواہ وہ اصطلاحی قبر ہو یا کچھ اور، نیز وہیں یہ بھی بتایا جا چکا ہے کہ ثواب یا عذاب کی تفصیلات میں جہاں جہاں حدیثوں میں شتر کا یا اس طرح کا کوئی دوسرا اثر وارد ہے تو اس سے مراد صرف کثرت اور بقوات ہی ہو سکتی ہے، الغرض ان سب پہلوؤں پر تفصیل سے گفتگو پہلی جلد میں کی جا چکی ہے، جہاں تو حدیث کی اس رُوح کو سمجھنا چاہئے کہ بندے کو خدا سے اور آخرت کے اپنے انجام سے کسی وقت بھی غافل نہ ہونا چاہئے، اور موت اور قبر کو یاد کرنے اور یاد رکھنے کے ذریعہ غفلت کا علاج کرتے رہنا چاہئے، اور بلاشبہ تیر سیرت علیہ السلام صما پر کرام میں جو تقویٰ جو خوف خدا اور آخرت کی جو فکر تھی، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی طریق علاج کا نتیجہ تھا، اور آج بھی یہ اوصاف کچھ آن ہی بندگان خدا میں نظر آتے ہیں جنہوں نے موت اور قبر کی یاد کو اپنا وظیفہ بنا رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ موت اور قبر کی یاد کے ذریعہ اپنی غفلتوں کا علاج کریں اور خدا کے خوف و خشیت اور آخرت کی فکر کو اپنی زندگی کی اساس بنائیں۔

(۳۳) عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

أَخَذَ حَبَّ كَلْبٍ فَأَمَرَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَدَّكُمْ وَاللَّهِ

أَدَّكُمْ وَاللَّهِ جَاءَتِ الرَّاحَةُ نَكَبَتْهَا الرَّاحَةُ جَاءَتِ الْمَوْتُ

بِمَا فِيهِ جَاءَتِ الْمَوْتُ بِمَا فِيهِ۔ رواه الترمذی۔

(ترجمہ) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب دو تھائی رات گذر جاتی تو آپ اٹھتے

اور فرماتے: دے لوگو! اللہ کو یاد کرو! اللہ کو یاد کرو! قرآن کی یاد سے پناہ مانگو! واللہ

قیامت کا بھرتیل (یعنی فتنہ موٹی) اور جسکے پیچھے آ رہا ہے دوسرا یعنی غولٹا نہیں  
 موت اُن سب احوال کو ساتھ لے کر سر پہ آچکی ہے جو اس کے ساتھ آئے ہیں، تو  
 اپنے شعلات و مضمرات کے ساتھ سر پہ آچکی ہے۔ (قرظی)

(تشریح) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وراثت کے صحابہ کے شعلات جو خلف اُمّ کو  
 مروی ہیں، اُن سب کو پیش نظر رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا اکثری اصول اور عام حادثہ یہ ہے  
 یہ تھی کہ شروع میں قریب تسمائی وراثت تک آپ اپنے خاص مشاغل و مصروفیات اور نواز مشاغل  
 سے فارغ ہوتے تھے، اسکے بعد کچھ آرام فرماتے تھے، اور پھر مسجد کے لئے آگے نکلتے چلتے تھے،  
 اور جب بلاش کا اکثری تسمائی حصہ زہ جانا، تو جیسا کہ حضرت ابنی بن کعبہ کی اس حدیث میں کہ  
 کیا گیا ہے، آپ اپنے متعلقین اور عام اہل ایمان کو ہمیں ذکر و جمادات کے لئے میدان کر دینا چاہتے  
 تھے، اور بندگی پہنچا کی ہوئی غفلت کو دور کرنے کے لئے ہمیں وقت آپ اُن کو قیامت کی نذر کاغز  
 ہولناکیاں اور موت کی بے پناہ سختیاں یاد دلاتے تھے۔ بلاشبہ خواب غفلت کو دور کرنے  
 کے لئے، اور اللہ کے بندوں میں نگر آدم جو کسی پرہیزگار کے اُن کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر دیتے، اور  
 ہمیں کی جمادات اور ذکر میں مشغول کر دیتے تھے، یہ سوز بڑا کبیر ہے۔۔۔۔۔ آج ہمیں بھی  
 آخری رات میں مسجد کے لئے بیستر سے اٹھنا مشکل ہو، وہ اگر اس وقت موت اور قبر اور قیامت کی  
 سختیوں کو یاد کر لیا کرے، تو خبر یہ ہے کہ نیند کا نشہ کا فوراً چھو جاتا ہے۔

سخوف اور فکر والے ہی کامیاب ہونے والے ہیں :-

(۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 مَنْ سَخَفَ أَدْبَارَهُ وَمَنْ أَدْبَرَ بِلِقَاءِ الْمَنْزِلِ الْكَلَامَ صَلَّاهُ اللَّهُ فَإِنَّهُ  
 الْكَلَامَ صَلَّاهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ..... ذوقہ القربانہ

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ جو شخص ٹرتا ہے، وہ شروع رات میں چل دیتا ہے  
 اور جو شروع رات میں چل دیتا ہے، وہ عافیت کے ساتھ اپنی منزل پر پہنچ جاتا ہے  
 یا دیکھو، اللہ کا نودا سستنا نہیں بہت فرنگا اور بہت قیمتی ہے، یاد رکھو اللہ کا  
 وہ نودا جنت ہے (ترمذی)

(تشریح صحیح) عرب کا نام و مقبر تھا کہ مسافروں کے قافلے رات کے آخری حصے میں چلتے  
 تھے، اور اس کی وجہ سے قزاقوں اور رہزموں کے حملے بھی عموماً کمزوری میں ہوتے تھے، اس کا قدرتی  
 نتیجہ یہ تھا کہ جس مسافر یا جس قافلے کو رہزموں کے حملے کا خوف ہوتا، وہ بجائے آخری رات کے  
 شروع رات میں چل دیتا، اور اس تدبیر سے بحفاظت و عافیت اپنی منزل پر پہنچ جاتا۔  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مثال سے سمجھایا کہ جس طرح رہزموں کے حملے سے ڈینے والے  
 مسافر اپنے آرام اور اپنی نیند کو قربان کر کے چل دیتے ہیں، اسی طرح انجام کا فکر کئے والے  
 اور وزخ سے ڈینے والے مسافر آخرت کو چاہتے کہ اپنی منزل (یعنی جنت) تک پہنچنے کیلئے  
 اپنی راحتوں، لذتوں اور خواہشوں کو قربان کرے، اور منزل مقصود کی طرف تیز گامی چلے۔  
 ایکے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ: بندہ اللہ تعالیٰ سے جو کچھ لینا چاہتا ہے وہ  
 کوئی سستی اور کم قیمت چیز نہیں ہے کہ یوں ہی جنت سے دی جائے، بلکہ وہ نہایت گرانقدر  
 اور بیش قیمت چیز ہے، جو جان و مال اور خواہشات نفس کی قربانی سے ہی حاصل کی جا سکتی ہے۔  
 اور وہ چیز جنت ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
 مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ اٰیۃ  
 اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے الٰہی ایمان سے اُن کے جان و مال جنت کے عوض میں  
 خرید لئے ہیں، وہ اپنا جان و مال اللہ کی راہ میں قربان کر دیں تو جنت کے مستحق ہوں گے، گویا  
 جنت وہ سود ہے جس کی قیمت بندوں کا جان و مال ہے۔

موت اور آخرت کی تیاری کر نیوالے ہی ہوشیار اور دو اندیش ہیں :-

(۶) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَتِيمُ الْفَقِيرُ  
وَالْحَزِينُ الْفَقِيرُ قَالَ أَلَمْ يَكُنْ يَتِيمًا فَكَيْفَ يَكُنْ فَقِيرًا وَكَيْفَ يَكُنْ حَزِينًا  
أُولَئِكَ أَهْلُ النَّارِ مَا مِنْ عُمَّلٍ إِلَّا سَوَّاهُ اللَّهُ نَارًا كَرَامَةً إِلَّا هُوَ عَمَلُهُ —

(رداء الطبرانی فی المعجم الصغیر)

(ترجمہ) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اگر یتیم کے پیغمبر یا بلائیے  
کہ آدمیوں میں کون زیادہ ہوشیار اور دو اندیش ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔  
وہ جو موت کو زیادہ یاد کرتا ہے اور موت کے لئے زیادہ سے زیادہ تیاری کرنا  
جو لوگ ایسے ہیں وہی دانشمند اور ہوشیار ہیں، انہوں نے دنیا کی عزت بھی  
مائل کی اور آخرت کا اعزاز و اکرام بھی۔ (بہم صحیح علیہ السلام)

(تشریح) جب یہ حقیقت ہے کہ اہل زندگی آخرت ہی کی زندگی ہے جس کیلئے کسی  
فنا نہیں تو اس میں کیا شبہ کہ دانشمند اور دو اندیش اللہ کے وہی بندے ہیں جو بیشتر موت  
پیش نظر کر کر اس کی تیاری کرتے رہتے ہیں، اور ایسے برعکس وہ لوگ ہیں، تاہم اہل آخرت  
اور اہل دنیا میں جنہیں اپنے مرنے کا پورا یقین ہے لیکن وہ اس سے اور اس کی تیاریوں سے غافل  
رہ کر دنیا کی لذتوں میں مصروف اور ننگ رہتے ہیں۔

(۷) عَنْ سَلْمَانَ أَوْسِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
الْمَكِينُ مِنْ دَانَ نَفْسُهُ وَغَلَّ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ قَالَ لَعَلَّكُمْ مِنْ أُمَّةٍ  
نَفْسُهُ صَوَاهُهَا وَنَمَّاهُ عَلَى اللَّهِ ————— رواه الترمذی ودارالحدیث

(ترجمہ) شاذان بن اوس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: ہوشیار اور تواضع سے جو اپنے نفس کو قابو میں رکھے، اور موت کے بعد کے لئے (یعنی آخرت کی نجات و کامیابی کے لئے) عمل کرے، اور نادانانہ و ناتواں نہ رہے، جو اپنے گویہی خواہشات نفس کا پیچ کر دے اور بچائے اور احکام خداوندی کے اپنے نفس کے تقاضوں پر چلے، اور اللہ سے امیدیں بانگے۔  
(توسلہ جلد اول ص ۱۰۷)

دکھتے شروع ہو گیا ہے (چالاک و ہوشیار اور کامیاب) وہ سمجھا جاتا ہے، جو دنیا کمانے میں محنت و چالاک چھو، خوب دونوں ہاتھوں سے دنیا ہمیشہ بنا رہے اور جو کرنا چاہے کر سکتا ہے، اور ہر طرف دنیا تو اس کو سمجھا جاتا ہے، جو دنیا کمانے میں تیز اور چالاک نہ ہو۔ اور اہل دنیا جو اس دنیوی زندگی میں کسب کچھ سمجھتے ہیں، ان کو ایسا ہی سمجھنا ہی چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بتلایا کہ حج مکہ اہل زندگی پر چند روزہ زندگی ہے، بلکہ آخرت کی ذخیرہ ہونے والی زندگی بھی اہل زندگی سے، اور اس زندگی میں کامیابی ان کی ہے۔ ہے جو اس دنیا میں اللہ کی اطاعت اور بندگی والی زندگی گزاریں۔ بسے در حقیقت دانستہ اور کامیاب انسان کے وہ بندے ہیں جو آخرت کی تیاری میں لگے جوئے ہیں اور انھوں نے اپنے نفس پر قابو پا کر اس کو اللہ کا مسلح و فرمانبردار بنا رکھا ہے۔ اور کبھی کبھی جو انسانوں کا حال یہ ہے کہ انھوں نے اپنے کو نفس کا بندہ بنا لیا ہے، اور وہ اس دنیوی زندگی میں اللہ کے احکام و اوامر کی پابندی کے بجائے اپنے نفس کے تقاضوں پر چلتے ہیں، اور ایسے باوجود اللہ سے اچھے انجام کی امیدیں بانگے ہیں، وہ عقیباً بڑے نادان اور ہمیشہ ناکام رہنے والے ہیں، خواہ دنیا کمانے میں وہ کتنے ہی محنت و چالاک اور پھر کیلے نظر آتے ہوں، لیکن فی الحقیقت وہ بڑے نارسا قبیلہ اندیش کم عقل، اور ناکامیاب و نامراد ہیں، کہ جو حقیقی اور دائمی زندگی آنے والی ہے، اس کی تیاری سے غافل ہیں، اور نفس پرستی کی زندگی گزارنے کے باوجود اللہ سے خواہشیں مانگتے ہیں، انجام کی امید رکھتے ہیں، نادانانہ یعنی ہوشی

بات نہیں کیجئے، اگر :-

گنہگار گنہگار برودہ جوڑ جو از مکافات عمل غافل مشو  
 اس حدیث میں ان لوگوں کو خاص آگاہی دی گئی ہے جو اپنی عمل زندگی میں اللہ کے  
 احکام اور آفت کے انجام سے بے پروا اور بے فکر ہو کر اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی  
 کرتے ہیں، اور جسکے باوجود اللہ کی رحمت اور اس کے کرم سے امیدیں رکھتے ہیں اور جو  
 اللہ کا کوئی بندہ تو کیا ہے، تو کہتے ہیں کہ اللہ کی رحمت بڑی وسیع ہے، اس حدیث نے بتلایا  
 کہ ایسے لوگ دھوکے میں ہیں، اور ان کا انجام نامرادی ہے۔۔۔ پس معلوم ہوا کہ دستار  
 رحمت اللہ سے رحمت اور کرم کی امید وہی مورد ہے جو عمل کے ساتھ ہو، اور جو امید بے عمل اور  
 بد عمل اور آفت کی طرف سے بے فکری کے ساتھ ہو، وہ چاہے کھو نہ ہو، بلکہ نفس شیطان  
 کا نزدیک ہے۔

نیکی اور عبادت کر کے ڈرتے والے بندے :-

(۸) عَنْ حَاوِلَةَ قَالَتْ مَا كُنْتُ مَعَهُ لَوْلَا أَنَّ اللَّهَ مَلَائِكَةٌ وَسَيِّدَةٌ  
 عَنْ طَلْحَةَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْأَنْبِيَاءِ مَا كُنْتُ مَعَهُ لَوْلَا أَنَّ اللَّهَ مَلَائِكَةٌ وَسَيِّدَةٌ  
 أَكْثَرُ مِنَ الْبَنِي كَثْرَتِ الْبَنِي وَالْأَنْبِيَاءِ مَا كُنْتُ مَعَهُ لَوْلَا أَنَّ اللَّهَ مَلَائِكَةٌ  
 وَالْأَنْبِيَاءِ مَا كُنْتُ مَعَهُ لَوْلَا أَنَّ اللَّهَ مَلَائِكَةٌ وَالْأَنْبِيَاءِ مَا كُنْتُ مَعَهُ  
 لَوْلَا أَنَّ اللَّهَ مَلَائِكَةٌ وَالْأَنْبِيَاءِ مَا كُنْتُ مَعَهُ لَوْلَا أَنَّ اللَّهَ مَلَائِكَةٌ  
 وَالْأَنْبِيَاءِ مَا كُنْتُ مَعَهُ لَوْلَا أَنَّ اللَّهَ مَلَائِكَةٌ وَالْأَنْبِيَاءِ مَا كُنْتُ مَعَهُ

(رواه الترمذی وابن ماجہ)

(ترجمہ) حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے قرآن مجید کی آیت "وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مَا كَانُوا يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ" کے  
 بارے میں دریافت کیا کہ، کیا یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں، اور جو ریا



آیت کی طرف بھی اشارہ فرمایا، اور بتلایا کہ دلوں کا یہی خوف اور فکر ہماری خودخوشیوں سے  
بگھٹا کرانے والا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی شانیں بے نیازنی اور اس کا تقرب و طول و منزلت  
ڈرنے کے خائف ہے، کو ہنر و ہنری سے بڑی ہنکی اور عبادت کرنے کے باوجود ہرگز مطمئن نہ ہو،  
اور ہر روز تامل ہے کہ کہیں میرا عمل کسی کمزوری کی وجہ سے خراب نہ ہو، ہر روز تامل ہے کہ  
دل میں جس قدر غم و افسوس، خیر و صلاح کی باتیں ہونے لگیں، ہر روز تامل ہے گا۔

قیامت کے دن بٹنے سے بڑا عبادت گزار بھی اپنی عبادت کو چھوٹے گا۔

(۹) مَنْ عَمِلَ يَوْمًا مِنْ عَمَلِي زَعَمَ أَنَّكَ رَجُلٌ مَعَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي مَسْجِدِي أَوْ فِي مَسْجِدٍ مِمَّنْ يَعْبُدُونَ

(مسند احمد)

(ترجمہ) جب میں عبادت سے جاؤں تو وہی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے  
روایت کرتے ہیں کہ آپ نے اشارہ فرمایا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی عبادت کو  
سے ات کے دن تک برابر اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے مسجد میں پڑھے  
تو قیامت کے دن اپنے اس عمل کو بھی وہ حقیر سمجھے گا۔ (مسند احمد)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن جب انسان پر وہ حقیقتیں منکشف ہوگی  
اور جزا و سزا اور عذاب و ثواب کے وہ مناظر آئیں گے، جو یہاں پورا غیب  
میں ہیں، تو اللہ کے وہ بندے بھی جنہوں نے اپنی زندگی کا زیادہ سے زیادہ محنت و شدت لگانے کی  
عبادت میں گزارا ہوگا وہی موسیٰ کوں گے کہ ہم نے کچھ نہیں کیا، جیسی کہ اگر کوئی بندہ ایسا ہو  
جو پہلا شخص کے دن سے موت کی گھڑی تک برابر مسجد ہی میں پڑاؤ ہو، اس کا احساس ہوگا  
ہوگا، اور وہ اپنے اس عمل کو بھی چھوٹے گا۔

قیامت کے دن معمولی سمجھے جانے والے گناہوں کی بھی باز پرس ہوگی :-

(۱۰) عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا عَائِشَةُ  
إِنِّي لَأَعْلَمُ بِمَا فِي قُلُوبِ النَّاسِ أَتَى اللَّهُ قَلْبًا مِنْ اللَّهِ فَلَا يَأْتِي

(ردوہ ابن ماجہ، طالعاری، والبیہقی فی شعب الایمان)

(ترجمہ) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا :- اے عائشہ اپنے کو ان گناہوں سے بچانے کی خاطر طور سے کوشش اور فکر کرو، جن کو خیر اور معمولی سمجھا جاتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی بھی باز پرس ہونے والی ہے۔

(متن ابن ماجہ مستدرک، شعب الایمان البیہقی)

(تشریح) جن لوگوں کو آخرت اور حساب کتاب کی کچھ فکر ہوتی ہے اور جو اللہ کے عذاب اور اس کی پکڑ سے ڈرتے ہیں، وہ کبیرہ یعنی بڑے گناہوں سے بچنے کا تو عام طور کا اہتمام کرتے ہیں، لیکن جو گناہ چکے اور صغیرہ سمجھے جاتے ہیں، ان کو نصیحت اور معمولی سمجھنے کی وجہ سے اللہ کے بہت سے خدا ترس بندے بھی ان سے بچنے کی فکر زیادہ نہیں کرتے، حالانکہ اس حیثیت سے کہ وہ گناہ ہیں، اور ان کے کرنے میں بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی ہوتی ہے، اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی بھی باز پرس ہوتی ہے، جہاں ان سے بچنے کی بھی پوری پوری فکر اور کوشش کرنی چاہئے۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ نصیحت فرمائی ہے، اگرچہ اس کی خاص مخاطب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں، لیکن درحقیقت یہ ابتداء اور یہ ہدایت و نصیحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اسی امت کے سب مردوں اور عورتوں کے لئے ہے، جب کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص گھر والوں کو بھی اس فکر اور احتیاط کی

ضرورت ہے تو ہوا شام کے لیے اس میں غفلت اور سہی وانی کی کیا گنجائش ہے۔  
 حقیقت یہ ہے کہ مغیرہ گناہ اگرچہ کبیرہ کے مقابلہ میں منہرہ ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا  
 باعث ہونے کی حیثیت سے اور اس میں عیثیت سے کہ آخرت میں اس کی بھی باز پرس ہوگی اور ان کی  
 اور گز مغیرہ اور پکا نہیں ہے، دونوں میں فرق جو جتنا کہ زیادہ ہے، یہ کہ گزہر پہلے  
 سانپوں میں ہوتا ہے، پس میں طرح کم گزہر والے سانپ سے بھی ہر جیتے اور بھگتے ہیں، شی  
 طرح میں مغیرہ گناہوں سے بھی اپنے کو پھانسی اور عقوق کئے کی پوری کوشش کرنی چاہئے،  
 یہی اس حدیث کا منشا اور مقصد ہے۔

گناہوں کے انجام کا خوف اور رحمت خداوندی سے امید :-

(۱۱) عَنْ أَبِي الْوَلَدِ قَالَ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَخَلَ مَنْ خَابَتْ  
 وَهَوِيَ النَّفْسُ فَقَالَ كَيْفَ يَجُوزُ قَالَ أَدْبَحَ لَهْلَهَ وَأَدْبَحَ لَهْلَهَ اللَّهُ  
 فِدَائِي أَسَاءَاتِ الْمُؤْمِنِينَ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ جَنَّاتٍ  
 فِي قَلْبٍ مِنْ بَشَرٍ هَذَا الْمُتَوَكِّلُ إِلَّا أَخَذَ اللَّهُ تَائِبِينَ جُزْءًا  
 وَأَسَدًا وَمَكَائِدًا

(ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 علیہ السلام ایک جوان کے پاس جس کے آخری وقت میں ہو چکے وہ اس قیامت سے نصرت  
 ہو رہا تھا، تشریف لے گئے، اور آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ اس وقت  
 تم اپنے کو کس حال میں پاتے ہو؟۔ مجھے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرا حال یہ ہے  
 کہ میں اللہ تعالیٰ سے رحمت کی امید رکھتا ہوں، اور اسی کے ساتھ مجھے اپنے  
 گناہوں کی سزا اور عذاب کا ڈر بھی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا:۔ یقین کر لو  
 دل میں امید اور خوف کی یہ دونوں کیفیتیں ایسے عالم میں (یعنی موت کے وقت میں)

میں ہوں، تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ ضرور عطا فرما دیں گے جس کی اس کو اللہ کی رحمت سے امید ہے، اور اس خطاب سے اس کو ضرور محفوظ رکھیں گے جیسا کہ اس کے دل میں غموت ڈر ہے۔ (پانچ ترمذی)

(تشریح) بیشک اللہ کا غموت اور اس کے خطاب اور اس کی بکری سے ڈرنا ہی نہایت کی گئی ہے۔

جسکے دل میں کسی موقع پر بھی اللہ کا غموت پیدا ہوا۔ دوزخ سے نکلوا لیا جائے گا۔

(۱۲) عَنْ أَنَسِ بْنِ النَّظَّارِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ يُعْتَوَّلُ اللَّهُ بِحَلِّ ذَلِكُمْ وَأَشْرُوبُ مِمَّا فِي النَّقَارِ مِنْ ذَكَرْتِي يُؤْتِيْنَا أَرْخَا كَسْرِي فِي

مخاير۔ رواه الترمذی والبیہقی فی کتاب الجنۃ والنجۃ۔ (ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان ذرشتوں کو جو دوزخ پر ضرور ہوں گے، حکم دے گا کہ جس شخص نے مجھ سے یاد کیا، یا کسی موقع پر جو بندہ مجھ سے فرما، اس کو دوزخ سے نکال لیا جائے۔

(پانچ ترمذی کتاب الجنۃ والنجۃ)

(تشریح) کتاب بلذمان میں جیسا کہ تفصیل سے بتایا جا چکا ہے، یہ بات کتابتِ رسالت

کی تصریحات سے قطعی اور قطعی طور پر معلوم ہو چکی ہے، کہ جو شخص کفر یا شرک کی سماعت میں اس دنیا سے جائے گا، وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ ہی میں رہے گا۔ اور اس کا کوئی عمل بھی اس کو دوزخ سے نہ نکلوانے کے کام آئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کا مطلب یہ ہوا، کہ جو شخص ویسے دوسرے سماعت میں گیا، مگر وہ کفر یا شرک نہیں تھا، بلکہ ایمان اس کو نصیب تھا، لیکن گناہ جسکے ہوتے تھے، وہ اس کے ساتھ نہیں تھا، اور جسکے ساتھ نہیں تھے، ان کے ساتھ نہیں تھا، یا کسی

موت پر جسکے دل میں خدا کے خوف کی کوئی کیفیت پیدا ہوئی تھی، تو قیامت کے دن اپنے جسم کی سزا بھگتے کے لئے روزِ ریح میں ڈال تو دیا جائے گا، لیکن جو کسی دوزخ کے ذکر اور نوح کی برکت سے اُس کو نجات مل ہی جائے گی، اور وہ دوزخ سے نکال دیا جائے گا۔

### اشد کے خوف سے نکلنے والے آنسوؤں کی برکت :-

(۱۳) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَابِدٍ عَابَدَ اللَّهَ عَقِبَ رَجُلٍ يَخْشَاهُ حَتَّى يَكُونَ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ كَمَا كَانَ عِبَادُ اللَّهِ فِي الْجَنَّةِ يَخْشَوْنَ اللَّهَ كَمَا يَخْشَى الْوَجْهَ الْكَارِهُنَّ مِنْ حَيْثُ دَخَلُوا فِيهَا  
(ترمذی) حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :- اللہ کے خوف اور ندامت سے جس بندہ اللہ کی آنکھوں سے ہکا آنسو نکلیں، اگرچہ وہ عقلمند نہیں، جسکے دل میں اللہ کی سزا اور ندامت کی فکر نہ ہو، اسی کے بقدر، ہوں، پھر وہ آنسو نہ کہ جسکے چہرہ پر چوتھے بائیں اور دائیں دونوں چہروں کو آتشِ روزخ کے لئے حرام کرنے کا۔  
(سنن ابی ماجہ)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ جو پھر خوفِ خدا کے آنسوؤں سے کبھی تر ہوا ہو، اُس کو اللہ کی آگ سے بالکل محفوظ رکھا جائے گا، اور روزِ ریح کی آفت بھی اُس کو نہ لگے گی۔  
نکلتا بلایا جانے میں تفصیل سے بتایا جا چکا ہے، اگر کسی عبادت گزار میں کسی خاص نیک عمل پر آتشِ روزخ کے حوام چڑھانے کی خوشخبری دی جاتی ہے، ان کا مطلب و مقصد عام طور سے یہ ہوتا ہے کہ اس نیک عمل کا ذاتی تقاضا اور غامضہ ہی ہے، اور اللہ تعالیٰ اس عمل کے کرنے والے کو قائم کی آگ سے بالکل محفوظ رکھے گا، بشرطیکہ اُس شخص سے کوئی ایسا بڑا گناہ سرزد نہ ہوا جو اس کا تقاضا اس کے برعکس چشم میں لایا جاتا ہو، یا اگر کبھی ایسا گناہ اُس سے ہوا ہو تو وہ اُس سے تاب



جب کسی بزدل کے ہرن کے روئے ٹھکڑے ہوتے ہیں تو اس وقت اس کا گناہ ایسے بھرتے ہیں جیسے  
خزاں کے توتم میں سوکے درختوں کے پتے بھرتے ہیں۔

ایک گناہگار نے خوفِ خدا سے بہت شرمی جا ہوا، غلطی کی اور وہ بختا گیا۔

(۱۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَشْرَفَ رَجُلٌ عَلَى نَفْسِهِ فَلَمَّا حَسَنُوا الْمَوْتَ أَوْحَى إِلَيْهِمْ إِذَا نَفْسٌ  
تَمَرَّتْ لَمْ تَدْرُ أَيُّهَا فِي الْمَبِيتِ وَتَبَعَتْ فِي الْبَيْتِ فَتَمَّ اللَّهُ  
كَيْفَ عَدَدَ اللَّهِ عَلَيْهِ كَيْفَ بَيْتَهُ عَدَا بَابًا وَبَيْتَهُ بَابًا  
مِنَ الْعَالَمِينَ فَكَلِمَاتُ مَا كَلَّمُوا مَا أَسْرَبَتْ فَاسْرَأَهُ الْبَيْتُ  
بِحَسْرَةٍ مَا فِيهِ وَلَا مِنْ الْبَيْتِ لِحَسْرَةٍ مَا فِيهِ ثُمَّ قَالَ كَذِبُ الْبَيْتَاتِ  
هَذَا إِذَا قَالَ مِنْ حَسْبِكَ يَا رَبِّ وَأَنْتَ أَهْلَكَ فَهَقْرًا لَهُ

(عطاء الجبار، مسلم)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک شخص نے اپنے نفس پر بڑی زیادتی کی (اذا  
بڑا ظلم کیا یعنی غفلت سے اللہ کی نافرمانی والی زندگی گزارنا رہا) جب جس کی  
ہوت کا وقت آیا، تو (اپنی) زندگی کو یاد کر کے اس پر اللہ کے خوف کا بہت  
زیادہ غم ہوا، اور آخرت کے برسے انجام سے وہ بہت ڈر رہا، حالانکہ اس نے  
اپنے غلطی کو عیبت کی، کہ جب میں مر جاؤں، تو تم مجھے ہٹا کر رکھ دینا، پھر تم  
مجھے اس راکھ میں سے آدمی تو کہیں نکلے میں کھیر دینا، اور آدمی کیسے وہ میں  
بہا دینا، تاکہ میرا کہیں پتہ نہ لگے، نہ وہی، اور میں بڑا سزا کے سزا دوں اور زور  
دیکر جانوں، جسے کہا کہ میں اس کا نام لگاؤں کہ اللہ کی قسم اگر خدا نے ہے

پکڑ لیا، تو وہ مجھے ایسا سخت خدوہ نے گا جو دنیا بھمان میں کسی کو بھی نہ دیکھا۔  
 اسکے بعد جب وہ مر گیا، تو اسکے بیٹوں نے جس کی وصیت پر عمل کیا (جہاں کہ اس کی  
 مالک کو کچھ ہوا میں آنا دیا اور کچھ دریا میں بہا دیا)۔ پھر اللہ تعالیٰ کے  
 حکم سے خشکی اور تڑی سے اسکے اہل ذریعہ ہوئے (اور اس کو دوبارہ زندہ کیا گیا)  
 پھر اس سے پوچھا گیا، تو نے ایسا کیوں کیا؟۔ اس نے عرض کیا،۔ اے میرا مالک!  
 تو خوب جانتا ہے کہ تیرے ڈر سے ہی میں نے ایسا کیا تھا۔ (رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ بیان فرما کر انشاء فرمایا کہ) اللہ تعالیٰ نے اس  
 بندہ کی بخشش کا فیصلہ فرمایا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(تشریح) اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے زمانہ کے جس شخص کا  
 یہ واقعہ ذکر فرمایا ہے، یہ بیچارہ خدا کی شان اور اس کی صفات سے بھی ناواقف تھا، اور اس کا بھی  
 اچھے نہ تھے، لیکن مرنے سے پہلے اس پر خدا کے خوف کی کیفیت اتنی غالب ہوئی، کہ اس نے اپنے بیٹوں کو  
 ایسی ہدایت وصیت کر دی، اور بیچارہ بھلا کر میری مالک کے اس طرح خشکی اور تڑی میں منتشر ہو جانے  
 کے بعد اسکے پھر زندہ ہونے کا کوئی امکان نہیں رہے گا۔ لیکن اس ہدایت غلطی کا نشہ  
 اور سبب چھ کر خدا کا خوف اور اسکے عذاب کا ڈر تھا، اسکے اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔

حدیث کے لفظ "لَئِنْ كُنَّ كَاٰفَّةً مِّنْكَ لَيُؤَيِّدَنَّكَ" کے بارہ میں شارحین نے بہت کچھ علمی روشنی ڈالی ہے  
 کی ہیں، لیکن اس جاہل کے نزدیک یہی بات ہے، کہ خدا کے خوف سے ڈرے سے ہو کر بچ جائے  
 ایک جاہل کی ہدایت تیسری تھی، اللہ تعالیٰ کے کرم نے اس کو بھی معاف کر دیا، مطلب بیچارہ کا رہی تھا  
 جو تیسری گناہی ہے۔ واللہ اعلم

خدا کا خوف اور تقویٰ ہی فضیلت اور قرب کا معیار ہے :-

(۴۹) مَنْ آتَىٰ خَوْفًا وَتَقْوَىٰ اللَّهِ سَلَىٰ اللَّهُ عَلَيْهِ وَرَسُلُهُ فَخَالٍ كَفًا



حضور کے حکم کے مطابق وہاں کے لئے روانہ ہونے لگے، تو زمان کو رخصت کرنے کے لئے حضورؐ بھی اُن کو کچھ نصیحتیں اور وصیتیں فرماتے ہوئے اُن کے ساتھ چلا، اُس وقت حضرت معاذؓ کو (حضور کے حکم سے) اپنی سواری پر سوار تھے اور حضورؐ خود اُن کی سواری کے ساتھ نیچے پیدل چلے رہے تھے۔ جب آپؐ ضروری نصیحتوں اور وصیتوں سے فارغ ہو چکے، تو آخری بات آپ نے یہ فرمائی کہ:۔۔۔ لے معاذ! شاید میری زندگی کے اس سال کے بعد میری تمھاری ملاقات اب نہ ہو۔ اور گویا آپ نے اُن کو اشارہ فرمایا کہ میری زندگی کا یہی آخری سال ہے اور میں مغرب ہی اس دنیا سے دو سحرِ عالم کی طرف منتقل کیا جانے والا ہوں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا، اور شاید یہ سچ ہو کہ (اب جب کہیں تم میں سے وہ اُس آؤ تو بجا آئے مجھ سے ملنے کے اس مہینہ میں) تم میری اس سجد اور میری قبر پر گزرو۔۔۔ چنانچہ حضرت معاذؓ (حضورؐ کی وفات کے تصور اور آپ کے خوارق کے صلے سے) نے لگے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی طرف سے نحو پھیر کے اور دینہ کی طرف رخ کر کے فرمایا۔۔۔ مجھ سے بہت زیادہ قریب اور مجھ سے زیادہ تعلق رکھنے والے وہ سب بندے ہیں، جو مجھ سے ڈرتے ہیں (اور تقویٰ وانی زندگی گزارتے ہیں) وہ جو بھی ہوں، اور جہاں کہیں بھی ہوں۔۔۔ (مسند احمد)

(تشریح) حضورؐ کے ارشاد کے اس آخری حصہ کا مطلب یہ ہے کہ اصل چیز روحانی تعلق اور قرب ہے، اور یہ سب کے ساتھ اس تعلق کا دار مدار تقویٰ سے ہے، پس اگر ہوشیار کا کوئی شیوہ روحانی طور پر مجھ سے کتنی ہی دور میں ہیں، یا دنیا کے کسی بھی حصہ میں ہو، لیکن اُن میں کو خوفِ خدا اور تقویٰ سے نصیب ہو، تو وہ مجھ سے قریب ہے، اور گویا مجھ کے ساتھ ہے، اور اسکے برعکس کوئی شخص ظاہری طور پر جہاں بھی ہے، لیکن اُن کا دل تقویٰ کی دولت سے خالی ہو، تو اس ظاہری قریب کے باوجود وہ مجھ سے دور ہے، اور میں اُن سے دور ہوں۔۔۔ آپؐ اس ارشاد کے ذریعہ

حضرت معاذ کو تسلی دی، کہ اس عظیمی ہیرانی کا تم نہ کرو، جب خوب خدا اور تقویٰ سے تمہاری حال  
 اور تمہاری ذوق کو نصیب ہے، تو پھر تم میں رہتے ہوئے بھی مجھ سے دو گنا ہو گے۔ اس کے  
 علاوہ دنیا کی یہ زندگی تو بس چند روز ہے، ہمیشہ رہنے کی جگہ تو دارا آخرت ہے، اور وہاں اللہ کا  
 سارے تقویٰ والوں کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے میسر و مآثر اور بیشتر قریب رہیں گے، اور پھر  
 اس قریب وصال کے بعد ہی قرآن کا ان کو پیشہ ہو گا۔

اس آخری بات کے فرماتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت فرمائی اور اسے  
 حضرت معاذ کی طرف سے پھیر کے مزید کی طرف کر لیا تھا، کہ معاذ کے رونے سے غالباً آپ خود اکبر  
 ہو گئے تھے، آپ نے پناہ کہ معاذ آپ کے بیٹے ہوئے، آنسو نہ دیکھ لیں، نیز یہ بھی دہرا ہو سکتی ہے  
 کہ اپنے ایک بچے صہب کا روننا دیکھ کر آپ کا دل دکھتا ہو، اور اس لئے اس وقت آپ نے  
 ان کی طرف سے شہ پھیر لیا، جو حقیقت و عقیدت کی دنیا میں دس طرف کے تجربے ہوتے  
 بھی رہتے ہیں۔

حضرت معاذ کو نصحت کرتے وقت آپ نے ان کو تو حکم دینے کے سوا ہی پر رسول کریم اور  
 آخر خود بات کرنے ہوئے پریدل نیچے پہلے نہ ہے۔ اس میں کتنا بڑا سبق، اور  
 کیسا نمونہ ہے، ان سب لوگوں کے لئے جو دینی حیثیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 نائب بن گئے ہاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ دنیا میں اپنا خوف اور تقویٰ سے ہمارے دلوں کو نصیب فرما کر رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کا دار و وحانی قریب اور آخرت میں آپ کی دور و طاقت نصیب فرمائے جس کی  
 بشارت حضور نے اس حدیث میں دی ہے۔

# خوف و خشیت اور فکر آخرت کے لحاظ سے رسول اللہ صلعم اور صحابہ کرامؓ کا حال

ذیل میں چند حدیثیں درج کی جا رہی ہیں جن سے معلوم ہو گا کہ خوف خدا اور فکر آخرت کے لحاظ سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے تربیت یافتہ صحابہ کرام کا حال کیا تھا اور ان کی آخرت کے بارے میں کیا انعامات فرماتے تھے۔

(۱۸) عَنْ يَحْيَى بْنِ قَالٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَلْجَأُ أَحَدًا مِنْكُمْ عَمَلُهُ الْجَنَّةَ وَلَا يَحْتَمِلُ مِنْ النَّارِ وَلَا آتَا إِلَّا بِالرَّحْمَةِ مِنَ اللَّهِ

(ترمذی) حضرت یحییٰ بن یزید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
”تم میں سے کسی کا عمل کسی جنت میں نہ لے جائے گا اور نہ دوزخ سے بچائے گا اور یہ سب میں حال ہو گا مگر اللہ کی رحمت اور اس کے کرم سے۔“ (صحیح مسلم)

(تفسیر صحیح) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ میں بھی اپنے عمل اور اپنی بھلائی سے نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم ہی سے جنت میں جا سکوں گا، آپ کی خوف و خشیت کی کیفیت کا اندازہ کرنے کے لئے کافی ہے۔

(۱۹) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَصَفَتْ الرِّيحُ قَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيهَا وَخَيْرَ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ وَأَسْأَلُكَ بِرَبِّكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ فَإِذَا عَصَفَتْ الرِّيحُ أَسْأَلُكَ خَيْرَ مَا فِيهَا وَخَيْرَ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ وَأَسْأَلُكَ بِرَبِّكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ وَأَسْأَلُكَ بِرَبِّكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ

کاویضاً مستقیلاً أَوْ دِيْبِيْرَهُ قَالُوا هَذَا عَارِضٌ مُتَعَدِّدٌ كَمَا

(رواہ ابوالخوارزمی صحیح)

(ترجمہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کھانسی پر تھا کہ جب ہوا زبردہ تیز چلتی تو آپ کی زبان پر یہ دعا جاری ہو جاتی۔ "اِنَّكَ  
 رَاقِيْ اَشْتِكَ الْاَنْفُ" (اللہ میرے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس ہوا کی بھلائی کا اور  
 اس میں جو کچھ ہو اس کی بھلائی کا) اور میں غصے کیلئے یہ بھی گئی جو اس کی بھلائی کا اور  
 نبی تجھ سے بناؤ اور اٹھتا ہوں اسکے شر سے اور اس میں جو کچھ تو اس کے شر سے اور میں غصے کیلئے  
 یہ بھی گئی جو اس کے شر سے) اور جب تک سماں پر بار نہ آتا تو آپ کا رنگ چل جاتا اور خطرہ  
 کہ یہ حالت ہوتی کہ کبھی باہر آتے کبھی اندر جاتے کبھی آگے آتے کبھی پیچھے ہٹتے پھر جب  
 بارش ہو جاتی (اور شہر سے گزر جاتی) تو یہ کیفیت آپ سے دور ہوتی۔ حضرت  
 عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی اس حالت اور واردات کو دیکھ لیا اور آپ سے پوچھا کہ تیرے انوکھے  
 اور کوڑھے حضور کی یہ کیفیت کون ہو جاتی ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا:۔ عائشہ! (میں  
 ڈرتا ہوں کہ) شاید یہ بار باد اس طرح کا ہو جو حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کی طرف  
 بھیجا گیا تھا (میں کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح کیا گیا ہے) کہ جب ان لوگوں نے اس مشکل  
 کو اپنی واردوں کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو غم و غمناک ہو کر کہتے ہوئے کہا یہ بار کس لئے  
 بارش لائے والا ہے۔ (مرا لاگہ وہ بارش ہوا اور نہ تھا، بلکہ آج بھی کا پانی کت خیر  
 طوفان تھا، جو آگ تباہ کرنے ہی کے لئے آیا تھا)۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(تشریح) حضرت عائشہ کی اس حدیث کا اصل اور قصہ یہ ہے کہ حضور کے  
 قلب بیمار کہہ کر اللہ کے خوف و محبت کا ایسا غلبہ تھا کہ خدا ہوا تیز چلتی تو آپ گھبرا کر اللہ تعالیٰ سے  
 اس کے خیر کے خواہش مند کی اور اس کے شر سے محفوظ رہنے کی دعا کرتے اور جب تک سماں پر بار نہ پڑتا تو  
 اللہ کے بھلائی کی خواہش میں آپ کا یہ حال ہو جاتا کہ کبھی اندر جاتے کبھی باہر آتے کبھی آگے بڑھتے کبھی  
 پیچھے ہٹتے اس کی کیفیت اس خوف اور ڈر سے ہوتی کہ میں اپنی اول کی شکل میں اللہ کا وہی اندازہ بناؤ  
 ہو گا کہ حضرت ہود کی سرکش قوم ہوا پر بارش کی شکل میں بھیجا گیا تھا، جسے اپنے علاقہ کی طرف بڑھتے ہوئے  
 دیکھ کر نادانی سے وہ خوش ہوئے تھے اور انہوں نے اس کو ابر بخت سمجھا تھا اس کا کہ وہ جناب کی مانند ہی

تھی۔ مردیہ کی نسبت کے جو الفاظ نقل کئے گئے ہیں وہ نامناسب ہیں۔ آخری جگہ  
یہ ہے: «بَيْنَ كَوْمَا الشَّيْطَانِ يَوْمَ يُخْرِقُنَهَا عَنْ عَصَا آلِ رَاحِمَةَ»۔

(۲) حین ایضاً میں قائل  
قائل قائل قائل قائل قائل قائل قائل قائل قائل قائل قائل قائل قائل قائل قائل  
قائل قائل قائل قائل قائل قائل قائل قائل قائل قائل قائل قائل قائل قائل قائل  
قائل قائل قائل قائل قائل قائل قائل قائل قائل قائل قائل قائل قائل قائل قائل

(ترجمہ) حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ پر بڑھا پا گیا  
آپ نے ارشاد فرمایا کہ:۔ مجھے بوڑھا کر دیا سورہ ہود، سورہ واقفہ، سورہ  
مرسلات، سورہ عم قیساء، لون، اور سورہ مکرور (اذا الشمس کوزت) نے۔ (ترمذی)

(تفسیر صحیح) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی صحت خطری طور پر ختم ہو گئی تھی  
اور قوی صیغہ اچھے اور طبیعت میں معتدل تھی، اس کے لحاظ سے آپ پر بڑھنے کے آثار صحت  
دیر سے ظاہر ہونے چاہتے تھے، لیکن جب وہ آسمان ہام آسمان کے لحاظ سے قبل ہا وقت ظاہر  
ہونے لگے، تو حضرت ابو بکرؓ نے ایک روز عرض کیا کہ: حضرت! آپ پر تو اسی سے بڑھا پاتا ہے  
آپ نے ارشاد فرمایا کہ:۔ مجھے قرآن مجید کی ان سورتوں (سورہ تہ، اور واقفہ وغیرہ) نے بوڑھا  
کر دیا۔۔۔۔۔۔ ان سورتوں میں قیامت و آخرت کو اور مجرموں پر اللہ کے عذاب کا بڑا وحشت ناک  
بیان ہے۔۔۔۔۔۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مضامین سے اس قدر متاثر ہوئے تھے  
اور ان کی تلاوت سے آپ پر خدا کے خوف و انداخت کی فکر کا ایسا غلبہ پڑتا تھا کہ اس کا اثر آپ کی  
جسمانی قوت اور زندگی پر پڑتا تھا، اور بلاشبہ خوف و فکر یہ دونوں چیزیں ہیں جن سے جو انسان  
جلد بوڑھا کر دیتی ہیں، اسی لئے قیامت کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے: «يَوْمَ لَا يَنْفَعُ  
الَّذِينَ ظَنُّوا أَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ» کہ قیامت کا دن بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔۔۔۔۔۔ اس حدیث سے خاص  
طور پر اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ خوف خدا اور فکر آخرت کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

طلب بشارت کا حال کیا تھا۔

(۲۱) عَنْ أَنَسٍ قَالَ (عَلَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) أُمَّةً مِنْ أُمَّةٍ فِي أُمَّةٍ مِنْ أُمَّةٍ  
وَمِنَ النَّاسِ مَنْ كَانَ يُعَلِّمُ مَا عَلَى حَقِّهِ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَفْقَهُ بَعْضَ النَّهْيِ كَمَا يَفْقَهُ بَعْضُ النَّهْيِ كَمَا يَفْقَهُ بَعْضُ النَّهْيِ  
..... رواه البخاري

(ترجمہ) حضرت انس سے روایت ہے، انھوں نے اپنے زمانہ کے لوگوں سے  
فرمایا، تم لوگ بہت سے اعمال ایسے کرتے ہو کہ تمہاری نگاہ میں وہ بال سے  
بھی زیادہ باریک یعنی بہت ہی ضعیف اوستیکے ہیں، ہم رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کے زمانہ میں ان کو مسکات میں سے شہاد کرتے تھے۔ (صیغہ جہاد)

(تفسیر صحیح) مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک زمانہ میں مسلمانوں پر  
یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ صحابہ کرام پر عورت خدا کا امتیاز طلبہ تھا، اور  
وہ آخرت کے حساب و انجام سے اس قدر لرزاں و ترساں رہتے تھے کہ بہت سے وہ اعمال  
جن کو تم لوگ بالکل معمولی سمجھتے ہو، اوستیکے پر والی سے کرتے رہتے ہو، اور ان سے شہانے کی  
کوئی فکر نہیں کرتے، وہ ان کو ملک سمجھتے تھے، اور ان سے بچنے کا ایسا ہی انتہام رکھتے تھے  
جیسے ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچنے کا انتہام کیا جاتا ہے۔

(۲۲) عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي النَّاسَ  
فَيَأْتِي النَّاسَ فَيَأْتِي النَّاسَ فَيَأْتِي النَّاسَ فَيَأْتِي النَّاسَ فَيَأْتِي النَّاسَ  
عَنْ اللَّهِ مَخْلُوقًا مَسْمُومًا فَقَالَ مَاذَا اللَّهُمَّ إِنَّ كَانَتْ الرِّجْزُ كَمَا كُنْتُ  
فَلْيَاذِ اللَّهِ لَأَكْفُرَنَّ بِكَ فَإِنَّ كَلِمَةَ الْفِرْيَانَةِ..... رواه البخاري

(ترجمہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک دفعہ  
کافی آدمی آئے، ان میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا، اور میں نے پوچھا کہ  
سنئے ابو محمد! کیا ایسی کالی اور تھوڑی آدھیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے زمانہ میں بھی آپ لوگوں پر اتنی تھیں!۔ انہوں نے فرمایا:۔ اللہ کی پناہ!  
 وہاں تو یہ حال تھا کہ ذرا ٹھوڑا تیز ہو جاتی، تو ہم قیامت کے خون سے سجدہ  
 کی طرف دوڑ پڑتے تھے۔ (ابوداؤد)

(۲۳) عَنْ حَظَلَةَ بْنِ الرَّبِيعِ الْأَسَدِيِّ قَالَ لَقِيتُ أَبَا بَكْرٍ  
 فَقَالَ كَيْفَ أَهْبَ يَا حَظَلَةَ؟ قُلْتُ تَأْفِكُ حَظَلَةَ مَا كَانَ مَعَهُ أَنَّ اللَّهَ  
 مَا تَقُولُ؟ قُلْتُ كُنْتُ مِنْهُ الْكَبِيرَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْتُبُ  
 بِالْكَارِ وَالْبُحْبُوكِ كَمَا تَأْتِي عَيْنٌ فَإِذَا أَخْرَجَنَا مِنْ عِنْدِهِ عَافَسَنَا  
 الْأَرْوَاحُ وَالْأَوْلَادُ وَالصَّبِيحَاتُ وَكُنِينَا كَثِيرًا قَالَ أَبُو بَكْرٍ  
 فَوَدِدْتُ أَنْ تَكُنْ مِثْلَ ذَلِكَ فَإِنَّكَ لَتَكْفُلُنَا إِنَّا قَالُوا بَكْرٍ كُنْ  
 كَمَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ تَأْفِكُ حَظَلَةَ  
 يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ وَمَا ذَلِكَ؟ قُلْتُ كُنْتُ مِنْهُ لَكُنْ كَمَا كُنْتَ  
 بِالْكَارِ وَالْبُحْبُوكِ كَمَا تَأْتِي عَيْنٌ فَإِذَا أَخْرَجَنَا مِنْ عِنْدِكَ  
 عَافَسَنَا الْأَرْوَاحُ وَالْأَوْلَادُ وَالصَّبِيحَاتُ وَكُنِينَا كَثِيرًا  
 فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ كُنْتُ وَمَنْ  
 عَلَيَّ مَا تَكُونُونَ عِنْدِي وَفِي الدُّنْيَا كُنْتُمْ الْمَلَائِكَةَ  
 عَلَيَّ فَمَنْ كُنْتُمْ فِي ظُلْمٍ فَكُنْتُمْ وَكُنْتُمْ يَا حَظَلَةَ سَاعِدٌ وَسَاعِدٌ  
 كُنْتُمْ مَرَاتٍ

رواہ مسلمہ

(ترجمہ) حضرت حظلہ بن الربیع سے روایت ہے کہ ایک دن مجھے ابو بکرؓ  
 اور انہوں نے پوچھا: حظلہ! کیا حال ہے؟ میں نے ان سے کہا کہ حظلہ تو  
 سائق ہو گیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: پاک ہے اللہ! تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے  
 کہا: یہ ہے کہ وہ ہم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جوتے ہیں

اور آپ دوزخ اور جنت کا بیان فرمائے ہم کو نصیحت فرماتے ہیں تو ہمارے  
 حال ہو جاتا ہے کہ گویا ہم دوزخ اور جنت کو آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں پھر  
 جب ہم آپ کی مجلس سے نکل کر گھر آتے ہیں تو بیوی بچے، زمین اور کھیتی باڑی  
 کے کام ہم کو اپنی طرف متوجہ اور مشغول کر لیتے ہیں، اور پھر ہم بہت کچھ بھول  
 جاتے ہیں۔ ابو بکرؓ نے یہ مشن فرمایا، کہ:۔ اس طرح کی حالت تو ہم کو بھی پیش  
 آتی ہے۔ اسکے بعد میں اور ابو بکرؓ دونوں چلوے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی خدمت میں حاضر ہوئے، میں نے (اپنا حال بیان کرتے ہوئے) عرض کیا کہ  
 یا رسول اللہ! حظلہ تو منافق ہو گیا۔ آپ نے فرمایا:۔ یہ کیا بات ہے؟۔ میں نے  
 عرض کیا، کہ:۔ حالت یہ ہے کہ ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں، اور آپ دوزخ اور جنت  
 کا بیان فرما کر ہم کو نصیحت فرماتے ہیں، تو ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا دوزخ اور جنت  
 ہماری آنکھوں کے سامنے ہے، پھر جب ہم آپ کی مجلس سے نکل کر گھر آتے ہیں  
 تو بیوی بچے، اور کھیتی باڑی کے دھند سے ہم کو اپنے میں مشغول کر لیتے ہیں اور  
 ہم بہت کچھ بھول جاتے ہیں، یہ مشن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ:۔  
 قسم ہے اُس ذات کی! جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر تمہارا حال ہمیشہ یہی  
 ہو سیکر یا اس ہو تا ہے، اور تم دائماً ذکر میں مشغول رہو، تو فرشتے تمہارے بھروسوں پر  
 اور راتے ہیں تم سے مصافحہ کیا کریں، لیکن اے حظلہ! اللہ نے اس مصلحت نہیں  
 کی ہے، بلکہ! میں اتنا ہی کافی ہے، کہ وقتاً فوقتاً یہ ہوتا رہے، یہ بات آپ نے  
 تین دفعہ ارشاد فرمائی۔

(مسلم)

(۷) حضرت حظلہ کی اس روایت سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ صحابہ کرام میں سخت اور  
 دین کی فکر کس درجے میں تھی، مگر ذہنی حالت میں جمالی تعمیر اور ذرا سا اٹھنا دیکھ کر وہ اپنے پر نفاق کا  
 شہد کرنے لگتے تھے۔

(۳۳) عَنْ أَبِي بُرَيْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ لِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَعْرُوفٍ  
 تَدْرِي مَا قَالَ أَبِي لِبَيْتِهِ قَالَ كَلِمَاتٌ قَالَ فَابْتَغِ أَبِي قَالَ لَكَ بَيْتٌ يَا  
 أَبَا مُوسَى هَلْ يَشْرِكُ بِكَ أَحَدٌ إِسْلَامًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 وَبِهِمْ مِمَّا وَرَجِهَانَا نَامِعَةٌ وَوَعَلْمَانَا كُلُّهُ مَعْبُودٌ لَنَا فَإِنْ كَانَ عَمَلٌ عَلَيْنَا بَعْدَهُ  
 يَتَوَكَّرُ عَلَيْهِ كَمَا قَالُوا سَابِرًا مِنْ قَوْلِكَ أَتَوَكَّرُ بِرَبِّي لَوْ كَانَتْ مَدِينَةٌ كَمَا  
 يُعَدُّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَلَاتُهُ وَوَعَلْمَانَا وَعَمَلُنَا بِخَيْرِ أَهْلِ بَرٍّ  
 وَاسْتَمْرَاطِ أَهْلِ بَرٍّ بِمَا يَشْرِكُ كَيْفَ وَرَأَا لَكَ جُودًا لَكَ قَالَ أَبِي لَسِيحَةٌ أَمَا  
 وَاللَّهِ نَفْسُ عَسْرِيئَةٍ لَوْ جِدْتُ أَحَدًا مِنَ الْبَرِّ بَرًّا لَنَا وَأَنَا كَمَنْ شَيْخٌ  
 عَلِمْنَا أَنَّهُ بَعْدَهُ عَمَلٌ أَمِنَهُ كَمَا قَالُوا سَابِرًا مِنْ قَوْلِكَ أَتَوَكَّرُ بِرَبِّي لَوْ كَانَتْ مَدِينَةٌ كَمَا  
 كَانَتْ خَيْرًا مِنْ أَبِي

رواه البخاري

(ترجمہ) حضرت ابو موسیٰ اشعری کے صاحبزادہ ابو بردہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے  
 ہیں کہ مجھے عبد اللہ بن عمر نے کہا کیا تمہیں معلوم ہے کہ کسی نے اللہ سے تمہاری والد سے  
 کیا بات کی تھی؟ میں نے کہا مجھے معلوم نہیں، انہوں نے کہا کہ میرے والد نے تمہارے والد  
 سے کہا تھا کہ نے ابو موسیٰ کیا تم اس پر خوش ہو اور راضی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ آؤ  
 آپ کے ہاتھ پر چلا اور اسلام لانا اور آپ کے ساتھ ہمارا ہجرت کرنا اور جا کر نا اور چھ ماہ سے  
 وہ سننے کے اعمال جو ہم نے آپ کے ساتھ کئے وہ تو ہمارے لئے ناسبت اور حضورؐ میں آؤ  
 ان کے صلہ اور ہجر ہم کو عطا فرمایا جائے) اور ہم نے جو اعمال آپ کے بعد کئے ان سے ہجر پر ایسے  
 سزا پر بھیجی یا جہاں میں رہیں حضورؐ کے بعد ہم نے جو کچھ یا کئے عمل کئے ہیں ان پر ہجر ہو  
 تواریخ اور زہرا (ب)۔۔۔ عبد اللہ بن عمر ابو بردہ سے کہتے ہیں کہ میرے والد کی  
 یہ بات سن کر (تمہارے والد نے کہا کہ نہیں) خدا کی قسم میں تو یہ نہیں چاہتا کہ تم نے  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جہاد کئے ہیں تمہاری طرف سے ہیں، روئے رکھے ہیں اور اللہ

کی توفیق سے ان کے علاوہ بھی بسنے کے اعمال نیکو کے ہیں، اور ہماری کوششوں سے، اور  
 ہمارے ہاتھوں پر اللہ کے پیشوا ربیعہ کے مسلمان بننے میں، اور ہم اللہ سے اپنے ان اعمال کے  
 اجر و صلہ کی جوئی امید رکھتے ہیں، راستے میں تو آپ کے خیال سے متفق نہیں ہیں۔ —  
 اس پر میرے والد حضرت عمرؓ نے پھر فرمایا، کہ قسم جس ذات پاک کی دیکھ کر قبضہ میں لے  
 جا رہے ہیں تو دل سے چاہتا ہوں کہ ہمارے وہ عمل اور جو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کیساتھ کئے، وہ تو ہمارے لئے ثابت رہیں، اور ہم کو ان کا صلہ عطا کیا جائے  
 اور جو عمل ہم نے آپ کے بعد کئے، ان سے ہم برا بھلا برپا نہیں پائیں۔ (ابو بردہ  
 کہتے ہیں کہ) میں نے عبد اللہ بن عمر سے کہا، کہ اللہ کی قسم انھارے والد حضرت عمرؓ  
 میرے والد ابو موسیٰ سے افضل تھے۔ (بخاری)

(تشریح) جس طرح اللہ کے صالح اور قبول بندوں کے اعمال میں پریمی نوری نماز کی قبولیت  
 کی امید بھجاتی ہے، اس طرح حضرت عمرؓ کا یہ بھی کیسا تھا، امید رکھتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ جو اعمال  
 نماز اور روزہ، ہجرت، ہمدان وغیرہ ہم نے کئے ہیں، وہ تو حضرت کی محبت کی نسبت اور برکت کے لئے  
 انشاء اللہ قبول ہو گئے، لیکن جو اعمال حضورؐ کے بعد کئے گئے، چونکہ ان کو یہ نسبت حاصل نہ تھی، بلکہ  
 وہ اپنے ہی اعمال تھے، اس لئے حضرت عمرؓ عام اہل معرفت کی طرح ان کے انجام سے ڈرتے تھے، اور اپنے  
 سلامتی و کامیابی و سستی میں سمجھتے تھے کہ ان کے لئے ان اعمال سے برا بھلا برپا نہیں ہو سکتا، نہ ان پر صلہ  
 نہ ثواب۔ یہ طاعت ناقص، ماموہ، فقران، نشوونہ، راہیم، گمراہی، عیال، نشوونہ  
 سعادت کے انھوں نے ابو بردہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر سے جو یہ فرمایا، کہ اللہ کی قسم! میرے والد  
 سے تمہارے والد افضل تھے، بظاہر اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ چونکہ حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہما افضل  
 اپنے اپنے اعمال سے بے اطمینانی اور غصے کے خوف کا اثر ان پر اس قدر زیادہ تھا۔

صحیح بخاری میں حضرت عمرؓ کے واقعات کی ایک روایت میں ان کی یہ شایع بھی ذکر کیا گیا ہے  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم منہ وہ جانا کہ اللہ کی قسم! میرے والد عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے والد سے





سَقَاتُ الْبَيْنِ فَوَعْدًا أَبَدًا" اور "وَمَا ظَنُّهُ بِمَنَاقِبِهِمْ مِنْ قَدَارٍ" اور "وَلَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِمْ

بِهِمْ ذُنُوبُهُمْ وَأَنَّهُمْ عَلِيمٌ بِالْغُيُوبِ"

اسی طرح اللہ کے پیغمبروں اور اللہ کی کتابوں کی بتلائی ہوئی اس حقیقت پر میں ہمارا ایمان ہے کہ دنیا کی نعمتوں اور لذتوں کے مقابلہ میں آخرت کی لذتیں اور نعمتیں بے انتہا فائق ہیں، بلکہ اصلی لذتیں اور نعمتیں آخرت ہی کی ہیں، اور دنیا کی چیزوں کو ان کے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ اسی طرح دنیا کی سخت سے سخت تکلیف اور بڑے سے بڑے دکھ کو دوزخ کے پلکے سے پلکے درجہ تک عذاب سے بھی کوئی نسبت نہیں۔

ظاہر ہے کہ ان سب باتوں کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کی فکر و سعی میں آخرت ہی کے لئے ہوا اور دنیا سے اس کا تعلق صرف تا گریز ضرورت کے بقدر رہو۔

(۳) لیکن انسانوں کا عام حال یہ ہے کہ دنیا چاہے ہر وقت اُن کے سامنے ہے اور آخرت سرا سر غیب اور آنکھوں سے اوجھل ہے، اکثر و بیشتر ان حقیقتوں کے ماننے والوں پر بھی دنیا ہی کی فکر و طلب غالب رہتی ہے، گویا یہ انسانوں کی ایک قسم کی فطری کمزوری ہے۔ اُن کا حال اس معاملہ میں بالکل اُن چھوٹے بچوں کا سا ہے جن کو بچپن میں اپنے کھیل کھلونوں سے دلچسپی ہوتی ہے، اور مستقبل کی زندگی کو خوشگوار اور شادمانہ دیکھنے والے اعلیٰ اور اعلیٰ مشائخ اُن کیلئے سب چیزوں سے زیادہ تمیز و تکیسپ بلکہ انتہائی شاق ہوتے ہیں، جن کے شفیق ماں باپ اُن کو سمجھا لگا لگا کر اُن کے کاموں کی طرف راغب کرنے لگتے ہیں جن میں لگا کر وہ کامیاب انسان بن سکتے ہیں، اور اسی عزت و عافیت کی زندگی حاصل کر سکتے ہیں۔

(۴) اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے پیغمبروں اور اُن کی نازل کی ہوئی کتابوں کے ذریعہ

ملے وہ ہمیشہ اسی بہتر ہیں جس سے لڑیں گے۔

ملے دو دوزخی کبھی بھی دوزخ سے نکل نہ سکیں گے، ملے اور دوزخیوں کو برت ہی سنا سنے کی کوئی مگر ہی عذاب سے

بھرت سکیں، اور اُن کے خدا ہیں کبھی تکلیف بھی نہ کی جائے گی۔



ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی دعا اور اللہ تعالیٰ کی دعا۔۔۔  
 اس چند دنوں کے استعمال کیجئے اور آخرت

المومن : ۵  
 کہیں فرمایا گیا۔  
 وہی اصل نسخہ کی جگہ ہے۔

وَقَدْ كَلَّمَ الْبَنِيَّ إِسْرٰءِيلَ إِذْ أَخَذَ مِنْهُمُ الْمِيثَاقَ  
 وَأَخَذَتِ الْمَلَائِكَةُ الْوَيْحَ مِنْ رَبِّهَا  
 وَأَمَّا الْيَهُودُ فَوَلَّوْا الْأَرْضَ عَنَّا  
 فَكُنَّا لَهُمْ سَوَاقِطًا مِمَّا نَزَّلْنَا  
 فِي تِلْكَ الْأُمَّةِ قَدْ خَلَّيْنَا لَهَا فُجُورَهَا  
 وَتَقْوَاهَا فَنَزَّلْنَا عَلَيْهَا الْكُتٰبَ الْخَبِيرَ  
 (المائدہ، ۱۳۲)

اور آخرت میں دعوتوں اور دعوتوں کے لئے  
 سمندر میں غلامی اور جو بندے زندہ  
 سفر کے لئے ہیں ان کے لئے مشکل طریقے  
 بخشش اور غلامی۔ اور یہ دعوتی

زندگانی نہیں دھوکہ کا سزا ہے۔

(۱۶) انگریزی بشر کی طرف سے آنے والے پیغمبروں اور اس کی نماندگی بونی کہا لوں نے  
 انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے اور آخرت کی جگہ نہ ختم ہونے والی زندگی میں ان کو کامل غلام  
 و بندہ کے مقام تک پہنچانے کے لئے جس چند خاص نکتوں پر بہت زیادہ زور دیا ہے ان میں سے  
 ایک یہ بھی ہے کہ انسان دنیا کو بالکل خیر اور بے قیمت سمجھے اور اس سے زیادہ ہی نہ لگے بلکہ اس کو  
 اپنا مقصد و مطلوب نہ نہائے بلکہ آخرت کو اپنی اصل منزل اور اپنا دہلی وطن سمجھ کر رہے ہوئے  
 اور دنیا کے شغائیر میں اس کو خود قدر و قیمت اور بجا اہمیت ہے ان کو پیش نظر رکھتے ہوئے وہ ان کی  
 کامیابی حاصل کرنے کی فکر کو پہلی تمام دنیوی فکروں پر غالب رکھے پس انسان کی سعادت اور آخرت  
 میں اس کی کامیابی کے لئے گویا یہ شرط ہے کہ دنیا اس کی نظر میں خیر اور ر قیمت ہو اور اس کے  
 دل کا رخ آخرت ہی کی طرف ہو اور "لَا تُحِبُّونَ الْمَالَ عَلَى حَقِّهِ يُؤْتِي الْمَالَ عَنَّا" انہوں نے کہا  
 اور اس کی روح کو سدا ہو۔ سستے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطبات اور مجلسی ارشاد  
 کے ذریعے بھی اسی کی تعلیم فرماتے تھے اور ایمان لاتے والوں کے دلوں پر اپنے عمل اور اعمال سے بھی اس کا عزم کرتے تھے

لہذا اللہ زندگی میں آخرت کی جگہ ہے۔

انقرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو احادیث اس باب میں درج ہیں، اس میں دنیا کی تعمیر و ترمیم کی گئی ہے، ان کا مطلب و مقصد اس روشنی میں سمجھنا چاہئے۔

(۷) یہ بھی ٹونڈ رہے کہ قرآن و حدیث میں جس دنیا کی ترمیم کی گئی ہے وہ آخرت کے مقابلِ دُنیوی دنیا ہے، اس لئے دنیا کے کاموں کی جو مشغولیت اور دنیا سے جو تعلقِ فکرِ آخرت کے تحت ہوا، آخرت کا راستہ اس سے کھوٹا نہ ہوتا ہو وہ مذہب اور رسوم نہیں ہے، بلکہ وہ توجہت تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔

اس تیسری صفحہ کو ذہن میں رکھ کر اب پڑھیے، آگے درج ہونے والی اس سلسلہ کی حدیثوں اور

## آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی حقیقت :-

(۲۵) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَلْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كَأَنَّ الدُّنْيَا لَأَنْزَلُ مِنَ السَّمَاءِ نَزْلًا فَتُكْوَى بِهَا السَّمَاوَاتُ فَتَكُونُ كَالْحَبِّ عَلَى حَبْلَةٍ  
 رَوَاهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي عَدُوٍّ فِي تَرْغِيبٍ وَتَرْهِيْبٍ

(ترجمہ) روایت ہے حضور دینِ شہداء سے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ اپنے فرماتے تھے کہ دنیا کی مثالِ آخرت کے مقابلہ میں اس ایسی ہے جیسے کہ تم میں سے کوئی اپنی ایک انگلی دریا میں ڈالے اور پھر دیکھے کہ پانی کی کتنی مقدار اس میں لگ کر آتی ہے۔ (صحیح مسلم)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ دنیا آخرت کے مقابلہ میں اتنی تھوڑی ہے جیسا کہ اور جتنا جتنا کہ دریا کے مقابلہ میں انگلی پر لگا ہوا پانی۔ اور دراصل یہ مثالیں صرف سمجھانے کے لئے دی گئی ہیں، ورنہ فی حقیقت دنیا کو آخرت کے مقابلہ میں یہ نسبت بھی نہیں ہے۔ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب محدود اور فنا ہوا ہے، اور آخرت نامحدود اور فنا ہوا ہے اور ہرگز نہ ہوگا کہ اس مسئلہ ہے کہ محدود و فنا ہوا اور نامحدود اور غیر فنا ہوا کے درمیان کوئی نسبت نہیں ہوتی،

جس حقیقت یہ ہے تو وہ شخص بڑا ہی غرور اور ہمت ہی گھائلے میں رہنے والا ہے جو دنیا کو حاصل کرنے کے لئے تو خوب ہر وہ وسوسہ کرتا ہے مگر آخرت کی تیاریوں کی طرف سے بے فکر اور بے پروا ہے۔

(۲۶) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَّبِعُ النَّاسَ فِي مَسْأَلَتِهِمْ مَا يَسْأَلُونَ فِي الْأَشْيَاءِ فَيَقُولُ لِمَ تَسْأَلُونَ عَنْ هَذَا أَلَا تَرَوْنَ أَنَّ هَذَا لَمْ يَخْلُقْ إِلَّا لِمَا نَفَعُ النَّاسَ فِي دِينِهِمْ أَوْ فِي دُنْيَاهُمْ أَوْ فِي بَشَرِهِمْ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَأْتِي رَسُولَهُ لِيَكْتُبَ فِيهِ مِمَّا يَشَاءُ وَيَضَعُ مَا يَشَاءُ لِمَا يَشَاءُ اللَّهُ فَإِنَّ اللَّهَ بَرُّ ذُو فَضْلٍ غَدِيرٍ

(رواہ مسلم)

(ترجمہ) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر بکری کے ایک بڑے ٹوٹے ٹرڈے پر ہوا اور راستے میں ٹراٹرا تھا، اُس وقت آپ کے ساتھ جو لوگ تھے اُن سے آپ نے فرمایا، تم میں سے کوئی اس غرسے ہونے پہنچے مگر صرف ایک وہ نام میں خریدنا پسند کرے گا؟ انھوں نے عرض کیا ہر تو اس کو کسی قیمت پر بھی خریدنا پسند نہیں کریں گے۔ آپ نے فرمایا، قسم ہے خدا کی کہ دنیا اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ ذلیل اور بے قیمت ہے جتنا ذلیل اور بے قیمت تھا اس کا

(صحیح مسلم)

(تفسیر صحیح) اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ نبیؐ کو اس میں زندگی کی ولایت اور تربیت کا جو سب سے بڑا جذبہ رکھ دیا تھا، اس حدیث سے اس کا کچھ اندازہ کیا جا سکتا ہے، آپ

راست چلنے لگتے ہیں، بکری کے ایک ٹرڈے پر آپ کی نظر پڑتی ہے، انھیں سے تمہیں پھیر کر نکل جانے لگتے ہوتے، آپ صحابہ کو متوجہ کر کے اُس کی اس حالت سے ایک اہم سبق دیتے ہیں اور اُن کو متلاشہ بناتے کہ یہ ٹرڈے بچے تمہارے نزدیک ہیں قدر تمہیر و ذلیل ہے، اسی قدر اللہ کے نزدیک دنیا ستیر و ذلیل ہے، اس لئے اپنے طلب و نگاہ کا مرکز اس کو نہ بناؤ، بلکہ آخرت کے طالب بنو۔

اس حدیث کے معنی اس لئے کہ تو جو دنیا میں لالچ کا غلام بن گیا ہے تو اس کو بھول کر اللہ کی طرف متوجہ ہو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو دنیا سے بے پروا کر دیا ہے اور اُس کو دنیا سے بے پروا کر دیا ہے۔

(۲۶) عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنُوا

كَاتِبِينَ إِنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ لِيَوْمِئِذٍ كَاتِبًا يَكْتُبُ مَا كَفَرَتْ وَمَا آمَنَتْ مِنْهَا فَكُلُّ نَفْسٍ حَافِيَةٌ

(رد المحتار الصحاح للترمذی و ابن ماجہ)

(ترجمہ) رسول پر صحیح روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی قدر و قیمت پتھر کے پڑ پڑا ہی ہوتی، تو کہیں کافر لشکر کو وہ

ایک گھونٹ پانی بھی نہ دیتا۔ (مسند احمد جامع ترمذی و ابن ماجہ)

(تشریح) یعنی دنیا و رسول کے درمیانے والوں کا قریب، ہنگاموں کو دنیا سے جو کچھ ملتا

و اور میرا کہہ دیا جا رہا ہے خوب دل رہا ہے! اس کی وجہ یہی ہے کہ اللہ کے نزدیک دنیا نہایت

بہی خفیر اور بے قیمت چیز ہے، اگر اس کی کچھ بھی قدر و قیمت ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان پانچوں کو پانی کا

ایک گھونٹ بھی نہ دیتا، ہذا ظہر آشوت جس کی اللہ کے نزدیک قدر و قیمت ہے، وہ لگائی شہین

کو کشتہ سے لود تو لشکر اربانی کا ایک قطرہ بھی نہیں دیا جائے گا۔

### دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت :-

(۲۷) عَنْ أَبِي سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنُوا

أَكْبَادًا يَوْمَئِذٍ يَكْتُبُونَ النَّاسَ فِي جَنَّةٍ وَالْكَافِرِينَ فِي سِجِّينَ رَوَاهُ إِبْرَاهِيمُ

(ترجمہ) حضرت ابو سعید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا۔ دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔ (مسلم)

(تشریح) قید خانہ کی زندگی کی تری خصوصیت ہے کہ قیدی اپنی زندگی میں آزاد

نہیں ہوتا، بلکہ ہر چیز میں دوسروں کے حکم کو پابندی کرنے پر مجبور ہوتا ہے، جب کھانے کو دیا گیا

تو وہ کچھ دیر لگا کھا لیا، جو کچھ کو دیا گیا پلا لیا، جہاں بیٹھے کھائے اور لگا بیٹھ گیا، جہاں کھڑے کھڑے

کھڑے کھڑے چارہ کھڑا ہو گیا، اس طرح قید خانہ میں اپنی مرضی بالکل نہیں پہنچتی، بلکہ ہر دن ہمارے ہر

معاذ میں دوسروں کے حکم کی پابندی کرنی پڑتی ہے۔ اسی طرح ایک دوسری خصوصیت  
 قیادت نامی یہ ہے کہ قیدی اس سے ہی نہیں لگاتا، اور اس کو اپنا گھر نہیں سمجھتا، بلکہ ہر وقت  
 اس سے نکلنے کا خواہش مند اور منتہی رہتا ہے۔۔۔۔۔ اور اس کے برعکس جنت کی خصوصیت  
 یہ ہے کہ وہاں جنتیوں کے لئے کوئی قانونی پابندی نہیں رہے گی، اور ہر جنتی اپنی مرضی کی  
 زندگی گزارے گا، اور اس کی ہر خواہش اور ہر آرزو پوری ہوگی، نیز لاکھوں برس گنتی پر بھی  
 کسی یقین کا دل جنت سے اور جنت کی نعمتوں سے نہیں گاتے گا، اور نہ کسی کے دل میں جنت  
 سے نکلنے کی خواہش پیدا ہوگی۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے :-

وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ۝ اَلَّذِينَ كَانُوا يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَأَنبَسُوا لَهُمْ  
 كَلِمَاتٍ يُسَبِّحُونَ بِهَا ۝ وَكَلِمَاتٍ يُسَبِّحُونَ بِهَا ۝ وَكَلِمَاتٍ يُسَبِّحُونَ بِهَا ۝  
 اَلَّذِينَ كَانُوا يُسَبِّحُونَ بِهَا ۝ (زمر - ۷۰)

اور سورہ کہف میں فرمایا گیا :-

اَلَّذِينَ كَانُوا يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَأَنبَسُوا لَهُمْ كَلِمَاتٍ يُسَبِّحُونَ بِهَا ۝

اس اس عاجز کے نزدیک اس حدیث میں ان مالوں کو خاص جنتیہ یہ دیا گیا ہے کہ وہ دنیا میں  
 حکم و قانون کی پابندی کی قید خانہ والی زندگی گزاریں، اور دنیا سے ہی نہ لگائیں، اور جنت  
 پیش نظر رکھیں کہ اس دنیا کو اپنی جنت سمجھا، اور اس سے اپنا دل لگاتا، اور اس کے پیش  
 اپنا اصل مقصد و مطلوب بنانا کا قرآنہ طریقہ ہے، پس یہ حدیث گویا ایک آئینہ بھی ہے،  
 جس میں ہر مومن اپنا چہرہ دیکھ سکتا ہے۔

اگر اس کے دل کا تعلق اس دنیا کے ساتھ ہے تو قید خانہ کے ساتھ قیدی کا ہونا ہے  
 تو وہ پورا مومن ہے، اور اگر اس نے اس دنیا سے ریشا دل ایسا لگایا ہے کہ اس کو اپنا مقصد  
 و مطلوب بنا لیا ہے، تو یہ حدیث بتاتی ہے کہ اس کا یہ حال کا قرآنہ ہے۔

دنیا فانی ہے اور آخرت غیر فانی، اسلئے آخرت کے طالب بنو۔

(۲۹) عَنْ أَبِي مُؤْمِنٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مَنْ أَحَبَّ دُنْيَاةً أَحْبَبَ آخِرَتَهُ وَمَنْ أَحَبَّ آخِرَتَهُ كَرِهَتْ دُنْيَاةً  
كَأَنْزَلَهَا بِبَيْتِهِ عَلَى مَا يَفْعَلُ۔۔۔۔۔ رواه احمد وابو يعقوب في نصب الايمان۔

(ترجمہ) حضرت ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص دنیا کو اپنا محبوب و مطلوب بنائے گا وہ اپنی آخرت کا ضرر نقصان کرے گا۔ اور جو کوئی آخرت کو محبوب بنائے گا وہ اپنی دنیا کا ضرر و نقصان کرے گا۔ پس جب دنیا و آخرت میں سے ایک کو محبوب بنانے سے دوسرے کا نقصان برداشت کرنا لازم پورا ناگزیر ہے، تو عقل و دانش کا تقاضا یہی ہے کہ ظاہر چاہنے والی دنیا کے مقابل میں، باقی رہنے والی آخرت اختیار کرو۔

(سید احمد رضا پلانٹیشن)

(تشریح) ظاہر ہے کہ جو شخص دنیا کو اپنا محبوب و مطلوب بنائے گا تو اس کی اہل فکر و عمل دنیا ہی کے واسطے ہوگی، اور آخرت کو یا تو وہ بالکل ہی پس پشت ڈال دے گا یا اس کے لئے ہمت کم جہد و جہد کرے گا جس کا نتیجہ ہر حال آخرت کا خسارہ ہوگا۔ اسی طرح جو شخص آخرت کو محبوب و مطلوب بنائے گا، اس کی عملی سعی و کوشش آخرت کے لئے ہوگی اور وہ ایک دنیا پرست کی طرح دنیا کے لئے جہد و جہد نہیں کر سکے گا، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ دنیا زیادہ نہ سمیٹ سکے گا، پس صاحب ایمان کو چاہئے کہ وہ اپنی محنت اور محاسنت کے لئے آخرت کو منتخب کرے، جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے اور دنیا تو جس چند روز میں ظاہر ہو جائے والی ہے۔

## اللہ کے تعلق کے بغیر دنیا لفظی ہے :-

(۱۱) حق اپنی مخلوق کو کہتا ہے کہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ  
وَ عَلٰى اَنْبِيَائِكَ مَا تَرْضٰى وَ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى اَنْبِيَائِكَ مَا تَرْضٰى وَ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ

وَ عَلٰى اَنْبِيَائِكَ مَا تَرْضٰى  
ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے واسطے سے اور دوسرے عالم اور مخلوق کے۔

ترجمہ: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خیر دار دنیا اور جہنم دنیا میں ہے، اس پر خدا کی پھانسی ہے، اور اس کے لئے رحمت سے گروہی ہے، سوائے خدا کی پھانسی کے، اور ان چیزوں کے جن کا خدا سے کوئی تعلق اور واسطہ ہے، اور سوائے عالم اور مخلوق کے۔

(جامع ترمذی، مسند ابن ماجہ)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ خداست غافل کرنے والوں کو دنیا جس کی طلب اور چاہت میں بہت سے ناواں انسان خدا کو اور آخرت کو بھول جاتے ہیں، یہی حقیقت اور نکتہ انجام کے لحاظ سے ایسی ذلیل دنیا میں فرما ہے کہ اللہ کی وسیع رحمت میں وہی اس کے لئے کوئی حصہ نہیں، البتہ اس دنیا میں اللہ کی یاد اور جن چیزوں کا اس سے تعلق ہے، خاص کر علم و ایمان کے حاملین اور تعلق سوائے اللہ کی رحمت ہے۔

حاصل یہ ہے کہ اس دنیا میں صرف وہی چیزیں اور وہی اعمال اللہ کی رحمت کے حاملین ہیں، جن کا اللہ تعالیٰ سے اور زمین سے کوئی تعلق ہو، خواہ بلا واسطہ ہو یا بلا واسطہ لیکن جو چیزیں اور جو اعمال و اشغال اللہ سے اور زمین سے بالکل بے تعلق ہیں (اور دراصل دنیا ان ہی کا نام ہے) وہ سب اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور اور گروہ اور قابل نعت ہیں۔ پس انسان کی زندگی اگر اللہ کی یاد اور اس کے تعلق سے اور زمین کے علم اور اس کے تعلیم سے خالی ہے تو وہ بہت کم سن نہیں بلکہ نیکے قابل ہے۔

### طالب دنیا گناہوں سے نہیں بچ سکتا :-

(۳۱) عَنْ أَبِي قَالٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ مَاتَ مِنْكُمْ  
 أَحْسَنَ مَوْتًا مَاتَ مَرْتَابًا مَرَّتَيْنِ مَرَّتَانِ مَا كَانُوا يَأْتُونَ رَسُولَ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجِبًا إِلَّا تَيَأَسَّ بِمَا لَمْ يَمُتْ مِنْهُ إِلَّا نَكَبَ

ترجمہ: اور وہ ایسی حالت میں مرے گا جیسا کہ لوگوں نے نہیں کیا۔

(ترجمہ) حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک  
 دن فرمایا: کیا کوئی ایسا ہے کہ پانی پر چلے اور اس کے پاؤں نہ بھیگیں؟  
 عرض کیا گیا: حضرت! ایسا تو نہیں ہو سکتا۔ آپ نے فرمایا: اسی طرح ایمان دار  
 گناہوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ (شعب الایمان ص ۱۱۰)

(تشریح) ہر صاحب دنیا دنیا داروں سے مراد وہی شخص ہے جو دنیا کو تصور و مطلب  
 بنا کر اس میں گئے ایسا آدمی گناہوں سے کہاں محفوظ رہ سکتا ہے۔ لیکن اگر بندہ کاملاً یہ ہو کہ  
 تصور و مطلب اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت ہو اور دنیا کی شہوانی کہ بھی وہ اللہ تعالیٰ کی رضا  
 اور آخرت کی تلاش کا ذریعہ بنائے تو وہ شخص دنیا دار نہ ہوگا اور دنیا میں بظاہر یہی شہوانی  
 بنے اور جو دنیا گناہوں سے محفوظ رہ سکتا ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ دنیا سے بچتا ہو بلکہ

### اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کو دنیا سے بچاتا ہے :-

(۳۲) عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ  
 كَانُوا يَأْتُونَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجِبًا إِلَّا تَيَأَسَّ بِمَا لَمْ يَمُتْ مِنْهُ إِلَّا نَكَبَ

ترجمہ: اور وہ ایسی حالت میں مرے گا جیسا کہ لوگوں نے نہیں کیا۔

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کو دنیا سے بچاتا ہے اور وہ ایسی حالت میں مرے گا جیسا کہ لوگوں نے نہیں کیا۔

جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے، تو دنیا سے اس کو اس طرح پرکھتا ہے  
 کہ اسے جس طرح کہ تم میں سے کوئی اپنے عزیز کو پانی سے پرکھتا ہے،  
 (جبکہ اس کو پانی سے نقصان پہنچتا ہو)۔ (مسند امام جعفر صادق)

(تفسیر صحیح) جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے، دنیا ہر عمل کی ہے اور اللہ تعالیٰ سے قائل کرے ہے  
 اور جس میں مشغول ہونے سے آخرت کا راستہ کھوٹا ہو، اس اللہ تعالیٰ میں بسندوں سے محبت  
 کرتا ہے، اور اپنے خاص انعامات سے اس کو نوازا جاتا ہے، ان کو اس مردار دنیا سے اس طرح  
 پرکھتا ہے، جس طرح کہ ہم لوگ اپنے عزیزوں کو پانی سے پرکھتا کرتے ہیں۔

اپنے گوشا سفر، اور اس دنیا کو سترے سمجھو۔

(۳۳) عَنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ  
 إِنَّ الدُّنْيَا كَالْحَبِّ السَّوْدِيِّ فِي الْوَيْلِ كَالْحَبِّ السَّوْدِيِّ فِي الْوَيْلِ

(مسند امام احمد)

(ترجمہ) حضرت عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے میرے دونوں ہونٹوں سے بڑے بڑے ارشاد فرمایا کہ:۔ دنیا میں ایسے زہ  
 جیسے کہ تو پر دیکھی ہے یا راست چلنا مسافر۔ (صحیح بخاری)

(تفسیر صحیح) ابھی جس طرح کوئی مسافر پر دیکھے کہ اور زہ گذر کا پتہ اصلی وطن نہیں جانتا  
 اور وہاں اپنے لئے لہجے چڑے، انتظامات نہیں کرتا، اسی طرح لوگوں کو چاہئے کہ اس دنیا کو  
 اپنا اصلی وطن نہ سمجھے، اور یہاں کی ایسی فکر نہ کرے جیسے کہ جہاں ہی اس کو پیشتر رہنا ہے،  
 بلکہ اس کو ایک پر دیکھے اور زہ گذر سمجھے۔

واقعہ یہ ہے کہ دنیا و علیہم السلام ہر انسان کو جیسا انسان بنانا چاہتے ہیں، اور اپنا  
 تعلیم و تربیت سے اس کی جو سیرت بنانا چاہتے ہیں، اس کی اساس و بنیاد یہی ہے کہ اس کو اس

روحی زندگی کو باقی عارضی اور چند روزہ زندگی سمجھے، اور موت کے بعد وہی زندگی کو اہل باور  
 مستقل زندگی یقین کرتے ہوئے اس کی فکر اور تیاری میں اس طرت لگا دے کہ گویا وہ زندگی  
 اس کی آنکھوں کے سامنے ہے، اور گویا وہ اسی دنیا میں ہے۔۔۔۔۔ جن لوگوں نے یہ  
 بات جس درجے میں اپنے اندر پیدا کر لی، ان کی زندگی اور ان کی سیرت اسی درجے میں ایسا  
 عظیم السلام کی تعلیم اور ان کی منشاء کے مطابق ہو گئی، اور جو لوگ اپنے میں یہ بات پیدا نہیں  
 کر سیکے، ان کی زندگی میں وہ نہیں ہو سکتی۔۔۔۔۔ ہاں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 خطبات اور مواظبات میں اس بنیاد پر بہت زیادہ زور دیتے تھے۔

### دنیا اور آخرت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خطبہ:-

(۴۴) عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخُطُّ وَيَقُولُ مَا نَقَّالَ سَمِعْتُ  
 خُطْبَةً لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَادِثٍ يَأْكُلُ مِنْهَا الْبُرُوقَ وَالْفَاجِئَةَ لَا  
 تَذُوقُ إِلَّا حَرَّهَا أَحْسَنَ حَبَابَاتٍ وَتَنْجِيهِ فِيهَا مَكَاثِفُ كَمَا فِي زُكُوفِ الْأَخْبَانِ الْمَخْرُ  
 شَكْلُهُ مِنْكَ إِذْ فِي الْجَنَّةِ لَهَا كَمَا فِي الْمَسْكُونَةِ بِخَدِّهِ فِي النَّارِ  
 لَا مَا خَمْسَةً وَأَرْبَعِينَ مِنْ اللَّهِ عَلَى كَذَا يُدْعَى عِلِّيُّ الْكَافِرُ مَعْرُوفُونَ عِلِّيُّ  
 أَمَّا الْكَافِرُونَ لِيَكُنْ مَشْقَالٌ وَكَانَ حَادِثٌ يُرَى فِي رُؤْيَا نَقَلُ مِنْهُ مَا  
 نَقَّالَ

رواہ الشافعی۔

ترجمہ) حضرت عمر بن خطاب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے ایک دن خطبہ دیا، اور اپنے اس خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ:۔۔۔ سن لو اور یاد رکھو کہ  
 دنیا ایک ماضی اور وقتی سودا ہے، جوئی الوقت حاضر اور نقد ہے اور اس کی  
 کوئی قدر و قیمت نہیں ہے، ہاں اس میں ہر نیک و بد کا مستحق ہے اور سب  
 اس سے کھائے ہیں، اور یقین کرو کہ آخرت مقرر وقت پر کئے والی ایک سچی اٹل

حقیقت ہے، اور سب کچھ قدرت رکھنے والا شنشہ اس میں (لوگوں کے دماغ کے مطابق) جزا اور سزا کا فیصلہ کرے گا، یاد رکھو کہ ساری خیر اور خوشگوازی اور اس کی تمام قسمیں جنت میں ہیں، اور سارا شر اور فحشہ اور اس کی تمام قسمیں دوزخ میں ہیں۔۔۔۔۔ پس خیر وار خیر دار (جو کچھ کرے) اللہ سے ڈرتے ہوئے کروا اور دہرگی کے وقت آخرت کے انجام کو پیش نظر رکھوں اور عقوبت کرے کہ تم اپنے اپنے اعمال کے ساتھ اللہ کے حضور میں پیش کئے جاؤ گے، پس جس شخص نے دوزخ برابر کوئی نیکی کی ہوگی، وہ اس کو بھی دیکھنے لگا، اور جس نے دوزخ برابر کوئی برائی کی ہوگی، وہ اس کو بھی پہلے گا۔ (سنن امام شاہی)

(تشبیہ) انسان کی سب سے بڑی بدبختی اور سیکڑوں قسم کی بدکاریوں کی جڑ بنیادیت ہے کہ وہ اللہ کے احکام اور آخرت کے انجام سے بے فکر اور بے پروا ہو کر زندگی گزارے، اور اپنی نفسانی خواہشات اور اس دنیا کی فانی لذتوں کو اپنا مقصد اور صلح نظر بنائے۔ اور یہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہے وہ آنکھوں کے سامنے ہے، اور خدا اور آخرت آنکھوں سے اوجھل ہیں، اس لئے انسانوں کو اس بربادی سے بچانے کا راستہ یہی ہے کہ ان کے سامنے دنیا کی بے حقیقتی اور بے قیمتی کو اور آخرت کی اہمیت اور بزرگی کو قوت کے ساتھ پیش کیا جائے، اور قیامت میں خدا کے سامنے پیش اور اعمال کی جزا اور سزا کا اور جنت و دوزخ کے ثواب و عذاب کا یقین ان کے دلوں میں آگرنے کی کوشش کی جانے۔۔۔۔۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خطبہ کا ماحول اور مضمون یہی ہے، اور جیسا کہ عرض کیا گیا، آپ کے اکثر خطبات اور خطبہ میں یہی بنیادی مضمون ہوتا تھا۔

تفسیر آیہ بات بڑی خطرناک اور بہت تشویشناک ہے کہ دینی دعوت اور دینی مصلحت میں دنیا کی بے ثباتی اور بے حقیقتی اور آخرت کی اہمیت کا یہاں اور جنت و دوزخ کا ذکر جس طرح اور جس ایمان و یقین اور جس قوت کے ساتھ ہونا چاہئے، ہمارے ہاں زیادہ نہیں اس کا ذرا جوت

کہ ہو گیا ہے، گویا نہیں رہا ہے، اور دین کی تبلیغ و دعوت میں بھی اسی طرح کی باتیں کرنے کا رواج  
 بڑھتا جا رہا ہے جس قسم کی باتیں باؤزی تحریکوں اور دنیوی نظاموں کی دعوت و تبلیغ میں کھاتی تھی  
 وہاں سے وہ لپٹوا آجرت کے طالب بن رہا۔

(۳۵) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحْسَنَ  
 مَا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَائِلٍ أَلَّا يَقُولَ قَوْلًا مَعْرُوفًا قَبِيحًا  
 عَيْنَ الْحَقِّ وَأَمَّا قَوْلُ الْأَعْمَلِيِّ قَبِيحًا فَالْحَسَنَةُ وَهَذَا الَّذِي كُنْتُ يَتْلُو  
 فِيهِ هَذِهِ الْأَخْبَارُ فَتَسْتَعْلِمُ قَادِمَةً وَخَائِفَةً وَأَجِبِي بِمَا بَيْنَ يَدَيْكَ  
 فَإِنَّ اللَّهَ يَخْتَصِمُ لَكَ لَا تَكُونِي خَائِفَةً لِمَنْ يَخَافُ اللَّهَ تَعَالَى فَإِنَّكَ لَتَكُونِي  
 فِي ذَا أَيْدِي الْعَمَلِ وَلَا حَسَابَ فَإِنَّكَ لَكُنَّا فِي ذَا أَيْدِي الْأَخْبَارِ عَزَّ وَلَا عَمَلِ

(رداء الاولیٰ شعب الامان)

(ترجمہ) حضرت جابر سے روایت ہے، انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نہیں دیکھتا کہ کوئی بلاؤں کے کہنے سے ڈرتا ہو،  
 ان میں سب سے زیادہ ڈر کی چیزیں ہوتی ہیں اور مخلوق اس سے (دوستی سے  
 ملنا چھان بہے کہ وہیں وہ جہنم کے بارے میں اپنے نفس کے رجحانات اور خیالات  
 کی پیروی کی جائے، اور مخلوق کو انداز ہے کہ دنیوی زندگی کے بارے میں بھی  
 آرزوئیں دلی میں پرورش کی جائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی ذات  
 پیاریوں کو بہت زیادہ خوشنکام بنلایا اور آگے اس کی وجہ یہ ارشاد فرمائی کہ  
 ہونے تو آدمی کو قبول حق سے مانع ہوتی ہے، لیکن اپنے نفسانی رجحانات اور  
 خیالات کی پیروی کرنے والا قبول حق اور اتباع و ہدایت سے محروم رہتا ہے،  
 اور مخلوق اس کے (یعنی ایسی ایسی آرزوئیں میں دل پھنس جاتا) آخرت کو بھلا دیتا  
 اور اس کی فکر اور اس کے لئے تیاری سے قائل کر دیتا ہے، (اس کے بعد آپ نے

اگر شاد فرمایا کہ یہ دنیا دوسرے مہینے چلی جا رہی ہے، گذر رہی ہے، کہیں اس کا شمارہ  
 اور مقام نہیں، اور آخرت (اور عہد سے پہلے پڑی ہے، چلی آ رہی ہے، اور ان  
 دونوں کے بیچ میں زمین انسانوں میں کچھ وہ ہیں جو دنیا سے ایسی وابستگی رکھتے ہیں  
 جیسے وابستگی بچوں کو اپنی ماں سے ہوتی ہے، اور کچھ وہ ہیں جن کی وابستگی پہلی  
 اور رحمت، بدلنے دنیا کے آخرت سے ہے، پس اسے لوگو! اگر تم کر سکو تو ایسا کرو  
 کہ دنیا سے چھٹنے والے، اس کے پہلے تہجد پکڑ لیں، دنیا کو دارا عمل سمجھیں، تم آخرت  
 دارا عمل میں، جو دنیا میں نہیں صرف نعمت اور کمائی کرتے ہیں، اور یہاں حساب  
 اور جزا سزا نہیں ہے، اور کئی تم (یہاں سے کوپنا کر کے) دارا آخرت میں چھوٹ  
 جانے والے ہو، اور وہاں کوئی عمل نہ ہوگا (بلکہ یہاں کے اعمال کا حساب ہوگا  
 اور ہر شخص اپنے کئے کا بدلہ پائے گا)۔

(تشریح) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں آخرت کے بارے میں  
 دو بڑی بیماریوں کا خوف اور خطرہ ظاہر فرمایا ہے، اور آخرت کو ان سے ڈرایا اور خبردار کیا ہے،  
 ایک آنسوئی اور دوسرے تھوڑا سا تھوڑا سا — فور سے دیکھا جائے، تو صحت معلوم ہوتا ہے  
 کہ ان ہی دو بیماریوں نے آخرت کے بہت بڑے بھتے کو بڑا دیکھا ہے، جن لوگوں میں خیالات  
 اور نظریات کی گراہیاں ہیں، وہ آنسوئی کے مرتب ہیں، اور جن کے اعمال خراب ہیں، وہ تھوڑا  
 بہت اور پتہ دنیا کے مرتب ہیں، گرتا اور آخرت کی فکر اور تیاری سے غافل ہیں، اور علاج بھی  
 جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کے کلام میں بیان فرمایا — یعنی ان کے دلوں میں  
 یہ عقین پیدا ہو کر یہ دنیاوی زندگی خالی اور صرف چند روزہ ہے، اور آخرت ہی کی زندگی اصلی  
 زندگی ہے، اور وہی دارا عمل مقام ہے — جیسا یہ عقین دنوں میں پیدا ہو جائے گا  
 تو خیالات اور اعمال دونوں کی اصلاح آسان ہو جائے گی۔

دولت کی افراط کا خطرہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آگاہی۔

(۳۳) عَنْ عُمَرُو بْنِ عَبْدِ قَيْسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:  
 قَوْلَ اللَّهِ لَا تُفْرَطُوا أَخْضَعَ عَلَيْكُمْ وَأَلَكُنْ أَخْضَعَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَبْسُكُوا عَنَّا كَمَا  
 أَلَا تَبْسُكُوا بِنَحْوِ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَكْفُرُوا بِمَا كُنَّا تَنَافَسُونَهَا  
 وَأَخْضَعَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَهْلِكُوا مِنْهَا۔۔۔۔۔ رواه البخاري في السلم۔

(ترجمہ) عمرو بن عوف سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ، میں تم پر غزوہ ناداری آنے سے نہیں ڈرتا، لیکن مجھے تمہارے بارہویا پر ڈر ضرور ہے کہ دنیا تم پر زیادہ وسیع کر دی جائے، جیسے تم سے پہلے لوگوں پر وسیع کی گئی تھی، پھر تم اس کو جست زیادہ پانے لگو، جیسے کہ انھوں نے اس کو بہت زیادہ پیا تھا (اور اسی کے دورانے اور حوالے ہو گئے تھے اور پھر وہ تم کو برباد کر دے، جیسے کہ اس نے ان اگلوں کو برباد کیا۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(تشریح) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بعض اگلی قوموں اور امتوں کا تجربہ تھا کہ جب ان کے پاس دنیا کی دولت بہت زیادہ آئی، تو ان میں دیہی حرص اور دولت کی رغبت و چاہت اور زیادہ بڑھ گئی، اور دنیا ہی کے دلہانے اور حوالے ہو گئے، نورِ اصل مقصد زندگی کو بھلا دیا، پھر اس کی وجہ سے ان میں باہم حسد و بغض بھی پیدا ہوا، پھر بے لائتوہ ان کی اس دنیا پرستی نے ان کو تباہ و برباد کر دیا۔۔۔۔۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے بارے میں اسی کا زیادہ ڈر تھا۔۔۔۔۔ اس صورت میں آپ نے دنیا و شغلتِ امت کو اس خطرے سے آگاہ کیا ہے، اور فرمایا ہے کہ تم پر غزوہ ناداری کے حملے کا بچے زیادہ ڈر نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس تم میں بہت زیادہ دولت مندی کھانے سے دنیا پرستی میں مبتلا ہو کر تمہارے

پلاک و ہر بار پھول جانے کا چھ زیادہ خون اور ڈر ہے۔

آپ کے اس ارشاد کا مقصد و مدعا اس خوشنماختہ کی نظر ناک سے اہمت کو خیر و اکر ہے تاکہ ایسا وقت آنے پر اس کے بڑے اثرات سے اپنا بچاؤ کرنے کی وہ فکر کرے۔

### اس اہمت کا خاص قبضہ دولت ہے۔

(۳۶) عَنْ كَتَّابِ بْنِ عِيَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ وَفِتْنَةٍ وَأَفْئِدَةُ الْأُمَّةِ الْمَسْأَلُ

(رواہ ترمذی)

(ترجمہ) کاتب بن عیاد سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ ارشاد فرماتے تھے کہ ہر امت کے لئے کئی خاص آزمائش ہوتی ہے اور میری امت کی خاص آزمائش مال ہے۔ (ترمذی)

(تفسیر مع) مطلب یہ ہے کہ میری پیغمبری کے ذوق میں (جو آپ سے بے گرفت استیسا زمانہ ہے) دل و دولت کو ایسی اہمیت حاصل ہوگی اور اس کی بوس تخی بڑھ جائے گی، کہ وہی اس اہمت کے لئے سب سے بڑا فتنہ ہوگا۔ (قرآن مجید میں بھی مال کو فتنہ کہا گیا ہے)۔ اور وہ تو یہ ہے کہ عزیز بونی سے بے کر ہمارے اس زمانے تک کی تاریخ پر جو شخص بھی نظر ڈالے گا اسے صاف معلوم ہوگا کہ دل کے مسئلہ کی اہمیت اور دولت کی بوس پرانہ توجہ تھی اور برصغیر بھی جانتی ہے کہ وہ بڑا شہرہ ہوا اس دور کا سب سے بڑا فتنہ ہے جس نے بے شمار بندوں کو خدا کی بغاوت و نافرمانی کے راستے پر ڈال کے اصل سعادت سے محروم کر دیا ہے۔ بلکہ اب تو نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ خدا پر تیزی اور خدا دشمنی کے طبع وار میں دولت و مداخلت ہی کے مسئلہ کی پیٹھ پر سوار ہو کر اپنے و خالی تجملات دنیا میں پھیلا رہے ہیں۔

حیث مال اور حث جاہ دین کیلئے قائل ہیں :-

(۳۸) عَنْ كَتَبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مَا زِلْنَا بِمَا نَجَاتُكَ مِنْ أَرْضِكَ بِمَا نَجَاتُكَ مِنْ أَرْضِكَ بِمَا نَجَاتُكَ مِنْ أَرْضِكَ  
عَنْ الْمَالِ وَالشَّرْحِ لِلْمَنْعَةِ ————— (رواه الترمذی والدارمی)

(ترجمہ) کاتب بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دو بھوکے بھیڑیے جو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے گئے ہوں، ان بکریوں کو اس سے زیادہ تباہ نہیں کر سکتے، جتنا تباہ آدمی کے دین کو مال کی اور عزت و جاہ کی حرص کرتی ہے۔ (جامع ترمذی و مسند امامی)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ حث مال اور حث جاہ آدمی کے دین کو اور اللہ کے ساتھ اس کے تعلق کو اس سے زیادہ نقصان پہنچاتے ہیں، جتنا کہ بکریوں کے کسی ریوڑ میں بھونے ہوئے بھوکے بھیڑیے ان بکریوں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

مال کی اور دنیا کی بھرت بڑھا پے میں بھی جوان رہتی ہے :-

(۳۹) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَعْدُ  
إِنَّ أَرْضَكُمْ كَيْتٌ فِيهَا أَهْلَانِ الْخَيْرِ مِنْ عَمَلِ النَّاسِ وَالْخَيْرُ مِنْ عَمَلِ النَّاسِ  
(رواه البخاری و مسلم)

(ترجمہ) حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :- آدمی بڑھا چڑھا جاتا ہے (اور بڑھا پے کے اثر سے اس کی ساری قومیں منس ہو کر گمراہ چلی جاتی ہیں) مگر اس کے نفس کی دو خصالتیں اور زیادہ جوان اور طاقت ور ہوتی رہتی ہیں۔ ایک دولت کی حرص، اور

دوسری زیادتی عمر کی عمر میں۔

(ردہ بخاری و مسلم)

(تشریح) تجربہ اور شاہدہ شاہدہ ہے کہ انسانوں کا عام حال یہی ہے، اور اس کی وجہ یہی نظر ہے، بات یہ ہے کہ انسان کے نفس میں بہت سی ایسی قلیق خواہشیں پیدا ہوتی ہیں جو اسی وقت پوری ہوتی ہیں جبکہ اس کے ہاتھ میں دولت ہو، اور زندگی اور توانائی بھی ہو، اور ان خواہشوں کی ضرورتوں اور برادریوں سے انسان کو بچانا، پاسبانی، عقل کا کام ہے، مگر بڑھاپے کے اثر سے جب بچاوی یہ عقل بھی ضعیف اور کمزور پڑ جاتی ہے، تو ان خواہشات پر اپنا قابو اور کنٹرول رکھنے سے محروم ہو جاتی ہے، جس کا نتیجہ ہونا ہے کہ آخر عمر میں بہت سی خواہشیں "ہوس" کا درجہ اختیار کر لیتی ہیں، اور اس کی وجہ سے عمر کی زیادتی کے ساتھ ان دو دولتوں کا اور دنیا میں زیادہ سے زیادہ رہنے کی عمریں اور پامنت اور زیادہ ترقی کرتی رہتی ہے۔ کئے والے نے صحیح کہا ہے :-

یہ زمانے تو سب بد حکم شدہ قوت پر کندہ ہیں کہ شدہ

لیکن یہ حال عوام کا ہے، اللہ کے جن بندوں نے اس دنیا اور اس کی خواہشوں کی تحقیق، اور اس کے انجام کو سمجھ لیا ہے، اور اپنے نفسوں کی تربیت کر لی ہے، وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(۳۴) عَنْ ابْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَيْفَ تَعْلَمُ

كَلْبُ الْكَلْبِ دَرِيئًا إِذَا فِي الْأَشْيَاءِ فَيَضْحَكُ الْكَلْبُ نِيًّا وَيَضْحَكُ الْإِنْسَانُ عِيْلًا

(ردہ بخاری و مسلم)

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ

آپ نے فرمایا :- بوڑھے آدمی کا دل ڈو پیڑوں کے بارے میں ہمیشہ حیران چکا

ایکٹا تو دنیا کی محبت، اور دوسری بیٹی بیٹی نکالتی ہے۔

(تشریح) جیسا کہ پہلی حدیث کی تشریح میں ذکر کیا گیا، عام انسانوں کا حال یہی ہے

لیکن جن لوگوں نے اللہ کو خود شناسی اور خدا شناسی اور دنیا و آخرت کے بارے میں صحیح علم حاصل کیا

نصیب ہو، ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ بجائے مسرت دنیا کے، اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس خالق دنیا کی آرزوں کی جگہ رضاءِ اسی اور نعمتے آخروی کا اشتیاق اور اس کی تشاثر حیا پہ میں ہی ان کے دل میں مسلسل بڑھتی اور ترقی کرتی رہتی ہے، اور ان کی عمر کا ہر گلاب دن پہلے ہی کے مقابلے میں اس پہلو سے بھی ترقی کا دن ہوتا ہے۔

دولت میں ضلالت کی حرص کسی حد پر ختم نہیں ہوتی :-

(۴۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ  
لَوْ كَانَ بِلَايِبِ الْأَرْضِ وَاجِدِيَانِ مِنْ مَالِكَ بَشَرِي نَالِيَةً وَلَا تَمْلِكُهُ  
بِحَوْلِ ابْنِ مَرْكَبٍ إِلَّا الْكِرَامُ وَيَكُونُ لِلَّهِ حَقٌّ مِمَّنْ تَأْتِي.....

(رداد و بھاری و سلم)

ترجمہ: حضرت محمد اللہ علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :- اگر آدمی کے پاس مال کے بھرے دو میدان اور دو جنگل ہوں تو وہ تمسرا اور چاہے گا اور آدمی کا بیٹ کو بیس شی سے ملے گا (یعنی مال و دولت کی اس ختم نہ ہونے والی ہوس اور بھول کا خاتمہ میں کر دینا چاہیے) جو گا اور اللہ اس بندے پر عنایت اور مہربانی کرتا ہے جو اپنا رخ اور اپنی توجہ اس کی طرف کرے۔

محمد بخاری و سلم

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ مال و دولت کی زیادہ حرص عام انسانوں کی گواہی دیتی ہے اگر دولت سے ان کا گم بھی بھرا ہو، اور جنگل کے جنگل اور میدان کے میدان بھی پھرتے ہوں تب بھی ان کا دل قانع نہیں ہوتا، اور وہ اس میں اور زیادتی اور اضافہ ہی چاہتے ہیں اور زندگی کی آخری سانس تک ان کی ہوس کا یہی حال رہتا ہے، اور میں گھر ہی میں اگر دولت کی اس بھوک اور نمانہ سے کہ اس پھیر سے ان کو چھٹکا لگتا ہے۔ البتہ جو بندے

دنیا اور دنیا کی دولت کے بجائے آپسے دل کا رخ اللہ کی طرف کریں اور اس سے تعلق جوڑیں  
 اسی پر اللہ تعالیٰ کی تمام مناسبت ہوتی ہے اور ان کو اللہ تعالیٰ اس دنیا ہی میں اطمینان طلب  
 اور خدائے نفس نصیب فرماتا ہے، اور پھر اس دنیا میں بھی ان کی زندگی بڑے نئے نئے کاموں  
 کے سکون سے گزارتی ہے۔

**طالب آخرت کا طلب مطمئن ہوتا ہے اور طالب دنیا کا دل پراگندہ اور غیر مطمئن ہے۔**

(۳۲) عَنْ أَبِي أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَتْ  
 رِيئَتُهُ ظَلَمًا فَلَا يَخْرُجُ مِنْكَ اللَّهُ عَنَّا فِيهِ قَلْبُهُ وَجَمَعَهُ كَذِبُهُ  
 وَأَنَشَأَ إِلَهُ تِيَارِهِمْ كَذِبُهُ وَمَنْ كَانَتْ رِيئَتُهُ ظَلَمًا لَمْ يَأْتِ  
 بِكَ اللَّهُ الْفَلَاحَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَشَكَتْ عَلَيْهِ آسْرُهُ وَكَانَ يَأْتِيهِ  
 مِنْهَا إِلَّا مَا تَلَبَّ لَهُ

رواجائز فی دروہ اصحابہ

صحیح ابن زبیر شاریت۔

(ترجمہ) حضرت انس سے روایت ہے کہ جس شخص کی نیت اور اس کا قصد  
 اصلی اپنی ہی دلی سے آخرت کی طلب ہے تو اللہ تعالیٰ غنا و ظہیر اطمینان  
 اور مخلوق کی نامتاری کی کیفیت، اس کے دل کو نصیب فرمادیں گے، اور اس کے  
 پراگندہ حال کو درست فرمائیں گے اور دنیا اس کے پاس خود خود ذلیل ہو کر  
 آئے گی، اور جس شخص کی نیت اور اپنی ہی دلی سے جس کا تمام مقصد دنیا  
 طلب کرنا ہوگا، اللہ تعالیٰ قندی کے آٹھاروں کی بچہ پیشانی میں اور اس کے  
 چہرے پر پیدا کر دیں گے، اور اس کے حال کو پراگندہ کر دیں گے (جس کی وجہ  
 سے اس کو خاطر بھی کی راحت کبھی نصیب نہ ہوگی) اور (ساری ننگ و دوکے  
 بعد بھی) پھر دنیا اس کو پس بھی قدرے گی جس قدر اس کے واسطے پہلے سے

مقدور جو چکی ہوگی۔

(اس حدیث کو حضرت انس سے امام ترمذی نے روایت کیا ہے  
 اور امام احمد اور ابوداؤد نے اس حدیث کو اپنی روایت سے  
 حضرت زید بن ثابت انصاری سے روایت کیا ہے)۔

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ جو بندہ اکثر پڑھتا رہے اور اس کی فلاح  
 ہی کو اپنا اصل مطلوب و مقصود بنا لیتا ہے تو اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ  
 دنیا کے بارے میں اس کو قدر امت نصیب نہ کرے اس کے دل کو کلامیت اور عیب غلطی سے  
 آزاد ہی جاتی ہے اور دنیا میں سے جو کچھ اس کے لئے مقدر ہوتا ہے وہ کسی نہ کسی راستے سے  
 خود اس کے پاس آجاتا ہے۔ اور اس کے برعکس جو شخص دنیا کو اپنا اصل مقصود  
 و مطلوب بنا لیتا ہے، تو اللہ تعالیٰ تمنا ہی اور پریشانی ممالی اس پر اس طرح مسلط کر دیتا ہے  
 کہ دیکھے دالوں کو اس کے چہرے پر اور اس کی پچھ پچائی میں اس کے اعتبار نظر آتے ہیں اور  
 دنیا کی طلب میں نوحان پسینہ ایک کر دینے کے بعد بھی اس طالب دنیا کو میں دہی دیتا ہے،  
 جو پچھلے ہی سے اس کے لئے مقدر ہے۔ پس جب واقعہ اور حقیقت یہ ہے تو بڑے  
 چاہئے کہ آخرت ہی کو اپنا مقصود و مطلوب بنائے اور دنیا کو میں ایک عارضی اور فانی  
 ضرورت سمجھ کر اس کی صورت اتنی ہی مگر کرے یعنی کہ کسی عارضی و فانی چیز کی مگر ہونی چاہئے۔

و دولت میں بندہ سے کا واقعی حصہ کیا ہے ؟

(۳۴) مَنْ كَرِهَ الْغَنَاءَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 يَقُولُ الْعَبْدُ مَا لِي مَالِي وَذَلِكَ مَا لِمَنْ كَرِهَ الْغَنَاءَ مَا آتَى  
 كَأَفْطَى أَذْكَسَ فَأَبْطَأَ أَذْكَسَ فَأَبْطَأَ مَا سَوَى ذَلِكَ فَهُوَ  
 ذَاهِبٌ وَكَارِهُمُ لِلْمَالِ ————— رواه مسلم۔

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "بندہ کتنا ہے میرا مال، میرا مال، حالانکہ اس کے مال میں سے جو واقعی اس کا ہے وہ بیس بیس میں ہیں، ایکتہ وہ جو اس کے کھانے، ختم، کوزیا، دوسرے وہ جو وہیں کرنا کر ڈالا، اور تیسرے وہ جو اس نے راہِ خطا میں یا اسی اپنی آخرت کے واسطے ذخیرہ کر لیا، اور اس کے سوا جو کچھ ہے وہ بہتہ دوسرے لوگوں کے لئے اس کو چھوڑ جانے والا ہے، اور خود یہاں سے ایک دن بخت ہو جانے والا ہے۔" (مسلم)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ آدمی کے کھانے، پینے اور جوڑے ہوئے مال میں سے واقعہ اور حقیقت اس کا بیس وہی ہے جو اس نے کھانے پینے کی ضروریات میں جہاں اپنے اور پر خرچ کر لیا، یا راہِ خدا میں دسے کے آخرت کے واسطے اللہ تعالیٰ کے یہاں بچھا کر رکھا ہوگا، سوا جو کچھ ہے وہ حقیقت اس کا نہیں ہے بلکہ ان وارثوں کا ہے جن کے لئے وہ اس کو چھوڑ جانے والا ہے۔

(۴۴) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَيُّكُمْ مَالٌ قَارِبُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ فَأَلْوَانَا كَوْلَا اللَّهُ مَا رَمَى أَحَدٌ رَمِيًّا مَالًا أَحْبَبَ إِلَيْهِ مِنْ مَالٍ قَارِبِهِ فَأَيُّ مَالٍ مَالٌ قَارِبُهُ مَالٌ أَحَبُّ" رواه البخاری۔

(ترجمہ) حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے کون ایسا ہے جس کو اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال محبوب ہو؟ (یعنی اپنے ہاتھ میں مال آنے سے زیادہ محبوب ہے) کو اپنے وارثوں کے ہاتھ میں مل آنا ہو؟" لوگوں نے عرض کیا: "ہم میں سے تو ہر ایک کا حال یہ ہے کہ اس کو اپنے وارثوں کے مال سے زیادہ محبوب ہے۔"

مال ہے (یعنی ہم میں کوئی ایسا نہیں ہے جس کی یہ چاہت ہو کہ مال اس کو  
 نہ لے، بلکہ اس کے وارثوں کو لے) آپ نے فرمایا،۔ جمیع بات ہے، تو  
 معلوم ہونا چاہئے کہ آدمی کا مال جس وارث سے ہے جس کو اس نے آگے بٹھا کر دیا  
 اور جس تھا اس نے ہمو کے لئے رکھا وہ اس کا نہیں ہے، بلکہ اس کے وارث  
 کا ہے۔ (مذاہر انش منہ آدمی کو چاہئے کہ وارثوں کے لئے چھوڑنے سے زیادہ  
 بلکہ اپنی آخرت کے لئے سرمایہ محفوظ کر دینے کی کوشش کرے، جس کی صورت یہ ہے  
 کہ صفت نیت کے گھر میں لکھنے کے بارے خیر کے مصارف میں صرف ہی کرنا)۔  
 (صحیح بخاری)

(۳۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ إِذَا مَاتَ الْفَيْتُ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى  
 مَا أَقْرَبُكَ مِنْ عِبَادِي الْقَائِلِينَ..... رواه البيهقي في شعبه الأيمان  
 (ترجمہ) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ  
 آپ نے فرمایا۔ جب مرنے والا مرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں، اگھر پوچھتے ہیں کہ  
 اس نے اپنے واسطے کیا کیا ہے (یعنی کیا اعمال خیر کیے، اور اپنی آخرت  
 کے لئے اللہ کے خزانے میں کیا سرمایہ جمع کیا ہے) اور عام انسان آپس میں  
 کہتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ اس نے کتنا مال چھوڑا۔

(شعب الأيمان للبيهقي)

دولت کے بندے خدا کی رحمت سے محروم ہیں۔

(۳۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى  
 لَيْسَ بَعْدِي نَبِيٌّ يُكَلِّمُ عَبْدًا عَبْدًا لِيَأْتِيَهُمْ..... رواه الترمذي  
 (ترجمہ) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ: بندہ و بنو خدا کی رحمت سے محروم ہو، اور بندہ درج خدا کی

رحمت سے دور ہے۔ (ترمذی)

(تشریح) جو لوگ مال و دولت اور دنیا پر اور انہم کے پرستار ہیں اور انہوں نے دولت ہی کو اپنا معبود اور محبوب و مطلوب بنا لیا ہے اس حدیث میں ان سے تیزاری کا اعلان اور ان کے حق میں بدو عاصیہ کہ وہ خدا کی رحمت سے محروم اور دور ہیں۔ مال و دولت کی پرستش اور بندگی یہ ہے کہ اس کی چاہت اور طلب میں بندہ ایسا گرفتار ہو کہ اللہ کے احکام اور حلال و حرام کی حدود کا بھی پابند نہ رہے۔

حضور کا ارشاد کہ مجھے تجارت اور دولت مندوں کی کا حکم نہیں دیا گیا ہے

(۳۶) عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نَفِيرٍ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَفْضَلُ إِلَيَّ أَنْ أَتَمَّتْ الْمَسْأَلُ مَا كُنْتُ مِنَ التَّاجِرِينَ وَكَأَنَّ أُمَّهُ إِذْ أَنْ سَتِيحُمْ عَمْدًا كَرِيهًا وَكَأَنَّ تَيْنَ الشَّجَرِ بَيْنَ وَاحِدَيْهِمَا تَرَافِقُ يَحْتَفِي يَا بَيْتَكَ الْيَتِيمَاتِ ۝ ..... رواه في شرحنا (ترجمہ) جبیر بن نفیر مایں سے روایت ہے، وہ بطریق ارسال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: مجھے اللہ کی طرف سے اس کی وحی نہیں کی گئی، اور یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں مال و دولت جمع کروں، اور تجارت و سوداگری کو اپنا پیش اور منسلک بناؤں۔ ..... بلکہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے، اور میری طرف سے وحی کی گئی ہے کہ اپنے رب کی تسبیح و تہلیل

مجھے بھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک نامی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نصیحت نقل کرتے ہیں، اور جو صحابی کے ذریعے سے وہ نصیحت ان کو پہنچی ہوئی ہے ان کا ذکر نہیں کرتے، ایسی صورت امر علی کفائی ہے، اور ہمیں کے اس طرح صورت بیان کرنے کو ہر حال میں گناہ ہے۔

میں مشغول رہو، اور ہو جاؤ اللہ کے حضور میں چلنے والوں اور گرنے والوں میں سے

اور کئے جاؤ بندگی اپنے پروردگار کی سوت آسنے تک۔ (شربت اللہ)

(تشریح) صحیح کہ شریعت کے اصولی و احکام کا کچھ علم ہے، وہ جانتے ہیں کہ تجارت

اور اس کے ذریعہ دولت کمانا ناجائز نہیں ہے، اور شریعت کے احکام کا ایک ٹکڑا بھستہ

تجارت وغیرہ مالی معاملات سے بھی متعلق ہے، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان

تاجروں کی بڑی بڑی فضیلتیں بیان فرمائی ہیں، جو ان امت واری، راستبازوں اور پختہ لوگوں

کے ساتھ تجارت کرتے ہوں۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو خاص مقصد تھا

اور جو کام اللہ تعالیٰ کو آپ سے لینا تھا، اس میں تجارت جیسے کسی جائز معاشی مشغلے میں بھی

مشغول ہونے کی گنجائش نہ تھی، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو قیامت اور توکل کا دائرہ سزاؤں کے

دوس طرف سے فارغ بھی فرما دیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا مطلب یہی ہے کہ مجھے تو ان چیزوں کا

میں اپنے کو لگا نا ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو حکم ہے، میرا کام تجارت اور

دولت اندوزی نہیں ہے۔

آپ کے امتیاز میں بھی اللہ کے جو بندے نماہن متوکلانہ طرز زندگی کو اپنی مثال

کریں، انہوں نے اپنے کے شہنائے و مصائب پر صبر کی ہمت رکھتے ہوں، اور اللہ تعالیٰ پر توکل

کی دولت ان کو مسرور تو ان کیلئے بھی بلاشبہ یہی افضل ہے، لیکن چونکہ یہ حال نہ ہوا، ان کو

کسی جائز معاشی مشغلہ کا اختیار کرنا چاہئے تاکہ انہوں نے اس نامت میں ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دولت و ثروت کی پیشکش اور آپ کی فقر پسندی۔

(۳۸) عَنْ أَبِي أَنَسَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مَنْ رَزَقَ فَقْرًا فَجَعَلَ فِي بَطْنِهِ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِمَّا كَسَبَ كَسَبَتْ كَأَنَّ يَدَيْهِ

وَلَكِنْ أَشْبَعَهُ قَوْمًا وَأَجْرًا يُؤْمَرُونَ إِذَا حُجَّتْ لَمْ تَكُنْ رَاقِبَةً  
 وَذَكَرَتْ حَافِظَةً وَإِذَا شَبِعَتْ حَتَّى تَمُوتَ وَتَكُنْ كَرِيمَةً — رواه أبو هريرة

(ترجمہ) حضرت ابوامامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ وہ اشتر تعالیٰ نے میرے سامنے یہ بات رکھی کہ میرے لئے وہ مکہ کی وادی کو (پانچ ماہ کے لشکر بزدوں کو) سونانا بنا دے، اور سونے سے بھر دے، یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے سامنے یہ بات رکھی گئی، کہ اگر تم دولت مند بننا چاہو، تو تمہارے لئے مکہ کی وادی کو ہم سونے سے بھر دیتے ہیں، تو میں نے عرض کیا کہ میرے پروردگار! میں اپنے لئے یہ نہیں مانگتا، بلکہ میں (ایسی) ناداری اور غریبی کی حالت میں رہنا پسند کرتا ہوں، کہ ایک دن پیش بھر کھاؤں اور ایک دن بھوکا رہوں، تو جب مجھے بھوک لگے تو آپ کو یاد کروں، آپ کے سامنے عاجزی اور گریہ و زاری کروں، اور جب آپ کی طرف سے مجھے کھانا ملے، اور میرا پیش بھرے، تو میں آپ کی حمد اور آپ کا شکر کروں۔

(سنن ابویہ، ج ۱، صفحہ ۱۰۲)

(تشریح) معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر و فاقہ کی جس حالت میں زندگی گزاری، وہ اپنے لئے خود آپ نے پسند کی تھی، اور اپنے اشتر سے آپ نے اس کو خود مانگا تھا۔ (ایسی عیش و عشرت سے متعلق حدیثیں متفرق ہیں، لیکن اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو خود مانگا تھا۔)

سب سے زیادہ قابل رشک بندہ۔

(۴۹) عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ  
 أَغْبَطُ أَهْلَ بَيْتِي حَتَّى أَمُوتَ تَعْبُوتُ الْخَالِدُ وَتَهْتَاجُ الْبُلْدُ  
 أَهْلُ بَيْتِي حَتَّى أَمُوتَ وَتَهْتَاجُ الْبُلْدُ

لَوْ يَتَذَكَّرُ لَكُمْ يَوْمَ الْآخِرَةِ مَا جَاءَكُمْ مِنْكُمْ وَلَا يَذُوقُهُ كَذَابًا فَاصْبِرْ عَلَى مَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ  
لَكَ فَتْنًا أَمْ يُغْنِيكَ عَنْهَا مَالٌ فَخْالٌ فَجَاءَتْ مِنْهُ نَفْسٌ فَكَذَّبَتْ بِمَا كَذَّبَ عَنْهَا وَكَانَ غُرُوقًا

(روداد، صمد الزرقانی و ابن ماجہ)

(ترجمہ) اولاً اللہ سے دعا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
میرے دوستوں میں بہت زیادہ قابل رشک میرے نزدیک وہ عورت ہے  
جو شہک بار (یعنی دنیا کے ساز و سامان اور مال و عیال کے لحاظ سے بہت  
ہلکا چلکا) ہو، نماز میں اس کا ہڑا حصہ ہو، اور اپنے رب کی عبادت میں  
کے ساتھ اور صحبتِ احسان کے ساتھ کرتا ہو، اور اس کی اطاعت فرمائے اور  
اس کا شعار ہو، اور یہ سب کچھ انھما کے ساتھ اور نفلت میں کرتا ہو، اور وہ  
چھپا ہوا اور گناہی کی حالت میں ہو، اور اس کی طرف انھیں سے اشارہ  
نہ کیے جاتے ہوں، اور اس کی روزی بھی بہت دیکھا ہے، اور وہ اس پر  
صابر و ثابت ہو۔۔۔۔۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ  
سے چنگ بجاتی (جیسے کہ کسی چیز کے ہوجانے پر اظہارِ تعجب یا اظہارِ حیرت  
کے لئے چنگ بجاتے ہیں) اور فرمایا جلدی آگنی اس کو موت، اور اس پر  
رونے والیاں بھی کم ہیں، اس کا ذکر بھی بہت تھوڑا سا ہے۔

(مسند احمد جامع ترمذی و تفسیر ابن ماجہ)

(تشریح) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور فرماؤ کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ میرے  
دوستوں اور اللہ کے مقبول بندوں کے انوار و احوال مختلف ہیں، لیکن ان میں بہت زیادہ  
قابل رشک زندگی ان اہل ایمان کی ہے، بھی حال یہ ہے کہ دنیا کے ساز و سامان اور  
مال و عیال کے لحاظ سے وہ بہت ہلکے، مگر نماز اور عبادات میں ان کا خاص حصہ، اور  
اس کے باوجود ایسے مامورین اور گناہم کہ آتے جاتے کوئی ان کی طرف انھما کے نہیں

کہ یہ فلاں بزرگ اور فلاں صاحب ہیں۔ اور ان کی روزی بس بہت روکھان لیکن وہ اس کے  
دل سے صابر و خاشع۔۔۔۔۔ جب موت کا وقت آیا تو ایک دم زحمت و شہچہ زیادہ  
مالی ردرست، اور نہ جانے اوروں کا ساتھ اور باخات کی تقسیم کے جھگڑے، اور نہ زیادہ اٹھ کر  
روئے والیاں۔

بلاشبہ بڑی تعالیٰ و شکر ہے اللہ کے ایسے بندوں کی زندگی، اور انھیں شکر کہ اس قسم کی  
زندگی والوں سے ہماری یہ دنیا آپ بھی تعالیٰ نہیں ہے۔

خوش حالی چاہئے والی بیوی کو ابوالدرداء کا بیوا۔۔۔

(۵۰) عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قُلْتُ لِرَبِيِّ الدَّرْدَاءِ مَا لَكَ لَا  
تُعَذِّبُ امْرَأَتَكَ فَجَلَسَتْ تَعَالَى فِي سَهْبَةٍ كَمَا تَعَالَى اللَّهُ فِي  
عَلِيٍّ وَرَسَلَتْ إِلَيْهَا سَأَلَتْهُ كَيْفَ كُنْتَ وَالْأَجْرُ لَكَ وَاللَّهِ لَأَنْتَ  
فَأَجِبْتَهَا أَنْ كُنْتُ بِرِثْلَيْ الْعَطْبِ

(رداء البیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ حضرت ابوالدرداء کی بیوی ام المرداءہ سے روایت ہے کہ میں نے  
ابو الدرداء سے کہا کہ۔ کیا بات ہے تم مال و منصب کیوں نہیں طلب کرتے؟  
جس طرح کہ فلاں اور فلاں طلب کرتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ۔۔۔ میں نے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ:- تمہارے آگے ایک بڑی  
دشمن اور گناہ گھائی ہے۔ اس کو گراں بار اور زیادہ بوجھ والے آسانی سے  
پاؤں نہ سکیں گے۔ راستے میں یہی پسند کرتا ہوں کہ جس گھائی کو عبور کرنے  
کے لئے ہلکا پھلکا راجھا (اس وجہ سے میں اپنے لئے مال و منصب طلب نہیں کرتا)۔

رشد الایمان البیہقی

(مشریح) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخیر ذریعہ حیات میں انور آپ کے بعد خلفائے راشدین کے زمانہ میں ایسی صورتیں پیدا ہو گئی تھیں کہ مشکت و راہوں سے اسوائے کہتے تھے اور ظالمین اور اپنی حاجت کو تقسیم کئے جاتے تھے، اسی طرح بہت سے لوگوں کو خاص خدمات اور ناصیب پر مقرر کیا جاتا تھا، اور ان کو اس خدمت اور کارکردگی پر صلہ ملتا تھا، جس سے ان کا گزارہ آسان ہو جاتا تھا۔ لیکن بعض صحابہ کرامؓ اس زمانہ میں بھی غم و غمناکی کی زندگی ہی کو اپنے لئے پسند کرتے تھے، ان ہی میں حضرت ابو الزناد بھی تھے، وہ آخرت کے کام اور عسکر کی تکلیفوں اور غمیوں سے اسکا اسی میں بچتے تھے کہ دنیا سے کم سے کم حصہ لیا جائے، اور اس کی طرح زندگی بسر ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتلایا تھا کہ آخرت کی دشوار گزار گھاٹیوں کو وہی لوگ مٹانی سے جوڑ کر سکیں گے جو دنیا میں بٹکے پھلے رہیں گے، اور جو لوگ دنیا میں اپنے بوہڑے یا وہ بوہڑے لادیں گے وہ آسانی سے ان گھاٹیوں کو پار نہ کر سکیں گے۔

موت اور افلاس میں خیر کا پہلو :-

(۱۷) عَنْ عَمْرِو بْنِ لَيْثٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ  
 (اَلْمَاتَانِ يَكْتُمُ عَمَّا بَيْنَهُمَا اَدَمٌ كَلِمَةٌ اَلَا مَوْتٌ وَالْمَوْتُ خَيْرٌ لِّلْمُتَدَبِّرِينَ  
 مِنَ الْوَالِدَةِ وَيَكْتُمُ عَمَّا بَيْنَهُمَا الْمَالُ اَلَا الْمَالُ اَكْبَرُ لِلْحِسَابِ۔۔۔

(رواہ احمد)

(ترجمہ) عمرو بن لیس نے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔۔۔ کہ جو چیزیں ایسی ہیں جن کو آدمی ناپسند ہی کرتا ہے، حالانکہ ان میں اس کے لئے بڑی بھتری ہوتی ہے، ایک تو وہ موت کو نہیں چھوڑتا، حالانکہ موت اس کے لئے فتنہ سے بھری ہے، اور دوسرے وہ مال کی کمی یا نواقص کو

تیسوں ہند کرنا، سالانہ کرنل کی کمی، اس وقت کے حساب کو بہت مختصر اور ہلکا کرنے  
والی ہے۔ (سنہ ۱۸۵۰ء)

(تشریح) واقعہ یہی ہے کہ ہر آدمی موت سے اور ناداری و افلاس سے گھبراتا ہے اور ان سے بچنا چاہتا ہے، حالانکہ موت باس کاغذ سے بڑی نعمت ہے، اگر مرنے کے بعد آدمی دنیا کے دین سوز قبضوں سے مامون و ضبط ہو جائے ہے، اور مال و دولت کی کمی اس کاغذ سے بڑی نعمت ہے کہ ناداروں اور غلبوں کو اس وقت میں بہت مختصر حساب دینا ہوگا، اور وہ اس سخت مرحلہ سے بڑی جلدی اور آسانی سے فارغ ہو جائیں گے۔ جب اسان افلاس و ناداری کی صحبت میں گرفتار ہو، یا کسی عزیز قریب کی موت کا حکم اس کو پہنچا ہو تو اس وقت وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرح کے ارشادات سے بڑی تسکین بخا  
نسل حاصل کر سکتا ہے۔

### عقبت اور عیال دار نکلیں ہندہ اللہ کا عیال ہے۔

(۲۴) عن عبد بن محمد بن خالد قال روتني الله رسول الله  
عليه وسلم ان الله يحب عيال المسلمين الفقير المصنفون  
ابا العیالی۔ رواہ ابن ماجہ۔

(ترجمہ) محمد بن یحییٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنا وہ مومن ہندہ بہت پیارا اور محبوب ہے  
جو قریب و فادار اور عیال دار ہو، اور اس کے باوجود باعفت ہو رہے ہوں  
تا جاؤ خطرے سے بید حاصل کرنے سے اور کسی کے سامنے اپنی ضروریات  
ظاہر کرنے سے بھی پرہیز کرتا ہو۔

(تشریح) بلاشبہ ہر شخص افلاس اور فقر و فاقہ کی حالت میں بھی عیال شہت

سے اپنی مخالفت کرے، اور اپنی تنگ حالی کا اختیار بھی نہ کرے، وہ قرآنِ باریت اور اشراکِ  
پیارا بندہ ہے۔

جو بندہ گنہگار اور دنیا میں تنگ حال و ناواری میں مبتلا کئے گئے ہیں اور غریبی یا اولاد  
فقیر و ناتقد کی زندگی گزار رہے ہیں، کاش تا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان بندوں سے  
تسلی اور سبق حاصل کریں، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل  
یو فقیرانہ و غریبانہ زندگی نصیب فرمائی ہے، اس کو اپنے حق میں نعمت سمجھ کر مبارک و شاکر  
رہیں، تو فقر و تاقیر کی تکلیفیں ہی ان کے لئے سمانین راحت و لذت بن جائیں۔

اپنی بھوک اور حاجت مندگی کو لوگوں سے چھپانے کی بجائے اللہ کا وعدہ۔

(۳۳) اِنَّ رِجْلَيْكَ فِي سَبْعِ مِائَةِ سَلْوَةٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مَنْ جَاءَكَ مِنْ أَحْبَابِكَ فَكَلَّمَهُ الْفَاسِقَ كَأَنَّكَ جَاءَكَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ  
بِحَلِّ أَنْ يَرْزُقَكَ بِذِي سَبْعِ مِائَةِ سَلْوَةٍ

(رواہ ابوداؤد بیہقی فی شعب الایمان)

(ترجمہ) حضرت محمد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا:۔ جو شخص بھوکا ہو، یا اس کو کوئی اور خاص حاجت ہو،  
اور وہ اپنی اس بھوک اور حاجت کو لوگوں سے چھپائے (یعنی ان کے  
سامنے ظاہر کر کے ان سے سوال نہ کرے) تو اللہ عز و جل کے ذمہ ہے، کہ  
اس کو حلال طریقے سے ایک سال کا رزق عطا فرمائے۔

(شعب الایمان للبیہقی)

(تشریح) اللہ کے ذمہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے  
اپنا یہ دستور عطا فرمایا ہے، اور جو بندہ بھی اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ پر یقین رکھے،

دل کے نور سے عقین کے ساتھ اس کا تجرہ کرے گا۔ انشاء اللہ وہ اس کا تعلق راہی اسکھولہ  
سے دیکھ لے گا۔

## زہد اور اسکے ثمرات و برکات

زہد کے لغوی معنی کسی چیز سے بے رغبت ہو جانے کے ہیں، اور دین کی خاطر اس مطلق  
میں آخرت کے لئے دنیا کے لذائذ و مخروبات کی طرف سے بے رغبت ہو جانے اور پیش  
و تقم کی زندگی ترک کر دینے کو زہد کہتے ہیں۔۔۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے اپنے عمل سے بھی اور اپنے ارشادات میں بھی اُمت کو زہد کی بڑی ترغیب دی ہے۔  
اور اس کے بہت کچھ ذیروی و اخروی ثمرات و برکات بیان فرمائے ہیں۔

زہد اختیار کرو، اللہ کے اور بندوں کے محبوب بن جاؤ گے :-

(۴۴) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ  
كَيْفَ يَكُونُ عَمَلِي إِذَا أَرَادْتُ أَنْ يَخْلُقَ اللَّهُ لِي كَنْزًا فِي آخِرَتِي  
قَالَ يَا سَهْلُ كُنْ زَاهِدًا

(روزہ السنن ذی لابن ماجہ)

(ترجمہ) سهل بن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی  
خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا، اور عرض کیا :- یا رسول اللہ! مجھے ایسا کوئی  
عمل بتلائیے کہ جب میں اس کو کروں، تو اللہ مجھ سے جنت کرے، اور اللہ کے  
بندے بھی مجھ سے جنت کریں۔۔۔۔۔ آپ نے فرمایا کہ :- دنیا کی طرف سے  
اعراض اور بے زہی اختیار کرو، تو اللہ تعالیٰ تم سے جنت کرنے لگے گا، اور جو  
(مال و جاہ) لوگوں کے پاس ہے اس سے اعراض اور بے زہی اختیار کرو، تو

مَطْلُوقٌ مُخَافَتٌ مُخَافَةٌ كَوَافَةٌ يَكْفُرُ الْحِكْمَةُ

(معاد الیہدقونی شعبہ لایحان)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ اور ابو ثعلبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی شخص کو اس معاملہ میں دیکھو کہ اس کو زہد یعنی دنیا کی طرف سے بے رغبتی دہلے گئی اور کم سخن (یعنی لغوا اور فضول باتوں سے زبان کو محفوظ رکھنے کی صفت) اللہ نے تعیب فرمائی ہے تو اس کے پاس اور اس کی صحبت میں رہ کر دیکھو کہ جس بندے کا یہ حال ہوتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکمت کا اظہار ہوتا ہے۔ (شعبہ لایحان ص ۱۰۱)

(تشریح) حکمت کے اظہار کا مطلب یہ ہے کہ وہ تحقیقوں کو صحیح طور پر سمجھتا ہے اس کی زبان سے وہی باتیں نکلتی ہیں جو صحیح اور نافع ہوتی ہیں، باسٹے اسکی صحبت کیسے اثر ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں حکمت کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ:-

وَمَنْ يُؤْتِ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا  
مَنْ يَعْطِ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا

اللہ تعالیٰ کی طرف سے زیادہ بندوں کو نقد جملہ :-

(۵۶) مَنْ أُوتِيَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا  
مَنْ يَعْطِ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا  
مَنْ يَعْطِ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا  
مَنْ يَعْطِ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا

(معاد الیہدقونی شعبہ لایحان)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے فرمایا کہ: جو بندہ بھی زہد اختیار کرے نہ یعنی دنیا کی رغبت و چاہت  
 اپنے دل سے نکال دے، اور اس کی خوش بھیش و خوش باشی کی طرف سے  
 بے رغبتی اور بے رغبتی اختیار کر لے، تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کے دل میں حکمت  
 کو لکھے گا اور اس کی زبان پر بھی حکمت کو جاری کرے گا، اور دنیا کے  
 محبوب اور اس کی پیاریاں اور چہرے کا علاج ساکب میں اس کو آنگھوں سے  
 دکھائے گا، اور دنیا سے اس کو سلا مشا کے ساتھ نکال کر جنت میں پہنچا

دے گا۔

(تعبیر بیان حبیبی)

(تشریح صحیح) اور یہی حدیث سے بھی معلوم ہوا تھا کہ دنیا میں جو شخص زہد اختیار  
 کرے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو حکمت اتھاکی جاتی ہے، حضرت ابو ذر غفاریؓ کی  
 اس حدیث سے اس کی اور زیادہ تفصیل اور تشریح معلوم ہوتی، اس حدیث میں:—  
 لکیت اللہ لکیت فی قلبہ اللہ اس کے دل میں حکمت لکھتا ہے

کے بعد جو کہ فرمایا گیا ہے، وہ گویا اسی حکمت کی تفصیل و تشریح ہے، اور مطلب یہ ہے کہ  
 زہد اختیار کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس دنیا میں چلا فقہ صلیب پر لٹا ہے کہ  
 اللہ تعالیٰ ان کے عقوبت میں حکمت اور معرفت کا حکم ڈال دیتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی خاص بات  
 ہے، نشوونما ہوتا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ کو لارہتا ہے، اور پھر اس کا نتیجہ ہوتا ہے کہ آگے دنیا  
 سے حکمت ہی کا چشمہ جاری رہتا ہے، اور دنیا کے محبوب و امراض گروا ان کو آنگھوں سے  
 دکھائیے جاتے ہیں، ان ان کے علاج ساکب میں ان کو خاص مہیرت عطا ہوتی ہے۔  
 اور دوسرے خاص انعام ان بندوں پر یہ ہوتا ہے کہ ان کو ایمان اور تقویٰ کی سلامتی کے ساتھ  
 اللہ تعالیٰ اس دنیا سے اٹھا لے، اور وہ اس فانی دنیا سے نکال کر جاودانی عالم میں پہنچا  
 دے اور اعظام جنت میں پہنچا دیتے جاتے ہیں۔

خاصانِ خدا عیش و تنعم کی زندگی نہیں گذارتے :-

(۶۵) عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
كُنِيَ يَتَّبِعُ بِرَأْيِ الْبَنِينَ قَالِ (قَالَ) وَاللَّعْنَةُ قَائِلَ عِبَادِ اللَّهِ  
كَيْفَ وَإِلَّا لَمَنْتُمْ جَبَلِينَ

(مگر محمد) حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو میں کی طرف دوائے کہا، تو نصیحت فرمائی کہ :- معاذ اے آدم علیہ السلام! خوش عیشی سے بچتے رہنا۔ اللہ کے خاص بندے آدم طلب اور خوش عیش نہیں ہوا کرتے۔

(تفسیر صحیح) دنیا میں آرام و راحت اور خوش عیشی کی زندگی گزارنا اگرچہ تمام امور نامہائے دنیا میں ہے، لیکن اللہ کے خاص بندوں کا تقاضا یہ ہے کہ وہ دنیا میں تنعم کی زندگی اختیار نہ کریں۔

اللَّهُمَّ كُنْ خَيْرَ مَا يَخْتَارُونَ

جب کسی بندہ کوشح صدق کی دولت نصیب ہوتی ہے، تو اس کی زندگی میں دنیا کی

بے رغبتی اور آخرت کی فکر نمایاں ہو جاتی ہے :-

(۶۶) عَنْ رِبِيعِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مَنْ تَبِعَ اللَّهَ أَنْ يَهْدِيَهُ يَهْدِيهِ اللَّهُ إِلَى سَعَادَةٍ كَمَا قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ السُّوءَ إِذَا دَخَلَ الصَّدَقَةَ  
وَالسُّوءَ فَفِيهِ كَارِهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ  
نَعْمَ الْحَجَابِيُّ مِنْ دَاوُدَ بْنِ قَيْسٍ قَالَ دَاوُدَ بْنَ قَيْسٍ قَالَ

### بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

رواہ ابو یوسف فی شعب الایمان۔

(ترمذی) حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: "فمن ہذا القمان یصوم یسبح صدقاً ثلاثاً" (جس کا مطلب یہ ہے کہ جس کے لئے اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ اس کو اپنی راہ پر لگائے اور اپنی رضا اور اپنا قرب نصیب فرمائے، تو کشادہ کر دیتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے یعنی عہدیت اور اللہ تعالیٰ کی قربانیاں داری والی زندگی کے لئے اس کا دل کھول دیتا ہے) یہ آیت تلاوت فرماتے کے بعد اس کی تفصیل اور تشریح کرتے جو۔ نے آپ نے فرمایا کہ:۔ فرجیب سینہ میں آگ ہے تو سینہ اس کی وجہ سے کھل جاتا ہے۔۔۔۔۔ عزم کیا گیا۔۔۔۔۔ یا رسول اللہ! کیا اس حالت کی کوئی علامت بھی ہے جس سے اس کو پہچانا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ:۔ ہاں! دنیا جو دلوں کے فریب کی جگہ ہے اس سے طبیعت کا جھٹکا اور اچاٹ بھٹانا (یعنی زندگی میں زندگی صفت آجانا) اور آخرت جو جہنم کی جگہ ہے، طبیعت کا اس کی طرف رجوع ہو جانا اور موت کے آنے سے پہلے اس کی تیاری میں لگ جانا (یعنی توبہ و استغفار اور عبادت سے اجتناب اور عبادت کی کثرت کے ذریعہ موت کی تیاری کرنا)۔

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے جس بندہ کو اپنی خاص عہدیت سے نوازنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک خاص نور اور جذبہ ربانی پیدا کر دیتا ہے جس سے اس کا سینہ عہدیت والی زندگی کے لئے کھل جاتا ہے، اور پھر اس کے نتیجہ میں دنیا سے بے رغبتی و بے رخی اور آخرت کی فکر اور اللہ تعالیٰ کی لقا اور جنت کا شوق ہو کر اس کی تیاری میں ساری چیزیں اس کی زندگی میں ابھر جاتی ہیں، اور ان کے ذریعہ اس بات کو جانایا جاسکتا ہے کہ اس بندہ کو وہ خاص نور نصیب ہو گیا اور جذبہ ربانی اسکے دل میں ڈال دیا گیا ہے۔

اس امت کے صلاح کی بنیاد یقین اور زہد ہے۔۔

(۵۹) یکن تکبر و تین شعیب یکن اوجہ عن جدی ۴ اکی التی علی لاقہ  
 کذہ و کلمۃ قانی اقول حکما ۵ ہذا الا کلمۃ الیکذین والذل حد  
 و اقول ذکا و ہذا البخل فالا نمل۔۔۔۔۔ رواہ البیہقی فی شعب الایمان۔

(ترجمہ) ، وابت سے عمرو بن شعیب سے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے والد  
 شعیب سے، اور وہ روایت کرتے ہیں اپنے دادا عبدالشر بن عمرو بن عاصم سے  
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ۔۔ اس امت کی پہلی نیک اور  
 بہتری یقین اور زہد ہے اور اس کی پہلی خرابی بخل اور دنیا میں زیادہ رہنے  
 کی آرزو ہے۔ (شعب الایمان للبیہقی)

(تفسیر صحیح) مطلب یہ ہے کہ اس امت کی صلاح و فلاح اور اسکے کمالات و ترقی  
 کی بنیاد اس کی دو محضتیں یقین، ایک یقین اور دوسری زہد، اور جب امت میں بگاڑ  
 شروع ہوگا تو سب سے پہلے یہ ہی دو محضتیں اس میں سے جانیں گی، اور ان کی ضد  
 بخل اور دنیا میں زیادہ رہنے کی آرزو آئے گی، اور اس کے بعد خرابیوں اور بڑھتیوں کا  
 زخم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جائے گا، اور امت برابر گرتی ہی چلی جائے گی۔

شاید میں نے جیسا کہ لکھا ہے۔۔ اس حدیث میں یقین سے مراد خاص اس شخصیت کا  
 یقین ہے کہ اس دنیا میں جو کچھ کسی کو ملتا ہے، اور جو اچھی یا بُری حالت کسی پر آتی ہے وہ  
 اللہ کی طرف سے اور اللہ کے فیصلہ سے آتی ہے۔۔۔ اور زہد کا مطلب یہ ہے کہ پہلے ہی

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں آج سے ۱۲۰۰ سال پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے ان دعاؤں کو عطا کیا اور ان کی حقیقت  
 صادقاً ہے، ان دعاؤں میں سے ایک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دعاؤں کو عطا کیا ہے۔۔۔۔۔  
 میں نے ان دعاؤں کو عطا کیا ہے، ان دعاؤں میں سے ایک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دعاؤں کو عطا کیا ہے۔۔۔۔۔

معلوم ہو چکا ہے یہ ہے کہ دنیا سے دل جدا کیا جائے، اور اس کی تاپا تپا تپا رتد تپوں اور راتوں کو مطلوب و مقصود نہ بنایا جائے، اور اس یقین اور نہ ہر کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے حاصل ہو جانے کے بعد آدمی اللہ کے راستے میں اور اعلیٰ مقاصد کے لئے جان و مال خرچ کرتے ہیں غل نہیں کرتا، یعنی صاحب یقین اور زاہد کے لئے کسی اچھے مقصد کے لئے اور اللہ کی راہ میں زیادہ سے زیادہ مال خرچ کر دینا اور خطرات میں کودنا آسان ہو جاتا ہے اور یہی مومن کی ساری ترقیوں کی کنجی ہے۔ اور جب مومن ان صفات سے خالی ہو جائے، یعنی بھائے اللہ پر یقین کے اس کا یقین اپنے مال پر ہو جائے، اور وہ سمجھے گئے کہ اگر مال میرے پاس ہوگا تو زندگی اچھی گزرے گی، اور مال نہ ہوگا تو میں تکلیفوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہو جاؤں گا، تو اس میں ضرور غل پیدا ہو جاتا ہے گا، اور اسی طرح جب ہر کی صفت اس میں نہ رہے گی اور دنیا اس کی مطلوب و مقصود بن جائے گی تو اس دنیا میں زیادہ سے زیادہ رہنے کی خواہش لازماً اس کے دل میں پیدا ہو جائے گی جس کو حدیث میں ان سے تعبیر کیا گیا ہے، اور ظاہر ہے کہ غل اور آگ پیدا ہو جانے کے بعد مومن اپنے اصل مقام سے گرے گا ہی چلا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی خاص غرض و غایت اور اس میں امت کے لئے خاص ہدایت یہ ہے کہ امت کی اصلاح و فلاح کے لئے ضروری ہے کہ اس دنیا سے یقین اور تہد کی صفات پیدا کرنے کی، اور ان ایمانی صفات کی حفاظت کی پوری ہنسکرا اور جدوجہد کی جائے، اور غل اور آگ (یعنی دنیا میں زیادہ رہنے کی آرزو) جیسی گھبراہٹانی صفات سے اپنے گلوب کی حفاظت کی جائے، امت کی اصلاح و فلاح اسی سے وابستہ ہے۔

نہ ہر کیا ہے، اور کیا نہیں ہے :-

(۶۰) عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ مَدَائِنَةٍ

فِي الْمَلَأَ لَيْسَتْ بِشَعْرِيَةِ الْحَمَلِ وَلَا كَلَا بِإِصْبَاحِهِ الْمَنَالِ وَلَا كَلْبِ  
 التَّمَاذِ فِي اللَّكْظِ أَنْ لَا تَكُونَ بِمَافِي بَدَنِكَ أَوْ لَقِي مَرَاتَا  
 فِي يَدِي مِنَ الْفَلَكِ وَأَنْ تَكُونَ فِي تَوَابِ الْعَصِي بِكَ إِذَا أَلْتَا أَهْبَيْتَ  
 بِهَا أَرْغَبَ وَبِهَا كَأَنَّهَا أَيْضَيْتَ لَكَ — رواه الشيخان وصحاحهما —  
 (ترجمہ) حضرت ابو ذر غفاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا کہ وہ دنیا کے بارے میں زہد اور اس کی طرف سے بے رغبتی (جو خواہش  
 ایمانی صفت ہے) اور وہ حلال کو اپنے پر حرام کرنے اور اپنے مال کو برباد کرنے کا  
 نام نہیں ہے، بلکہ زہد کا اصل معیار اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ جو کچھ بھلائی  
 پاس اور تمھارے ہاتھ میں ہو اس سے زیادہ اعتماد اور بھروسہ تم کو اس پر ہو  
 جو اللہ کے پاس اور اللہ کے قبضہ میں ہے، اور یہ کہ جب تم کو کوئی تکلیف اور  
 ناخوش گواری پیش آئے تو اس کے اخروی ثواب کی چاہت اور رغبت تمھارے  
 دل میں زیادہ ہو نسبت اس خواہش کے کہ وہ تکلیف اور ناگواری کی بات  
 تم کو پیش ہی نہ آتی۔

(ترمذی ج ۱ ص ۱۰۱)

(گشتر میں) بہت سے لوگ ناواقف سے زہد کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ آدمی دنیا کی  
 مادی نعمتوں، راحتوں اور لذتوں کو اپنے اوپر حرام کرنے نہ کہیں، لذت کھانا کھائے، نہ شکر ادا  
 پائی ہے، نہ اچھا کپڑا پہنے، نہ کبھی اچھے نرم بستر پر سوئے، اور اگر کہیں سے کچھ آجائے، تو  
 اس کو بھی اپنے پاس نہ رکھے، خواہ وہ بھاری سے کہیں چھینک ہی دے۔ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اسی غلط خیالی کی اصلاح فرمائی ہے، آپ کے ارشاد کا  
 ما اصل یہ ہے کہ زہد کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ نے اپنی جن نعمتوں کا استعمال بندوں کے لئے  
 مقرر کیا ہے، آدمی ان کو اپنے پر حرام کرے، اور اگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس سے برباد  
 کرے، بلکہ زہد کا اصل معیار اور تقاضا یہ ہے کہ جو اس دنیا میں اپنے پاس اور اپنے ہاتھ میں ہو

اس کو فانی اور ناپائیدار یقین کرتے ہوئے اس پر اعتماد اور بھروسہ نہ کرے۔ اور اس کے مقابلے میں اللہ کے غیر کمالی تنہی خزانوں پر اور اس کے فضل پر ترغیب و اعتماد اور بھروسہ کرے۔ اور دوسرا مہیا اور دوسری علامت زدہ کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جب کوئی تکلیف اور مصیبت بندہ کو پہنچ جائے تو اس کے اخروی اجر و ثواب کی چاہت اور رغبت اس کے دل میں اس مصیبت اور تکلیف کے نہ پہنچنے کی آرزو سے زیادہ ہو یعنی بجائے اس کے کہ اس کا دل اس وقت یہ کہے کہ کاش یہ تکلیف مجھے نہ پہنچتی جو توئی اس کے دل کا اساس بنے کہ آخرت میں مجھے اس تکلیف کا جو اجر و ثواب ملے گا انشاء اللہ وہ تکلیف نہ پہنچنے کے ساتھ میں میرے لئے ہزاروں درجہ بہتر ہوگا۔۔۔۔۔ اور ظاہر ہے کہ آدمی کا یہ حال جب یہی ہو سکتا ہے جبکہ اس کو ہمیشہ دنیا کے مقابلے میں ہمیشہ آخرت کی زیادہ فکر ہو۔۔۔۔۔ اور یہی زندگی اصلی و اساس ہے۔

اس حدیث سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ بندوں کو اس دنیا میں عاقبت اور راحت کے بجائے تکلیف اور مصیبت کی تمنا اور اللہ تعالیٰ سے اس کی دعا کرنی چاہئے۔ دوسری حدیثوں میں اس سے صریح ممانعت آئی ہے اور صحیح روایات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو ہمیشہ تاکید فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ سے عاقبت اور خیریت ہی کی دعا اور استعاذہ کیا کرو (مَنْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى) اور خود آپ کا معمول و دستور یہی تھا، پس حضرت ابوذر کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ ہوگا نہیں ہے کہ بندہ اس دنیا میں مسائب اور تکالیف کی تمنا یا تمنا کرے، بلکہ اس کا مطلب و دعا صرف یہ ہے کہ جب اللہ کے حکم سے کوئی مصیبت یا تکلیف بندہ کو پہنچ جائے تو پھر بس اس کا تقاضا اور توبہ کا تقاضا یہ ہے کہ اس مصیبت یا تکلیف کا جو اجر و ثواب آخرت میں ملنے والا ہے وہ اس کو اس کے نہ پہنچنے سے زیادہ ہووے اور خوب ہو۔۔۔۔۔ ایسی دنیاوی باتوں کے تفرق کو بھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔

## زہد نبوی

اپنے اور اپنے خاص متعلقین کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فقر پسندی :-

(۶۱) عَنْ أَبِي بَكْرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَكَلْتُ لَحْمَ

أَخِيذِينَ بِسِكِّينَةٍ وَأَخِيذِيَّ بِسِكِّينَةٍ وَأَشْتَرْتُ فِي رِيَّةٍ رَمْسًا قِي

الْمَسَاكِينِ ..... رواه ابن جرير في صحيحه وابن ماجه في صحيحه.

(ترجمہ) حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے کہ: اے اللہ! مجھے مسکینوں کی حالت میں نہ رکھ

اور مسکینوں کی حالت میں دنیا سے اٹھا، اور مسکینوں کے گروہ میں میرا حشر فرما۔

دیباچہ ترجمہ و شعبہ الامامین للذہبی، اوسمان بیروتی سے نقل

ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے۔

وشرح صحیح) ابی چند صفحے پہلے یہ حدیث گذر چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پیشکش کی گئی کہ اگر آپ چاہیں تو آپ کے لئے مکہ کی

کو سونے سے بھر دیا جائے، تو آپ نے عرض کیا کہ: نہیں، میرے پروردگار! تمہارا نبی

خیرا نہ زندگی چاہتا ہے کہ ایک دن کھائے کہ دوسرا دن کھائے کہ تیسرا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوچا سمجھا کہ اپنے لئے خیرا نہ زندگی کو پسند فرمایا تھا،

اور یہی آپ کی حقیقت شناس بہار کی طبیعت کا بھی میلان تھا، اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ

آپ کا جو مقام و منصب تھا، اور جو کارِ عظیم آپ نے متعلق تھا اس کے لئے فقر و سبکدوشی

زندگی ہی تریاوت مناسب و بہتر تھی۔ اور اگر اللہ تعالیٰ قناعت و طمانیت اور

رضا و تسلیم نصیب فرمائے، تو بہروں کے لئے عام طور سے ہی دینی اور آخری نقطہ نظر سے

پرست و دوستداری کے فخر و نادر کی زندگی میں افضل اور بہتر ہے۔

(۶۲) عَنْ أَبِي مُؤْتِبٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قَوًّا قَرِينِي زَكَاةً كَمَا فَخَا  
(رواد البخاری و مسلم)

(ترجمہ) حضرت ابو مؤتب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ، اے اللہ! محمد کے متعلقین کی روزی میں بقدر کفایت ہو۔  
(بخاری و مسلم)

(تشریح) اصل عربی زبان میں آل کا لفظ گھر و اولاد یعنی بیوی بچوں کیلئے ہی استعمال ہوتا ہے، اور شیعیں کے لئے بھی، لیکن اس دعا میں بظاہر آپ کی مراد آپ کے گھر والے ہی ہیں، اسی لئے ہم نے اس کا ترجمہ متعلقین سے کیا ہے، خوف اور کفالت دونوں کا مطالبہ قریب قریب ہی ہے کہ روزی پس اتنی ہو کہ زندگی کا نظام چلتا رہے، نہ اتنی تنگی ہو کہ فائدہ زندگی اور پریشاں حالی کی وجہ سے اپنے متعلقہ کام بھی نہ انجام دیتے جا سکیں اور دست سوال کسی کے سامنے پھیلا نا پڑے اور نہ اتنی فریفت ہو کہ کل کے لئے بھی ذخیرہ رکھا جائے کہ۔۔۔۔۔ اعاذت و میر کی شہادت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی اسی طرح گذری۔

حضور کی زندگی میں آپ کے گھر والوں کے ہمیشہ قرونِ بچگی کی کوئی سبب بھی نہیں ہوا۔

(۶۳) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا لَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ مِنْ خَلْقٍ أَحْسَنَ  
يَوْمَئِذٍ مِمَّنَّا يَا اِلهَ عَالَمِينَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
(رواد البخاری و مسلم)

(ترجمہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے گھر والوں نے جو کہ روٹی کے بھی دو دن متواتر پیٹ نہیں بھرا  
 یہاں تک کہ حضور پر اس دنیا سے اٹھائے گئے۔ (بخاری و مسلم)  
 (تشریح) مطلب یہ ہے کہ حضور کی پوری زندگی میں ایسا نہیں ہوا کہ آپ کے  
 اہل و عیال نے دو دن متواتر جو کہ روٹی بھی پیٹ بھر کھائی ہو۔ اگر ایک دن پیٹ بھر کھانا  
 تو دوسرے دن بھوکے رہے۔

(۶۴) عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّكَ مَنَّ بِقَوْمٍ بِأَنْ  
 آتَيْتَهُمْ شَاكًا مَحْضِيَّةً فَلَمْ يَأْكُلُوا مِنْهَا وَأَنْ قَالَ ——— حَجَّلَ وَقَالَ  
 غَيْرَ ذَلِكَ بَلْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْعُرَشِيَّةِ  
 مِنْ شَعْرِ النَّبِيِّينَ ——— (بخاری)

(ترجمہ) سید سعید بن مسیب نے حضرت ابو ہریرہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص ان کا  
 گھر گھر لوگوں پر ہوا اور کھانے پر بیٹھے تھے اور ان کے سامنے چینی ہوئی بکری  
 رکھی ہوئی تھی، ان لوگوں نے حضرت ابو ہریرہ سے بھی کھانے میں شریک  
 ہونے کی استدعا کی، تو آپ نے انکار کر دیا، اور بطور معذرت کہا کہ میرے  
 لئے اس کھانے میں کائنات ہے، جبکہ مجھے معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم دنیا سے اس حال میں تشریف لے گئے کہ جو کہ روٹی کے بھی آپ نے  
 پیٹ نہیں بھرا۔ (بخاری)

رسول اللہ صلعم نے دنیا میں جو تکلیفیں اٹھائیں وہ کسی نے بھی نہیں اٹھائیں۔

(۶۵) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا كَانَ  
 فِي حَيْفَتَيْهِ فِي اللَّهِ وَمَا يَخْلُفُ أَحَدًا وَكَانَ أَحَدًا فِي اللَّهِ وَمَا  
 يُؤَدِّي أَحَدًا وَكَانَ أَحَدًا عَلَى قُلُوبِهِ مِنْ بَيْنِ أُمَّةٍ وَتَقِيهِ

وَمَا تَلَقُ ذُو الْحِجَابِ إِلَّا خَافًا مَوْجُوعًا مَدْعُودًا بِمَا كَذَّبَ وَتَوَّابًا

زبط پکلائی  
 رواہ الترمذی

(ترمذی) حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے راستہ میں مجھے اتنا ڈرا یا دمکا یا کیا کہ کسی اور کو اتنا نہیں ڈرایا گیا، اور اللہ کے راستہ میں مجھے اتنا ستایا گیا کہ کسی اور کو اتنا نہیں ستایا گیا، اور ایک دفعہ تیس دن رات مجھ پر اس حال میں گذرے کہ میرے سر سے اور بلال کے لئے کھانے کی کوئی ایسی چیز نہ تھی جس کا کوئی جاندار کھا سکے، بجز اس کے جو بلال سے اپنی نعل میں ڈبا رکھا تھا۔ (صحیح بخاری)

(تشریح) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو سب سے پہلے یہ آپ بیتی سنائی، کہ دین کی دعوت اور اللہ کا پیغام پہنچانے کے سلسلہ میں مجھے ایسی ایسی چیزوں سے گزرنا پڑا ہے، دشمنوں نے مجھے اتنا ڈرا یا دمکا یا کہ میرے سر سے اتنا نہیں ڈرایا دمکا یا گیا، اور جب میں نے ان کی دھمکیوں کا اثر نہیں لیا، اور دین کی دعوت دینا ہی رہا، تو ان ظالموں نے مجھے اتنا ستایا اور ایسی ایسی تکلیفیں دیں کہ میرے سر سے ایسی کو ایسی تکلیفوں سے گزرنا نہیں پڑا، اور بھوک اور فاقہ کی تکلیف بھی اتنی ڈھائی کہ ایک دفعہ پورے مہینہ کے تیس دن رات اس حالت میں گذر گئے کہ کھانے کی کوئی چیز نہ تھی، بجز اس کے کہ بلال نے اپنی نعل میں کچھ ڈبا رکھا تھا، پورے مہینہ مجھے اور بلال کو اسی پر گزارہ کرنا پڑا۔

وَرُوْدُ حَيْبَةِ تَمْرٍ حَضْرًا كَمَا جِئْتُمْ بِهَا تَهْتَدُونَ

(۶۶) عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ لِعَزْرَةَ ابْنِ أَبِي سَلَمَةَ

كُنْتُ رَأَى الْعَبْدِ لِي ثَلَاثَةَ أَهْلٍ لِي فِي شَهْرَيْنِ وَمَا أَوْقَدَتْ

فِي أَيْمَاتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَارَفَقْتُ مَا  
 كَانَتْ بَعِيثَتُكُمْ قَالَتْ أَلَا شَرُّ مَا فِي الْعَسَلِ قَوْمُ الْوَالِدِ الْأَعْمَى  
 كَذَلِكَ كَانَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَنَازِلٍ وَمِنْ  
 الْأَنْصَارِ كَانَتْ لَهُمْ مَنَازِلُهُمْ وَكَانُوا مَعَهُ حَتَّى لِرَسُولِ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبِيضَتُكُمْ - رواه البخاري وغيره.

(ترجمہ) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے عروہ سے فرمایا:-  
 میرے بھانجے اہم (اہلبیت نبوت) اس طرح گزارہ کرتے تھے کہ کبھی کبھی  
 گلا تارتیں تین چاند دیکھ لیتے تھے (یعنی کال دہیسنے گزار جاتے تھے) اور  
 حضورؐ کے گھروں میں چوٹھا گرم نہ ہوتا تھا اور وہ کہتے ہیں (میں نے عرض کیا کہ  
 پھر آپ لوگوں کو کیا چیز زخمہ لگتی تھی؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا، میں  
 گھور کے دانے اور پانی (ان ہی پر ہم بیٹے تھے) - البتہ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض انصاری بڑے ہوتے تھے ان کے ہاں دودھ جیسے  
 واسلے جانور تھے، دو آپ کے لئے دودھ بطور ہیرہ کے بھیجا کرتے تھے اور  
 اُس میں سے آپ ہم کو بھی لے لیتے تھے - (بخاری و مسلم)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ ننگی باور ناداری اس قدر تھی کہ حضورؐ کے گھروالوں پر  
 دودھ بیچنے ایسے گزار جاتے تھے کہ کسی قسم کا انعام، بلکہ کچھ والی کوئی چیز بھی گھر میں نہیں  
 آتی تھی، جس کی وجہ سے چھٹا جلائے کی نوہت ہی نہیں آتی تھی، بس گھور اور پانی پر  
 دن کاٹے جاتے تھے، یا کبھی پڑوس کے کسی گھر سے حضورؐ کے لئے دودھ آتا، تو وہ پریشانی  
 میں پوچھا تھا، باقی بس اللہ کا نام ا۔

آپ کے اور آپ کے گھروالوں کے مسلسل غلطیے۔

(۶۷) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يُرِيْتُ الْكَلْبَ إِلَى الْمَتَكِ فَمَعَهُ كَلْبٌ وَبِأَهْلِهِ لَا يَجِدُ رَجُلًا عَشَاءً

وَرَأَيْتُ كَلْبًا عَشَاءً فَمَعَهُ كَلْبٌ وَبِأَهْلِهِ لَا يَجِدُ رَجُلًا عَشَاءً

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میرے سامنے ایک کتا تھا جس کے پاس کتا تھا اور اس کے گھروالوں کو نہیں

پاتے تھے (اور جب کھاتے) تو ان کالوں کا کتا کھاتا عام طور سے بس جو کئی

روٹی ہوتی تھی۔

(ترمذی)

جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کی زرہ ایک بیوی کے پاس نہیں تھی۔

(۶۸) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

كُرِيْتُ مَرَّةً مَرَّةً وَهِيَ كُرِيْتُ مَرَّةً مَرَّةً مَرَّةً مَرَّةً مَرَّةً مَرَّةً مَرَّةً مَرَّةً

(ترجمہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے سال میں وفات پائی کہ آپ کی زرہ

۳۰ صاع جو کے بدلے ایک بیوی کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی۔

(بخاری)

(تشریح) ہمارے اکثر علماء کی تحقیق ہے کہ ایک صاع قرینا ساڑھے تین سیکہ

ہوتا تھا اس حساب سے ۳۰ صاع جو قرین ڈھائی من کے ہونے۔ حدیث کا

مقصود اور مشافہہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک کے بالکل آخری اکتابم  
 میں بھی جبکہ قریب قریب پورے عرب کے آپ فرمایا تھا مجھ سے آپ کے مگر کے گزارہ کا  
 مانی یہ تھا کہ دینہ کے ایک یہودی کے پاس اپنی قیمتی زدہ زمین رکھ کر آپ نے صورت ہمار  
 ہر دوخات سے کچھ ہی پہلے قرض لینے لگے ۔

### مسلمانوں کو چھوڑ کر کسی یہودی سے قرض لینے کی مصلحت :-

دینہ کے مسلمانوں میں بھی ایسے متعدد افراد ہونے کے باوجود جن سے ایسے چھوٹے  
 چھوٹے قرضے غالباً ہر وقت لئے جاسکتے تھے کسی یہودی سے قرض لینے کی چند مصلحتیں  
 ہو سکتی ہیں :- ایک یہ کہ آپ نہیں چاہتے تھے کہ اپنے اہل بیت اور نیاز مندوں میں سے  
 کسی کو اس حالت اور اس قسم کی ضرورت کا علم ہو کیونکہ پھر وہ بچائے قرض کے ہدیہ  
 وغیرہ کے ذریعے آپ کی خدمت کو ناچاہتہ اور اس سے ان پر بار پڑتا، نیز اس صورت  
 میں ان سے قرض منگوانے میں ایک قسم کی طلب اور تحریک ہو جاتی ۔

اور غالباً دوسری بڑی وجہ یہ تھی کہ آپ اس کے شہ اور شاہد سے بھی بچنا چاہتے  
 تھے، کہ آپ کے نزدیک اہل ایمان کو دین کی جو دولت ملی اس کے عوض آپ کوئی تحیر سے  
 تھی یہی دینی فائدہ آپ سے اٹھائیں، اس لئے مجبوری اور ضرورت کے موقع پر آپ  
 قرض بھی غیر مسلموں سے لینا چاہتے تھے ۔

تیسری مصلحت اس میں غالباً یہ بھی تھی کہ دین دین کے یہ تعلقات غیر مسلموں سے  
 رکھنے میں آن کی آمدورفت اور لئے جیلنے کے مواقع پیدا ہوتے تھے اور اس کا راستہ کھلنا  
 تھا، کہ وہ لوگ آپ کو اور آپ کی سیرت کو جانیں اور جانیں اور ایمان اور رضائے آپ کی  
 دولت سے وہ بھی بہرہ یاب ہوں ۔ چنانچہ یہ نتائج ظہور میں بھی آئے، مشکوٰۃ  
 ہی میں امام بیہقی کی یہ روایت منقولہ ہے کہ حوالہ سے دینہ کے ایک بڑے دو قسطنہ یہودی کا

یہ واقعہ کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کچھ فریض لیا تھا، وہ تھا کہ  
 آیا، تو آپ نے غدر کیا کہ اس وقت ہم غلطی باتھیں اسلئے تھا اور عرضہ دار کرنے سے  
 آج مجھ پر ہیں، اس نے کہا کہ میں تو غیر نے نہیں ہاؤں، چنانچہ بگڑ کے وہیں چھو گیا،  
 یہاں تک کہ پورا دن گزر گیا اور رات بھی گزر گئی، اور حضور نے جس دوران میں اس  
 یهودی کی موجودگی ہی میں ظہر جمعہ مغرب، عشاء اور ظہر کی نمازیں اور قرآنیں ادا  
 نہیں ہلا، بعض صحابہ کو اس کی یہ حرکت بہت ناگوار ہوئی اور انہوں نے چپکے چپکے اس کو  
 ڈرا پنا دھکا یا، تاکہ وہ کسی طرح چلا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا پتہ  
 چل گیا تو آپ نے فرمایا، کہ بھلا اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ کسی عباد پر کوئی ظلم نہ زیادتی نہ  
 یہ سن کر ان صحابہ کو بھی خاموش ہو جانا پڑا، پھر کچھ وقت گزرنے کے بعد اس یهودی نے  
 کہا کہ دراصل میں روپیہ کے تقاضے کے لئے نہیں آیا تھا، بلکہ میں دیکھتا اور جانچتا ہوں  
 تھا کہ وہ اوصاف و علامات آپ پر موجود ہیں یا نہیں جو نورات میں آخری زمانے میں  
 آنے والے پیغمبر کے بیان کئے گئے ہیں، آپ میں نے دیکھ لیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ آپ ہی  
 وہ نبی موجود ہیں، اسکے بعد بیسیوں لوگوں نے شہادت پڑھا، اور اپنی ساری دولت حضور کی خدمت  
 میں پیش کر کے عرض کیا: *يَا مُحَمَّدُ اِنَّا لَنَرِيكَ فَاِنَّكَ كَمَا نَرَاكَ اللهُ بِبَيْرٍ سَاوٍ*  
 ہاں حاضر ہے، آپ اللہ کی تعظیم و ہدایت کے مطابق اسکے پاس سے ہو جائیں  
 فرمائیں، اور جس مصرت میں چاہیں اس کو صرف فرمائیں۔

وَمَلَكَةٌ بَاتَتْ فِي السَّمَاءِ وَنَحَلْنَ لِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ رُوحَهُ الْقُدُسَ

خوشحالی کیلئے دعا کی درخواست پر حضرت عمرؓ کو آپؐ نے فرمایا۔

(۶۹) عَنْ عُمَرَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ عَلَيَّ رُسُومُ اللهِ وَحَتَّى اللهُ تَكَلَّمَ بِمَلَكٍ

فَأَذَانَهُ تَمَلَّكَ عِزِّي وَنَالَ حَبِيْبِي بِرَأْسِي بَيِّنَةً فَكَلَّمَ قَلْبِي

كُنَّا اَنْزِلْنَا لَكَ رَجُلًا مِنْ مَلَائِكَةِ سَمَاءٍ اَنْزَلَتْ مِنْ سَمَاءٍ مِنْ اَكْبَرٍ خَلَقَتْ حَا  
 رِيحًا كَلَّتْ بِهَا رُسُوكَ اللهُ اَدْعُ اللهُ فَلْيَسْتَجِبْ عَلَيَّ اَمْرِيكَ فَاِيَح  
 كَارِيصَ وَاللَّيْلُ لَمَّا قِيلَ لِيُتَوَجَّعْ عَلَيْكَ هَمٌّ وَكَيْدٌ فَتَ اللهُ فَكُنَّا  
 اَوْ فِي هَذَا اَنْتَ يَا اَيُّهَا الْخَطَّابُ اَوَّلِيكَ قَوْمٌ هَمَّتْ لِي هَمٌّ  
 كَلْبَتَا هَمَّتْ فِي الْكَيْدِ وَاللَّيْلُ اَوْ فِي رَدَا يَلُو اَمَّا تَوَجَّعُ اَنْ تَكُونُ  
 لِي هَمًّا اَللَّهُ لَيْتَا وَكُنَّا اَلْمَلَكُوتِ  
 ..... رواه البخاري و مسلم

(ترجمہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو اس حالت میں دیکھا کہ کجور کے ٹھوں سے بنی چوٹی ایک چٹائی پر آپ بیٹھے ہوئے ہیں اور اس کے اور آپ کے صبر مبارک کے درمیان کوئی بستر نہیں ہے اور چٹائی کی بناوٹ نے آپ کے پہلوئے تمہارے پر گھوسے نشانات ڈال دیئے ہیں اور سر پانے پر پڑے کا کیکر ہے جس میں کجور کی پھیالی کوٹ کے بھری ہوئی سب سے یہ حالت دیکھ کر میں نے عرض کیا کہ: حضور! اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ آپ کی امت کو فرخی اور خوش حالی عطا فرمائے، روم اور فارس والوں کو بھی اللہ نے فرخی دی ہے، حالانکہ وہ تو خطا پرست بھی نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا:-

ایسا ہی خطاب دیکھا تم بھی اس حال میں اور اس خیال میں جو یہ سب تو وہ لوگ ہیں جو اپنی خرافات پر مشرک اور کافرانہ زندگی کی وجہ سے آخرت کی نعمتوں سے محروم و بے نصیب کے گئے ہیں، اور اس لئے ان کی وہ لذتیں (جو ان کو دنیا چاہتا تھا) اس دنیا میں ان کو مے دی گئی ہیں۔ اور ایک روایت میں حضور کا جواب اس طرح ذکر کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا:-  
 لے عمر! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ ان کے لئے دنیا کا عیش ہو، اور

ہاں سے لے آخرت کا عیش۔

(بخاری و مسلم)

انتشر صحیح! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فقیرانہ زندگی اور اس کی تکلیفوں کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دل ڈکھا، اور یہ آرزو پیدا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ اتنی وسعت اور خوش حالی عطا فرما دیتے کہ یہ تکلیفیں نہ دیکھی جاتیں۔ اور چونکہ حضور کے متعلق بتائے تھے کہ آپ اپنے لئے دنیا کی وسعت اور دولت مندی کی دعا اللہ تعالیٰ سے نہیں کریں گے، اس لئے عرض یہ کیا کہ حضور اپنی امت کے لئے وسعت اور فراخی کی دعا فرمائیں، اور اس کے ساتھ اپنا یہ خیال بھی ظاہر کر دیا کہ دنیا کی وسعت و دولت جب ایسی معمولی چیز ہے کہ اللہ نے روم و فارس میں بھی کافر قوموں کو بھی بخشے رکھی ہے تو آپ کی دعا سے آپ کی امت کو کیوں نہ عطا فرمائی جائے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکی اس گزارش پر بطور تنبیہ کے حیرت و استعجاب کے ساتھ فرمایا، کہ:۔۔۔ لے فرزند خطاب! کیا تم بھی ایسی حقیقت ناشناسی کے اس مقام پر چو کہ ایسی بات کرتے ہو!

روم و فارس وغیرہ کی یہ قومیں جو ایمان آور خدا پرستی سے محروم ہیں، ان کا معاملہ تو یہ ہے کہ آخرت کی اُس زندگی میں جو اہل اور حقیقی زندگی سے ان بیچاروں کو کچھ نہیں ملنا سکا، اس لئے اللہ تعالیٰ جو کچھ عیش و راحت ان کو دینا چاہتا تھا، وہ اسی دنیا میں سے دیا گیا جو ایسی حالت میں اُن کے عیش و آرام اور اُن کی دولت مندی کو دیکھ کر اُس پر ہمانا، اور اس کی محسوس کرنا، حقیقت نشناسی سے بہت بعید بات ہے، تم کو تو فکر و طلب میں آخرت کی ہوتی چاہئے، جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے، یہ دنیا تو بس چند روز و قیام کی سڑک ہے، کیا یہاں کی تکلیف اور کیا یہاں کا عیش و آرام!

یہ اُس دنیا میں اُس سفر کی طرح ہوں، سنا یہ کیلئے رنجی تھی، کچھ بیچے بیچو گیا ہو۔

(۴۰) عَنْ رَافِعِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَامَ عَلَى عَصِيْبٍ يَرْفَعُهُ وَقَالَ أَكْبَرُ فِي جَسَدِي فَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ  
 يَا رَسُولَ اللَّهِ كُنْ أَمْزُجًا أَنْ تَبْسُطَ لَكَ وَتَعْمَلَ فَتَقَالَ مَا لِي وَ  
 لِمَا لِي وَمَا أَنَا وَاللَّيْلُ نِيَاكَ أَكْبَرُ كَيْبُ (مَسْخَلٌ حَمَتٌ شَيْخَةٌ  
 تَكْرُؤًا مَكْرُؤًا كَيْبًا) ..... رواه احمد والترمذى وابن ماجه.

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم (ایک دن) کھجور کی چٹائی پر سوئے، پھر جب سو کے  
 آپ اٹھے تو جسم مبارک میں اس چٹائی کی بناوٹ کے نشانات پھے  
 ہوئے تھے (اس حالت کو دیکھ کر اور اس سے متاثر ہو کر) اس خادم  
 ابن مسود نے عرض کیا کہ اگر حضور فرماویں تو ہم حضرت کے لئے ہینر  
 کا انتظام کریں، اور کچھ بنائیں (یعنی آپ سے اس کی اجازت چاہیں)  
 ارشاد فرمایا: مجھے دنیا سے ذیعی دنیا کے ساز و سامان اور اس کی  
 راحتوں اور لذتوں سے (کیا تعلق اور کیا لینا، میرا تعلق دنیا کے ساتھ  
 بس ایسا ہے، جیسا کہ کوئی سوار مسافر کچھ دیر سایہ لینے کے لئے کسی  
 درخت کے نیچے ٹھہرا اور پھر اس کو اپنی جگہ چھوڑ کے منزل کی طرف چل پڑا۔

(مسلم احمد ترمذی، ابن ماجہ)

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح  
 یہ مسافر درخت کے نیچے ٹھہرنے کے ٹھوڑے سے وقت کے لئے راحتوں کے انتظامات  
 کرنا ضروری نہیں سمجھتا، اور منزل مقصود پر پہنچنے کی فکر کے سوا اس کی کوئی فکر  
 نہیں ہوتی، بس یہی میرا حال ہے۔ اور حق یہ ہے کہ دنیا اور آخرت کی حقیقت  
 جس پر پوری طرح مشکوک ہو جائے تو اس کا حال اسکے سوا کچھ اور ہو بھی نہیں سکتا  
 اس کو دنیا میں راحتوں کے بڑے بڑے انتظامات کی فکر کرنا، اور اس کے لئے

اپنے وقت اور اپنی صلاحیتوں کا صرف کرنا ایسا ہی کارساخت معلوم ہوگا جیسا کہ نعت کے سارے میں تھوڑی دیر کے لئے ٹھہرنے والے مسافر کا اس ذرا سے وقت کے لئے بڑے بڑے انتظامات میں مشغول ہونا۔

دولت اگر صلاح و تقویٰ کے کیساتھ ہو، تو وہ بھی اللہ کی نعمت ہے۔۔۔  
 پچھلے صفحات میں جو حدیثیں دولت کی مذمت اور فقر و زبرد کی فضیلت میں گذری ہیں، اگر چہ ان کی تشریح میں جا بجا اشارہ کیا جا چکا ہے، کہ دولت صرف وہی خطرناک ہے جو غفلت و غفلت اور آخرت کی طرف سے بے پروائی پیدا کرے۔۔۔ لیکن اگر ایسا نہ ہو، بلکہ بندہ اللہ کی توفیق سے دولت کے ذریعہ ہی اللہ کی رضا اور رحمت کما سکے، تو پھر ایسی دولت خدا کی بڑی نعمت ہے۔۔۔ اگے درج ہونے والی حدیثوں میں یہی مضمون صراحت اور وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

(۱۷) عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 قَالَ كُنَّا فِي بَيْتٍ فَكَلَّمَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ وَكَلَّمَ رَأْسَهُ أَكْرَمَ مَا كَلَّمَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ كُنْ أَزْ  
 كَلَيْتِ الْفَقِيرَ قَالَ أَجَلٌ قَالَ ثُمَّ مَا مِنْ أَفْقَرُ مِنْ ذِي الْوَجْهِ  
 فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا بَأْسَ بِالْفَقِيرِ  
 إِذَا كَانَ مِنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَالْفَقِيرُ إِذَا كَانَ مِنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ  
 فَوَيْلٌ مِنَ الْفَقِيرِ

— رواہ احمد —

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے روایت ہے کہ ہم چند آدمی ایک مجلس میں بیٹھے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہیں جا رہے پاس تشریف لے آئے، اُردا آپ کے سر مبارک پر اسوقت پانی کا



(۷۲) عَنْ سَعْدِ بْنِ قَائِلٍ قَالَ رَسُوَلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 إِذَا لَمْ يَكُنْ فِيكُمْ الْقَبِيحُ الْقَبِيحُ فَالْقَبِيحُ الْخَفِيُّ رَوَاهُ  
 (ترمذی) حضرت سعید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اُس شخص کو جس کی دولت مند بندہ سے  
 جو (تقویٰ اور دولتِ بندگی کے باوجود) ناسعرون اور چھپا ہوا ہو۔

(اسلم)  
 (تشریح) ”چھپا ہوا“ ہونے کا مطلب بظاہر سچی ہے کہ تو گمراہی کی اس  
 خاص حالت کو عام طور سے جانتے بھی نہ ہوں کہ دولت مند اور صاحبِ ثروت ہونے  
 کے ساتھ تقویٰ میں بھی اس بندہ خدا کا خاص مقام ہے، جس بندہ سے تقویٰ میں  
 جمع ہوں، اُس پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے، اور اُس کو اللہ تعالیٰ کی محبت سے کمال  
 حاصل ہے۔

**نیک مقاصد کی دنیا کی دولت حاصل کرنے کی فضیلت :-**

(۷۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ مَنْ كَلَبَ الدُّنْيَا حَلَا لَهَا سِتْرٌ خَفَا فِي هَرَمِ الْمَسْكِينِ  
 وَسَعَى عَلَى أَهْلِهِ وَكَلَفًا عَلَى جَارِهِ لَقِيَ اللهُ تَعَالَى بِكَافِرٍ  
 وَدَجُفَةٍ مِثْلُ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ مَنْ كَلَبَ الدُّنْيَا  
 حَلَا لَهَا سِتْرٌ خَفَا فِي مَرَايِمِ لَقِيَ اللهُ تَعَالَى وَهُوَ عَائِدٌ  
 خَيْرٌ بَانَ رَوَاهُ ابْنُ أَبِي عَرَبَةَ فِي الْمَوْعِزَةِ

(ترمذی) حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا کہ: جو شخص دنیا کی دولت بطریقِ حلال اس مقصد سے حاصل

کرنا چاہیے، تاکہ اُس کو دوسروں سے سوال کرنا نہ پڑے، اور اپنے اہل حلال کے لئے روزی اور انعام و آسائش کا سامان جیسا کر سکے، اور اپنے پڑوسیوں کے ساتھ بھی وہ احسان اور سلوک کر سکے، تو قیامت کے دن وہ اللہ کے حضور میں اس شان کے ساتھ حاضر ہوگا، کہ اُس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن اور چمکتا ہوگا۔ اور جو شخص دنیا کی دولت حلال ہی تو ہے مگر اس مقصد سے حاصل کرنا چاہے کہ وہ بہت بڑا مالدار ہو جائے اور اس دولت مندگی کی وجہ سے وہ دوسروں کے مقابلے میں اپنی شان اونچی دکھاسکے، اور لوگوں کی نظروں میں بڑا بنے کے لئے داد و ہش کر سکے، تو قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس حال میں حاضر ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اُس پر سخت غضبناک ہوگا۔ (شہادایاں للبیہق وعلیہ ابی نعیم)

(تشریح) معلوم ہوا کہ اچھی نیت سے اور نیک مقصد کے لئے دنیا کی دولت حلال ذریعہ حاصل کرنے کی کوشش کرنا نہ صرف یہ کہ جائز اور بہت ہے، بلکہ وہ اتنی بڑی نیک ہے کہ قیامت کے دن ایسا شخص جب اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہوگا، تو اُس پر اللہ تعالیٰ کا خاص انعام و کرم ہوگا، جس کے نتیجہ میں اُس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن اور منور ہوگا، لیکن اگر دولت کمانے سے غرض صرف بڑا دولت مند بننا، اور دنیا کی بڑائی حاصل کرنا، اور لوگوں کے دکھاوے کے لئے بڑے بڑے کام کرنا ہو، تو یہ دولت کمانا اگرچہ حلال ہی طریقے سے ہو، تب بھی یہ ایسا گناہ ہے کہ قیامت کے دن ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ کا سخت غضب ہوگا، اور اگر ناجائز اور حرام طریقوں سے ہو، تب تو سخت ترین وبال ہے۔

(۴۴) عَنْ أَبِي كَثِيرَةَ أَنَّ زَيْدَ بْنَ أَبِي سَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كُنْتُ أَقْبَسَ عَلَى عَيْنٍ وَأَحْبَبَ لَكَ حَيْدِي نَمًا

لَا تَحْفَلُونَ قَامَا الْبَنِي أَسِيرٌ عَلَيْهِمْ قِيَامُهُ مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدِ  
 مِنْ مَدِينَةٍ وَلَا خَلِيمٌ عَبْدٌ مَطْلُومَةٌ مَسْرُوعٌ عَلَيْهَا إِلَّا رِزْقًا لِلَّهِ  
 بِهَا هَوْلًا وَلَا فَتْحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْئَلَةٍ إِلَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِمَا  
 بَابَ تَقْوَىٰ وَمَا الْبَنِي أَسِيرٌ كَلِمَةٌ فَاحْفَلُوا فَقَالَ إِنَّمَا اللَّهُ  
 لَا رِزْقَ لِقَوْمٍ عَبْدٍ رِزْقَهُ اللَّهُ مَا لَا يَدْرِي مَا فِي بَيْتِهِمْ فِيهِ  
 رِزْقٌ وَيَسْئَلُ نَجْمَهُ وَيَسْئَلُ اللَّهُ فِيهِ عَقِيمٌ فَهَذَا إِيَّاكُمْ تَسْئَلُ  
 الْمَسْأَلِي وَعَبْدٌ رِزْقَهُ اللَّهُ مَطْلُومًا وَكَلِمَةٌ رِزْقَهُ مَا لَا يَدْرِي  
 عَمَادَتِي الرَّبِّيُّ يَقُولُ كَوَانِي فِي مَالٍ كَعَمَلْتِ بَعْدِي فَلَا يَنْ  
 فَاجِسُهَا سَوَاءٌ وَعَبْدٌ رِزْقَهُ اللَّهُ مَا لَا يَدْرِي رِزْقَهُ جَلْمًا  
 فَعَمٌ يَسْئَلُ فِي مَالِهِ لِقَوْمٍ عَلَيْهِمْ يَسْئَلُ فِيهِ رِزْقَهُ وَلَا يَسْئَلُ  
 فِيهِ رِجْمَةٌ وَلَا يَسْئَلُ فِيهِ يَسْئَلُ فَهَذَا إِيَّاكُمْ تَسْئَلُ الْمَسْأَلِي  
 وَعَبْدٌ كَلِمَةٌ رِزْقَهُ اللَّهُ مَا لَا يَدْرِي مَا فِي بَيْتِهِمْ فِيهِ  
 رِزْقٌ مَا لَا يَدْرِي فِيهِ يَسْئَلُ فَلَا يَنْ تَعْمَلُ بَيْتَهُ وَرِزْقَهُ سَوَاءٌ  
 (رواه الترمذی)

(مترجم) ابو بکر شہ انصاری سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے، کہ تمہارا بائیس میں جملہ پریمیا ظم  
 کھاتا ہوں، اور ان کے علاوہ ایک اور بات ہے جس کو میں تم سے بیان  
 کرنا چاہتا ہوں، پس تم اس کو یاد کر لیجو! جن تین باتوں پر میں قسم کھاتا  
 ہوں، ان میں ایک یہ ہے کہ کس بندہ کا مال صدقہ کی وجہ سے کم نہیں  
 ہوتا، یعنی کوئی شخص اپنا مال دیاؤ خدا میں دینے کے سبب سے کبھی  
 مفلس و نادار نہیں ہوگا، بلکہ اس کے مال میں برکت ہوگی، اور جس خدا

کی راہ میں وہ صبر نہ کرے گا، وہ اپنے خزانہ خیر سے اُس کو تیار نہ کرے گا۔  
 اور (دوسری بات یہ ہے کہ) نہیں ظلم کیا جائے گا کسی بندہ پر ایسا ظلم  
 جس پر وہ مظلوم بندہ صبر کرے، مگر اللہ تعالیٰ اُس کے عواصن بڑھا دے گا  
 اُس کی عزت، یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ کمانوں مقرر فرمایا ہے کہ جب کسی بندہ پر  
 ناحق کوئی ظلم کیا جائے، اور اُس کو مٹایا جائے، اور وہ بندہ صبر کرے،  
 تو اللہ تعالیٰ اُس کے عواصن، اُس کی عزت و عظمت دنیا میں بھی بڑھائے گا۔  
 اور زینب سہمی بات یہ ہے کہ انہیں کھولنے کا کوئی بندہ سوال کا دروازہ،  
 مگر اللہ کھول دے گا اُس پر فقر کا دروازہ یعنی جو بندہ مخلوق کے سامنے  
 ہاتھ پھیلانے کا بیڑا اختیار کرے گا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے تقدیر ہے کہ  
 فقر و محتاجی اُس پر مسلما ہوگی، گو یا یہ تینوں اللہ کے ایسے اہل فیصلے ہیں کہ  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ، میں دن پر قسم کھا سکتا ہوں۔  
 اسکے خدا آپ نے فرمایا)۔ اور جو بات میں ان کے علاوہ تم سے  
 بیان کرنا چاہتا تھا، جس کو تمہیں یاد کر لینا اور یاد رکھنا چاہئے، وہ یہ ہے کہ  
 دنیا چار قسم کے آدمیوں کے لئے ہے، یعنی اِس دنیا میں چار طرح کے آدمی  
 ہیں)۔ ایک وہ بندہ ہے جن کو اللہ نے مال دیا ہے، اور صحیح طریق زندگی  
 کا علم بھی ان کو دیا ہے، پس وہ اِس مال کے صرف و استعمال میں اللہ سے  
 ڈرتے ہیں، اور اسکے ذریعہ عملہ دینی یعنی اپنے اعزاز و اقرار کے ساتھ سلوک  
 اور ان کی بھروسہ دہی کرتے ہیں، اور اِس میں جو عمل اور تصرف کرنا چاہتے  
 اللہ کی رضا کے لئے وہی کرتے ہیں۔ پس ایسے بندے سب اہل و افضل  
 مرتبہ پر فائز ہیں۔ اور (دوسری قسم) وہ بندے ہیں جن کو اللہ نے  
 صحیح علم دیا، صحیح جذبہ، تو عطا فرمایا ہے، لیکن اُن کو مال نہیں دیا، پس اُن کی

نیت صحیح اور سچی ہے، اور وہ اپنے دل و زبان سے کہتے ہیں، مگر ہمیں مال  
 مل جائے، تو ہم بھی غلام (ٹیک بندے) کی طرح اس کو کام میں لائیں،  
 ذرا اللہ کی ہدایت کے مطابق وہ جن ایسے مصارف میں صرف کرتا ہے،  
 ہم بھی ان ہی میں صرف کریں، ایسے ان دونوں کا اجر برابر ہے (یعنی دوسری  
 قسم کے ان لوگوں کو خیر نیت کی وجہ سے پہلی قسم والوں کے برابر ہی ٹوکا  
 ملے گا)۔ اور (تیسری قسم) وہ لوگ ہیں، جن کو اللہ نے مال دیا،  
 اور اسکے صرف و استعمال کا صحیح علم (اور صحیح جذبہ) نہیں دیا، یعنی طغالی  
 کے ساتھ، اور خدا سے بے خوف ہو کر اس مال کو اندھا دھند خطا یا بھلائی  
 خرچ کرتے ہیں، اسکے ذریعہ مسئلہ بھی نہیں کرتے، اور جس طرح اس کو صرف  
 و استعمال کرنا چاہئے، اس طرح نہیں کرتے، ایسے یہ لوگ سب سے بڑے  
 تقاصر ہیں۔ اور (چوتھی قسم) وہ لوگ ہیں، جن کو اللہ نے مال  
 بھی نہیں دیا، اور صحیح علم (اور صحیح جذبہ) بھی نہیں دیا، ایسے ان کا حال  
 یہ ہے، کہ وہ کہتے ہیں، کہ اگر ہمیں مال مل جائے، تو ہم بھی غلام (میتاش) اور  
 فضول خرچ (شخص کی طرح، اور اسی کے طریقے پر صرف کریں) یعنی اس  
 شخص کی طرح ہم بھی جی جی، اور فضول خرچ کریں، ایسے ہی ان کی نیت ہے،  
 اور ان دونوں گروہوں کا گناہ برابر ہے (یعنی آخری قسم کے لوگوں کو انکی  
 تیسری نیت کی وجہ سے وہی گناہ ہوگا، جو تیسری قسم کے لوگوں کو ان کے  
 بڑے اعمال کا گناہ ہوگا۔ (جانب تہذیب)

(تشریح) ہمیشہ کے نفسِ مطلب کی وضاحت ترجمہ کے ساتھ ساتھ کر دی گئی ہے  
 البتہ بات غور سے کرنی چاہئے کہ بڑے عمل کی نیت بگرفت ہے، اور جو گناہ بڑے عمل  
 ہی کی طرح گناہ ہے، وہ غم کا درد ہے، یعنی بندہ کو اس گناہ کا شوق، اور اپنی طرف

جسے کر گزرنے کا حکم ارادہ ہو۔ چاہے کسی مجبوری کی وجہ سے پھر کہہ سکے۔ پس جب کسی گناہ کی نیت اس درجہ کی ہوگی، تو اس گناہ ہی کی طرح وہ بھی مصیبت ہوگی، اور بندہ اس پر سزا کا مستحق ہوگا۔

## مصیبت کی زندگی کیسا اگر دنیا میں نعمتیں مل ہی ہیں تو یہ استدراج ہے۔

(۴۵) عَنْ حُفَيْفَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ النَّخَعِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَيْتَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يُعْطِي الْعَبْدَ مِنْ مَغَاصِبِهِ مَا يُحِبُّ فَإِنَّهَا هُوَ (سُنْدُ تَرَاجٍ ثُمَّ كَلَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَا نَسُوا إِنَّمَا ذُكِّرُوا بِهِم فَكَلَّمَا عَلَيْهِمُ الْبُحْبُوبُ كُلُّ عَمَلٍ عَمَلٌ إِذَا فُرِحْنَا بِمَا آتَيْنَا أَخَذْنَا نَقْمَهُ فَكَلَّمَا فَإِذَا هُمْ مَيْتِلُوثُونَ۔۔۔۔۔ رواه أحمد۔

(ترجمہ) عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کس بندہ کو اس کی مصیبت کو شمیٰ آؤ تو فرمائی کے باوجود دنیا کی وہ نعمتیں (مالی و دولت اور راحت و عزت وغیرہ) سے روہ ہے، جن کا وہ بندہ خواہاں اور طالب ہے، تو بھوکہ کہ وہ اس کے حق میں استدراج ہے۔۔۔۔۔ یہ فرمانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھو استمشاء کے (قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی: فَكَلَّمَا نَسُوا مَا كَانُوا يَكْفُرُونَ فَكَلَّمَا نَسُوا مَا كَانُوا يَكْفُرُونَ فَكَلَّمَا نَسُوا مَا كَانُوا يَكْفُرُونَ فَكَلَّمَا نَسُوا مَا كَانُوا يَكْفُرُونَ۔۔۔۔۔) جس کا ترجمہ یہ ہے کہ۔۔۔۔۔ جب انہوں نے جھکا دیا ان باتوں کو جن کی ان کو نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے کھول دیئے ان پر دنیا کی سب نعمتوں کے دروازے یہاں تک کہ جب وہ ان نعمتوں کے طے پر خوب مست ہوئے، اور اترائے، تو ہم نے ایک دم



بَعْدَ مَوْتِهِ رَأَى رُؤْيَا عَسَلًا اللَّهُ مَا تَوَلَّاهُ كَمَا يَمُوتُ يَعْنِي الْفَكَارَ۔

(رواہ ابنسنی فی شرح السنن)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کسی بدکار (کا قریا فابست) آپ کسی نعمت اور خوش حالی کی وجہ سے بھی ہرگز رشک نہ کرنا، تم کو معلوم نہیں ہے کہ مرنے کے بعد اس پر کیا جہان مصیبتیں پڑنے والی ہیں، اللہ کے یہاں (یعنی آخرت میں) اس کے لئے ایک ایسا قاتل ہے جس کو کبھی موت نہیں۔۔۔۔۔ اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرنے والے راوی عبد اللہ بن ابی مریم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب اس قاتل سے دنیا کی آگ ہے، یعنی وہ بیچارہ ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں رہنے والا ہے، پس ایسے شخص پر رشک کرنا کتنی بڑی حماقت اور گمراہی ہے۔ (شعبہ السنن)

(تشریح) ایسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اللہ کا ایک مومن اور نیکو کارینہ جو اس چند روزہ امتحانی دنیا میں تنگی اور تکلیف کی زندگی بسر کر رہا ہے جب وہ کسی بدکار اور خدا سے تعلق نہ رکھنے والے آدمی کو دیکھتا ہے کہ وہ ٹھانڈے ساتھ ہمیشہ آرام کی زندگی گزار رہا ہے، تو شیطان اس کے دل میں طرح طرح کے دوسے ڈالتا ہے، اور کم سے کم یہ کہ دل میں اس کی حالت پر رشک ہی پیدا ہوتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی بڑی ناکامی ہے۔۔۔۔۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشبیہ فرمائی، کہ جو لوگ ایمان اور عمل صالح کی نعمت سے محروم ہیں، اور خدا فراموشی اور بے عملی کی وجہ سے آخرت کی دوائی زندگی میں عذاب ناز میں گرفتار ہونے والے ہیں، اس دنیا میں ان کی چند روزہ خوش حالی اور ہمیشہ و راحت کو دیکھ کر ہرگز کسی صاحب ایمان کو ان پر رشک بھی نہ آنا چاہئے، ان بیچاروں کی سختی کے ماروں کا جو آخری انجام ہونے والا ہے، اور ان پر جو پتلا

پڑنے والی ہے، اگر وہ معلوم ہو جائے تو ان کی اس خوش حالی اور خوش پیشی کی نسبت بالکل ایسی نظر آئے گی جیسے کہ پھانسی پائے والے مجرم کو دو چار دن پہلے سے خاصا سوتیلیں دی جاتی ہیں، اور کھانے پینے کے بارہ میں ٹھیک کی خواہش اور چاہت معلوم کر کے حتیٰ الوسع اس کو پورا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے جن بندوں کو آخرت کے اُن تھاقن کا یقین نصیب فرمایا ہے جن کی اطلاع اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء علیہم السلام نے دی ہے، ان کی نظروں خدا کے جرموں اور باغیوں کی ذمہ داری خوش حالی اور خوش پیشی کی نوعیت بالکل ہی ہے۔ پہلے ان کے دلوں میں ان کو دیکھ کر شرمک نہیں پیدا ہوتا، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ایشیے ہم کو ایمان نصیب فرما کر ان بچھاؤں کے ثمرے حاصل ادا کرے۔ انجام سے بچا گیا ہے۔

اس عاجز نے اللہ کے بعض بندوں کا یہ حال دیکھا ہے کہ خدا فرماؤں اور نیا کو دیکھ کر بے اختیار اُن کی زبانوں پر اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر کی یہ دعا جاری ہو جاتی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مصیبت زدہ کو دیکھ کر پڑھا کرتے تھے۔

اللَّهُمَّ إِنَّكَ خَيْرُ مَا خَلَقْتَ سَاءَ مَا مَدَدْتَنَا اللَّهُمَّ إِنَّكَ خَيْرُ مَا

خَلَقْتَ إِنَّكَ خَيْرُ مَا مَدَدْتَنَا اللَّهُمَّ إِنَّكَ خَيْرُ مَا مَدَدْتَنَا اللَّهُمَّ إِنَّكَ خَيْرُ مَا

خَلَقْتَ إِنَّكَ خَيْرُ مَا مَدَدْتَنَا اللَّهُمَّ إِنَّكَ خَيْرُ مَا مَدَدْتَنَا اللَّهُمَّ إِنَّكَ خَيْرُ مَا

خَلَقْتَ إِنَّكَ خَيْرُ مَا مَدَدْتَنَا اللَّهُمَّ إِنَّكَ خَيْرُ مَا مَدَدْتَنَا اللَّهُمَّ إِنَّكَ خَيْرُ مَا

کسی کی ظاہری خستہ حالی اور غربت کی وجہ سے اُس کو حقیر نہ سمجھو۔

(۶۷) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ جِئْتُ جُنْدًا جَاءَ لَيْسَ مَا تَأْتِيهِمْ

فِي هَذَا فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ حِجَابِ النَّاسِ هَذَا وَاللَّهِ حَرِيصٌ  
 أَنْ يَخْلُبَ أَنْ يَمْلِكَهُ وَإِنْ شِئْتُمْ أَنْ يَشْفَعَهُ قَالَ فَكَيْفَ  
 رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَجُلٌ فَقَالَ لَهُ  
 رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاذَا يَكْفِي فِي هَذَا فَقَالَ  
 يَا رَسُوْلُ اللهِ هَذَا رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ حِجَابِ النَّاسِ هَذَا حَرِيصٌ  
 أَنْ يَخْلُبَ أَنْ يَمْلِكَهُ وَإِنْ شِئْتُمْ أَنْ يَشْفَعَهُ قَالَ قَالَ  
 أَنْ يَشْفَعَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 هَذَا أَخِي خَيْرٌ مِنِّي وَإِيَّيَ الْآخِرِينَ مِثْلُ هَذَا

رواہ ابو یوسف و مسلم  
 (ترجمہ) سہل بن سعد سے روایت ہے کہ ایک شخص (جو غالباً دولت مند  
 اور حوزہ زین میں سے تھا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گذرا،  
 تو آپ نے ایک صاحب سے جو آپ کے پاس اس وقت بیٹھے ہوئے تھے،  
 پوچھا کہ: اس گزرنے والے شخص کے پاس سے تمہاری کیا رائے آئی گی  
 اعزاز ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ: حضرت! یہ بہت بڑے اور معزز  
 آدمیوں میں سے ہے، یہ ایسی شان والا ہے کہ میں گرانے کی بیٹی کے لئے  
 نکاح کا پیغام دے تو منظور کر لیا جائے، اور نکاح کر دیا جائے، اور اگر  
 کسی معاملے میں سفارش کر دے تو اس کی سفارش ضرور مانی جائے۔

سہل بن سعد کہتے ہیں کہ یہ جواب سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش  
 ہو گئے، اور آپ نے کچھ نہیں فرمایا۔ پھر تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک اور شخص کا  
 بندہ گزرا، آپ نے اسی ہی صاحب سے پھر پوچھا کہ: اس شخص کے بارے میں  
 تمہاری کیا رائے آئی گی اور کیا اعزاز ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ  
 یہ بیچارہ نادار اور سکیں مسلخوں میں سے ہے، یہ ایسا ہے کہ اگر کہیں نکاح کا

پیام دے، تو اسکے ساتھ نکاح نہ کیا جائے، اور اگر کسی صلہ میں سفارش کیے  
 تو اس کی سفارش نہ آئی جائے، اور کوئی بات کہنا چاہے تو اس کی بات بھی  
 نہ مانی جائے۔ (ان کا یہ جواب شن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا: کہ پہلے واسطے اس آدمی کے مثل اگر زمین بھریں تو یہ ایک کھیلکا

(بخاری و مسلم)

تعمیر و سکین ان سے بہتر ہے۔

(تشریح) انسانوں کی عام حالت یہ ہے کہ دنیا کی دولت اور دنیا کی نیکائی  
 وہ اصل بڑائی، اور وزنی اور قیمت کی چیز سمجھتے ہیں، اور اس سے متاثر ہوتے ہیں، اور  
 اللہ کے بندے اس سے غمانی ہوں (اگرچہ ان کے پاس ایمان اور حق میں کی دولت  
 کتنی ہی داخل ہو) عام طور سے اپنی دنیا ان کو تعمیر و زینت ہی سمجھتے ہیں، یہ حدیث دراصل  
 اس غلبے اور ذہنی بیماری کے علاج کا ایک نسخہ ہے، بہت ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے پاس جو صاحب اس وقت بیٹھے ہوئے تھے وہیں سے آپ اس گفتگو میں  
 مخاطب رہے، ان میں بھی اس مرض کے کچھ جمائیم ہوں، اور آپ نے ان کی اصلاح کیلئے  
 یہی گفتگو فرمائی ہو۔

شاریحین نے بھی کہا ہے، اور حدیث کے ظاہر الفاظ سے بھی یہی بخیر آتا ہے کہ  
 یہ دونوں گزارنے واسطے عمل ہی تھے، البتہ پہلے جو گزیرے وہ دنیا کی دولت اور دولت  
 میں برتر تھے، اور دین کے کمال سے کمتر، اور بعد میں جو صاحب گذرے وہ دنیا کے لحاظ  
 سے تو کمتر تھے، مگر دین اور عملی باشندہ میں برتر اور بلند تر۔۔۔۔۔ اس فرق کی وجہ سے  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ پہلے جیسے اگر اتنی کثیر تعداد میں ہوں کہ اللہ  
 کی وسیع زمین ان سے بھر جائے، تو بھی بعد میں گذرنے والا اللہ کا غریب و مسکین ایک  
 بندہ ان سب سے بہتر ہے۔۔۔۔۔ اللہ اکبر! دین، اور تعلق باللہ کی عظمت  
 وقت کا کیا ٹھکانا!۔

رَوَى عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 حُرَّتْ أَسْمُكَ أَخْبَرْتُكَ فَوَجَّعَ بِالْأَبْوَابِ لَوْلَا فَسَعَتْ عَلَى اللَّهِ  
 لَأَبْرَأْنَا

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا کہ۔ بہت سے پراگندہ بالوں والے گردوغبار میں لٹے ہوئے ہیں کہ  
 روزاڑوں پر دھکے دینے جیسا کہ اللہ کے نزدیک ان کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ  
 اگر اللہ پر وہ قسم کھا جائیں تو ان کی قسم کو اللہ ضرور پورا کرے۔

(مسلم)

(تشریح) اس حدیث کا مطلب بھی یہی ہے کہ کسی کو نیلا کھیلنا، شستہ مانی، اور  
 پراگندہ بالی دیکھ کر خفیہ سمجھنا چاہئے، ایسوں میں اللہ کے بعض بندے وہ بھی ہوتے ہیں  
 جو اللہ کے لئے اپنے کو مشاکرہ سمجھتے ہیں، ایسا تقرب اور محو بیعت و عقیدت کا وہ مقام  
 حاصل کر لیتے ہیں، مگر اگر اللہ تعالیٰ کے بھر دسم پر وہ کسی معاملہ میں قسم کھا جائیں، کہ اللہ  
 ایسا ہی کرے گا، یا ایسا نہیں کرے گا، تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کی لاج رکھتا ہے، اور  
 ویسا ہی کر دیتا ہے۔

واضح رہے کہ حدیث کا مقصد و نشان پراگندہ بالی اور گرد آلودگی اور نیلا کھیلنا  
 رہنے کی ترغیب دینا نہیں ہے، جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا ہے، حدیث و میر کی تواتر  
 شہادت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام طور سے صحابہ کرام سے ہنسا پھرتا پھرتا تھا  
 اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے، بلکہ بعض لوگوں کو جب آپ نے اس حال میں  
 دیکھا، کہ اس بارہ میں وہ تفریط اور غلو میں مبتلا ہو گئے، انہوں نے اپنا علیہ بگاڑ  
 رکھا ہے، تو آپ نے ان کو اپنی اس حالت کے درست کرنے کا حکم دیا۔  
 پس یہ سمجھنا کسی طرح صحیح نہیں ہے کہ اس حدیث کا مقصد و مدعا یہ ہے، کہ لوگ

پراگندہ ہاں، اچھلے پھیلے اور گرد و خوار میں اُٹے ہوئے رہا کریں، بلکہ جیسا کہ عرض کیا گیا  
 حدیث کا مقصد و منشا اور اس کا روح یہی ہے، کہ اللہ کے کسی بندہ کو خستہ حال نہ  
 گرد آوے اور دیکھ کر اس کو جھیسیر اور اپنے سے کمتر نہ سمجھا جائے، کیونکہ جنت سے  
 اس حال میں رہنے والے نیک خاصا ہاں خدا میں سے ہوتے ہیں۔ پس  
 اس حدیث میں دراصل اُن لوگوں کے خیال اور حال کی اصلاح کی گئی ہے جو اللہ  
 کے غریب و خستہ حال بندوں کو ناکارہ نہ ٹکنا سمجھتے ہیں، اور اُن کو حقارت کی نظر سے  
 دیکھتے ہیں، اور اپنے ذہنی تکبر کی وجہ سے ان کے ساتھ ملنے بٹلنے اور اُن کے پاس  
 بیٹھنے سے بچتے ہیں، اور اس میں اپنی بڑائی کی حفاظت سمجھتے ہیں۔

ہر ایک غریب و خستہ حال ایسے ہیں کہ انکی برکات و دعاؤں سے نفع ملتا ہے۔

(۷۹) عَنْ مَسْعُودِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 عَنْ مَسْكِينٍ مَسْكِينٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 هَلْ تَصَدَّقُونَ وَتَكْفُرُونَ أَلَا بِشِعْمَانِ أَكْبَرُ

(وردہ البخاری)

(ترجمہ) مہصب بن سعد سے روایت ہے کہ میرے والد سعد کو اللہ تعالیٰ  
 نے جو خاص مہلا بیتیں بخشیں، مثلاً شہادت، سخاوت، نعم و فراست،  
 وغیرہ، ان کی وجہ سے ان کا کچھ خیال تھا کہ جو غریب اور کمزور قسم کے  
 مسلمان ان چیزوں میں سے ان سے کمتر ہیں، وہ ان کے مقابلہ میں فضیلت و  
 برتری دیکھتے ہیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دیکھے اس خیال  
 اور حال کی اصلاح کیلئے) فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم لوگوں کی  
 جو دہوتی ہے، اُس تم کو جو نعمتیں بخشیں ہیں، وہ تمہاری مہلا بیتوں اور

قائلیوں کی زیاد پر نہیں ملتیں، بلکہ تم میں جو بچا رہے کمزور اور مستحال اور  
 اُن کی حرکت اور ان کی دھاؤں سے ملتی ہیں۔ (ظان)

دستِ صبح حضرت سعد کا جو خیال تھا، چو نکھاس کی بنا، ایک قسم کے کسب و قسب آئے  
 اس کی اصلاح بعد اس کے علاج کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو بتلایا کہ تم میں  
 سفلیوں کو اپنے سے کمزور اور اپنے کو اُن سے بڑتر سمجھتے ہو، اللہ تعالیٰ انہی کے طفیل میں،  
 اور ان ہی کی دھاؤں سے تم کو وہ سیدیکہ دیتا ہے، میں سے تم یہاں بڑے بنے ہوئے ہو  
 آج بھی ہم جیسے لکھے پڑھے اور اُن کی اللہ تعالیٰ نے کچھ ملا جو میں نے نہیں، اُنہی اور دین کی کسوخت  
 کی کوئی حق مل رہی ہے، اور اسی قسم کے کورٹوں میں ملا ہیں۔ *تَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّهَا الْكَلْبِ*  
 ہاں، اس صورت کی تسالی کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ  
 اس طرح ہیں: *مَا لَكُمْ لَا تَعُوذُونَ بِاللّٰهِ مَلْحَةً، اَلَا تَعُوذُونَ بِمَا تَعُوذُونَ بِهِ عَوْتِيْكُمْ وَتَسْتَلُوْنِيْكُمْ*  
*وَلَا تَعُوذُونَ بِيْ؟* ظاہر ہے کہ اس روایت کے الفاظ ادا مطلب میں صحیح بخاری

کی روایت کے الفاظ سے زیادہ واضح ہیں۔  
 اپنے سے کم درجہ والوں کو دیکھ کر ضمیر و فکر کا سبق لیا کرو۔

(۱۰) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
 سَلِّتْهُ اِذَا تَلَّكَ اَحَدٌ مِّمَّنْ اِيْنِ مَعَكَ فَيُضِلُّ سَلِّتْهُ فِي الْمَالِ وَالنَّفْسِ  
 تَلِّتْكَ اِيْنِ مَعَكَ هُوَ اَشْكَلُ مِنْكَ ..... رواه البخاری ومسلم  
 (ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی ایسے شخص کو دیکھے جو مال و دولت اور جسمانی  
 بناوٹ، یعنی شکل و صورت میں اس سے بڑھا ہوا ہو (اور اس کی دھ سے  
 اس کے دل میں جس طرح اور شکایت پیدا ہو؟) تو اس کو چاہے کہ کسی ایسے  
 بندہ کو دیکھے جو ان چیزوں میں اس سے بھی کمتر ہو (حاکم نے اسے اس طرح ادا

..... رواه البخاری ومسلم ..... رواه البخاری ومسلم ..... رواه البخاری ومسلم

شخصیت کے صبر و شکر پر ہوا ہے)

(بکھاری و مسلم)

دُشمنِ سرخ (افسان کی یہ ایک فطری کمزوری ہے، اگر جب وہ کسی ایسے شخص کو دیکھتا ہے جو مال و دولت اور نشوونما و جاہت یا شکل و صورت میں اس سے بہتر حال میں ہوا، تو اس میں اس کی طبع اور حرص پھیل جاتی ہے، اور خیال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ایسا نہیں بنایا، اس صورت میں اس کا علاج یہ بتلایا گیا ہے، کہ وہ شخص اللہ کے ایسے بندوں کو دیکھے، اور ان کے حال پر غور کرے، جو مال و دولت، شکل و صورت، اور عزت و جاہت کے لحاظ سے اس سے بھی کمتر اور پسماندہ ہوں، انشاء اللہ میرا کرنے سے اس بیماری کا علاج ہو جائے گا۔

(۸) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَحَسَّنَاتِي مِنْ تَحَسُّنَاتِي مَنْ تَحَسَّنَتْ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ سَائِرًا، مَنْ تَقَطَّرَ فِي دُونِي مِنَ حَقِّ كَوْنِي كَأَنَّ فِي يَدِي دُونَكَ وَتَقَطَّرَ فِي دُونِي مِنَ حَقِّ كَوْنِي كَأَنَّ فِي يَدِي دُونَكَ وَتَقَطَّرَ فِي دُونِي مِنَ حَقِّ كَوْنِي كَأَنَّ فِي يَدِي دُونَكَ وَتَقَطَّرَ فِي دُونِي مِنَ حَقِّ كَوْنِي كَأَنَّ فِي يَدِي دُونَكَ وَتَقَطَّرَ فِي دُونِي مِنَ حَقِّ كَوْنِي كَأَنَّ فِي يَدِي دُونَكَ

(ترجمہ) عربوں شعیب اپنے والد شعیب سے روایت کرتے ہیں، اور وہ اپنے دادا عبداللہ بن عمر بن العاص سے ماویٰ ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔ جس شخص میں دو خصلتیں ہوں گی، اللہ تعالیٰ اس کو شاکرین اور صابرین میں رکھے گا (ان دو خصلتوں کی تفصیل یہ ہے کہ) جس شخص کی یہ عادت ہو کہ وہ دین کے معاملوں میں نالائح کے ان بظروں پر نظر رکھے، جو دین میں اس سے فائق اور بالاتر ہوں، اور ان کی بیروی اختیار کرے، اور

دنیا کے معاملہ میں ان غریب و مسکین اور شہتہ حال بندوں پر نظر رکھے جو دنیاوی  
 حیثیت سے اس سے بھی کمتر ہوں، اور اس پر اللہ کا شکر ادا کرے کہ اس نے  
 محض اپنے فضل و کرم سے ان بندوں سے زیادہ دنیا کی نعمتیں اس کو عطا  
 رکھی ہیں، تو اللہ تعالیٰ کے یہاں وہ عمار و عمار کا گننا جائے گا۔ اور  
 جس کا حال یہ ہو کہ وہ دین کے واسطے جس تو ہمیشہ اپنے سے اپنی روپیہ کے  
 نوٹوں کو دیکھے، اور دنیا کے ہائے میں اپنے سے بالآخر لوگوں پر نظر کرے، اور  
 جو دنیاوی نعمتیں اس کو نہیں ملی ہیں، ان کے دلخوارانہ فوس اور دنیا کی  
 تو اللہ تعالیٰ کے یہاں وہ شاکر و صابر نہیں گننا جائے گا۔ (ترجمہ)

(تشریح) شکر اور صبر ایمان اور تعلق باللہ کے دو ایسے رُخ ہیں کہ جس بندہ  
 میں یہ دونوں جمع ہو جائیں، اس کو گویا ایمان کا کمال نصیب ہو گیا، اور دنیا کی دولت  
 بھر پریش گئی۔ اور اس کی تدبیر اور اس کا سہارا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بندہ  
 اپنے کو اس بات کا عادی بنائے، کہ دین کے معاملہ میں ہمیشہ اللہ کے اُن اچھے بندوں  
 پر نظر رہا کرے جن کا مقام دین میں (یعنی ایمان و اعمال اور اخلاق میں) اپنے سے بلند تر ہے  
 اور ان کی پیروی کرنا وہ ہے، اور دنیا کے معاملہ میں ہمیشہ اللہ کے اُن شہتہ حال اور جلائے  
 مصائب بندوں پر نظر رکھے، جو دنیا کی لحاظ سے اپنے سے کمتر اور ہستہ تر ہوں اور ان کے  
 مقابلے میں دشواری راحت و عافیت کی جو فضیلت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو دے گی ہے  
 اس کو محض اللہ کا فضل سمجھ کر اپنے اس حسن مالک کا شکر ادا کرتا رہے۔

اگر حسن عمل کی توفیق ہو، تو زندگی بڑی نعمت ہے

(۸۴) عَنْ أَبِي بَكْرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 قَالَ مَنْ جَلَّ عَمْرًا وَجَسَّدَ عَسَلًا قَالَ آخِي النَّاسِ

تشریح: قال یمن علی بن ابی عمیر (منہ) ۱۳۲..... رواہ احمد  
 (ترجمہ) ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت  
 میں ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آدمیوں میں کون بہتر ہے؟  
 (یعنی کس قسم کا آدمی آخرت میں زیادہ کامیاب اور فلاح یاب رہے گا)  
 آپ نے ارشاد فرمایا: کرو۔ وہ جس کی عمر کم ہوئی، اور اسکے اعمال اچھے  
 رہے۔۔۔۔۔ پھر اسی سائل نے عرض کیا، کہ وہ آدمیوں میں زیادہ نماز  
 (اور آخرت میں زیادہ خسارہ میں رہنے والا) کون ہے؟ آپ نے  
 ارشاد فرمایا: جس کی عمر لمبی ہوئی اور اعمال اسکے بُرے رہے۔  
 (مشترک)

(تشریح) ظاہر ہے کہ جب کس شخص کی زندگی اعمال میں بحال رہے تو وہ ترقی پاوے گا اور اگر  
 جتنی طویل عمر اُس کو ملے گی اسی قدر اسکے دینی درجات میں ترقی ہوگی، اور اس کے برعکس  
 جس کے اعمال و اخلاق اللہ سے دور کرنے والے ہوں گے اس کی عمر جتنی زیادہ ہوگی  
 اسی قدر وہ اللہ کی رحمت و عنایت سے دور تر ہونا چاہئے گا۔

(۴۲) عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حَرْبٍ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ:  
 الْحَيُّ بَرٌّ وَبَرٌّ قَلْبٌ أَسَدٌ كَأَنَّهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَا تَنَاقَلُ  
 الْأَسَدُ كَعِدَّةٍ وَبَعْدَهُ أَوْ كَعِدَّةٍ مَا كَانُوا عَلَيْهِمْ فَقَالَ النَّبِيُّ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أَفْضَلُهُ قَالَ الرَّوَابِكِيُّ قَالَ اللَّهُ أَنَّى كَفَيْتُكَ  
 دِينًا حَتَّى دِينِي وَتَرَكْتَهُمْ مَا كَانُوا عَلَيْهِمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:  
 يَا أَيُّ مَسْئُومَةٍ كَعِدَّةٍ مَسْئُومَةٍ وَهَلْ كَعِدَّةٍ نَعِدَّةٍ عَسَلِيمٍ أَوْ قَالَ وَسَيَأْتِي  
 بَعْدَهُ وَسَيَأْتِي كَمَا يَنْتَضِي الْأَمْرُ بِمَا يَبِينُ الشَّعْرَاءُ وَالْأَوْصِي

(رواہ ابو داؤد و ابن ماجہ)





هَذَا كَمَا بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَسَائِكَ لِيُخْرِجَ بِكُمْ أَعْدَاءَكُمْ  
 كَمَا سَقَيْتُمْ لِقَوْمِكُمْ بِمَا كَسَحَ بِكُمْ الْأَخْرَقَ كَمَا سَقَيْتُمْ حَمَلَكُمْ  
 مَا تَكُنَّ الْبَالِيَةُ عَلَى فِرَاشِهِمْ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ هَذَا آيَةُ طَوْلِكُمْ الْبَالِيَةَ  
 فِي الْجَنَّةِ ذَرَأَتُ الْمُنْتِجِ عَلَى فِرَاشِهِمْ أَمَا مَعَهُ وَالَّذِي إِسْتَعْمَدَ  
 لِيَوْمِ الْيَوْمِ فَأَوْ لَمْ يَلِيهِمْ فَذَلِكَ مِنْ ذَلِكَ فَذَلِكَ لِيَوْمِ الْيَوْمِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَلِكُمْ فَقَالَ وَمَا الْكَلْبُوتُ مِنْ ذَلِكُمْ  
 لَيْسَ أَحَدٌ أَهْتَلَّ بِعَدَاةِ اللَّهِ مِنْ مُلْجَمِينَ بِعَدَاةِ فِي الْإِسْلَامِ  
 لِتَسْبِيَّتِهِمْ وَكَلْبُوتِهِمْ وَتَقْوِيَّتِهِمْ

رواه احمد

(ترجمہ) عبداللہ بن شداد سے روایت ہے کہ قبیلہ بنی مخزومہ میں سے سیدنا  
 آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام لائے  
 (اور حضورؐ کی خدمت میں قیام کا ارادہ کیا) تو آپ نے (صحابہ کرام سے)  
 فرمایا کہ جانو مسلم مسافروں کی بغیر گری بری طرف سے کون اپنے ذمہ  
 لے سکتا ہے، ظلم نے عرض کیا کہ ہم میں اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ یہاں پر یہ تینوں  
 ان کے پاس پہنچ گئے اسی اثنا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک  
 لشکر کسی جنگ کے لئے روانہ فرمایا، تو ان تینوں صاحبوں میں سے ایک اُس لشکر  
 میں چلے گئے اور وہاں شہید ہو گئے پھر آپ نے ایک اور لشکر روانہ فرمایا، تو  
 ایک دوسرے ساتھی اُس میں چلے گئے، اور وہ بھی جا کر شہید ہو گئے۔ پھر  
 (کچھ دنوں بعد) ان میں سے تیسرے جو باقی بیچے تھے ان کا انتقال بستر ہی پر  
 ہو گیا۔ (حدیث کے راوی عبداللہ بن شداد) کہتے ہیں، کہ ظلم نے  
 ذکر کیا، کہ میں نے خواب میں ان تینوں ساتھیوں کو جنت میں دیکھا، اور یہ دیکھا  
 کہ جو صاحب صحیح آغز میں اپنے بستر پر طبعی موت سے مرے، وہ سب سے

آگے ہیں، اور ان کے قریب ان کے وہ ساتھی ہیں جو دوسرے غیر شہید  
 ہوئے تھے اور ان کے قریب ان کے وہ ساتھی ہیں جو پہلے شہید ہوئے تھے  
 اس خواب سے میرے دل میں شبہ اور شکاں پیدا ہوا (کیونکہ میرا خیال تھا کہ  
 شہید ہونے والے ان دو ساتھیوں کا درجہ اس تیسرے ساتھی سے بلند ہوگا  
 جس کا انتقال بہتر طریقے سے ہوا) پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم سے اس خواب اور اپنے اس تاثر اور شکاں کا ذکر کیا، آپ نے  
 ارشاد فرمایا، کہ اس میں تم کو کیا بات اور پرہیز اور غلط معلوم ہوتی ہے،  
 تم نے ان کے درجات کی جو ترتیب دیکھی ہے وہی ہونا چاہئے، اور جو تیسرا  
 ساتھی اپنے دو ساتھیوں کی شہادت کے بعد بھی کچھ عرصہ زندہ رہا اور نمازیں  
 پڑھا، اور اللہ کا ذکر کرتا رہا، اسی کو سب سے آگے اور بلند تر ہونا چاہئے  
 کیونکہ اللہ کے نزدیک اس مومن سے کوئی افضل نہیں، جس کو ایمان اور  
 اسلام کے ساتھ فردِ ازلے میں وہ اللہ کی تسبیح (سبحان اللہ کا ذکر)  
 غیر اللہ کا ذکر اور تسمیل (لا الہ الا اللہ کا ذکر) کہے۔

(تفسیر) اس سے پہلے سورہ کی تشریح میں جو کچھ لکھا جا چکا ہے، اسی سے اس سورہ  
 کی بھی تشریح ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر کچھ دے تو ان دونوں سورہوں میں ان  
 بیذاتی اور با فرق لوگوں کے لئے بڑا سبق ہے، جو عباد اور شہادت کی صورت باتوں اور  
 جھوٹی نمانوں میں اپنا وقت گزارتے ہیں، حالانکہ جہاد و شہادت کا کوئی ایسا حال ان کے سامنے  
 نہیں ہوتا، اور نماز، روزہ، ذکر و تلاوت وغیرہ اعمالِ شریکے اور علیٰ علی سے اعلیٰ دنیا کی چیزوں  
 کا جو سوغ اللہ کی طرف سے ان کو ہر وقت ملا رہا ہے، وہ اس کی قدر نہیں کرتے، اور ان چیزوں  
 کو معمولی اور ادنیٰ درجہ کی چیزیں سمجھ کر ان سے فائدہ نہیں اٹھاتے، بلکہ بعض اوقات تو ان اعمال  
 پر کھڑکے نشا زہنا کو اپنی ماقبتِ خواب کرتے ہیں۔ وہ تہمتیں آگے کر کے کہتے ہیں کہ

# رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

## جامع اور اہم نصیحتیں اور وصیتیں

(۸۵) عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 (لَقَدْ أَلَّفَكُمُنَا كَثُفًا وَأَشْبَهَ الشَّيْطَانَةَ الْحَسَكَةَ عَمَّا أَوْفَى الْوَالِدَانِ  
 يَحْتَلِقُنِ حَسْبِي) ..... رواه احمد والترمذي والدارقطني

(ترجمہ) حضرت ابو ذر غفاری سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ، تم جہاں اور جس حال میں ہو اور غلوت  
 میں ہو یا جلوت میں، آلام میں ہو یا تکلیف میں، خدا سے ڈرتے رہو اور کھنٹی تمہارا  
 شکار ہے، اور ہر برائی کے چھ نکیل کرو، وہ اس کو شاد سے لے گا، اور اللہ کے بندوں  
 کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔ (مسند احمد جامع ترمذی، دارقطنی)

(تشریح) افسوس کی اہل مخلوق خوف اور بے گناہ غم اور بھاری فکر ہے، اور یہ ایک  
 باطنی کیفیت ہے، اور اس کا ظہور ظاہری زندگی میں اس طرح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر و  
 نہی کی اطاعت کی جائے، اور نہیات اور مباحی سے بچا جائے۔ لیکن انسان کی  
 سرشت انداس و نیاز میں اس کا ماحول ایسا ہے کہ اس خوف و فکر یعنی تقویٰ کے باوجود اس سے  
 غلطیاں اور خطائیں سرزد ہو جاتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے تدارک کیلئے ارشاد  
 فرمایا، کہ جب کوئی غلطی اور برائی ہو جائے تو اسے بعد کوئی نکیل ضرور کرو، نکیل کا خود اس برائی کی غلطی کو  
 غم کرنے کا اور شاد سے کھتران مجید میں ہی فرمایا گیا ہے: إِنَّ الْكُفَّاتِ يَبْغُونَ الشَّيْطَانَ

(نیکیاں برائیاں کو ختم کر دیتی ہیں)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری نصیحت اس پر  
 میں حضرت ابو ذرؓ کو پھرائی کہ لوگوں کے ساتھ تمہارا برتاؤ حسین و مخلوق کا ہو۔ معلوم ہوا کہ  
 تقویٰ اور تکثیر حسنات کے ذریعہ گناہوں کی تعلیم کے بعد بھی گناہیں اور رضاء انہیں حاصل ہوتے ہیں  
 انہوں کے ساتھ حسین و مخلوق کا برتاؤ بھی ضروری ہے۔

(۸۶) عَنْ أَبِي أَيُّوبٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلْ مِنْكُمْ مَنْ إِذَا كُنْتُمْ فِي  
 صَلَاتِكُمْ فَصَلُّوا سَلَامًا مُؤْتَرَةً وَلَا تَكَلِّمُوا بَيْنَكُمْ وَلَا تَكَلِّمُوا  
 قَدَامًا وَلَا جَوِجًا وَلَا يَأْسًا يَكْفِي فِي آيَاتِي النَّاسِ۔ (بخاری)

(آنحضرتؐ) حضرت ابو ایوب انصاری سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ مجھے نصیحت فرمائیے اور مختصر فرمائیے  
 (تاکہ یاد رکھنا آسان ہو) آپ نے ارشاد فرمایا کہ (ایک بات تو یہ یاد رکھو کہ) جب تم  
 نماز کے لئے کھڑے ہو تو اس شخص کی ہر نماز پڑھو جو سب کو اللوحات کہنے والا اور  
 سب سے رحمت ہونے والا ہو (یعنی دنیا سے جانے والے آدمی کی نماز جیسی ہی چاہے)  
 تم ہر نماز میں پڑھنے کی کوشش کرو، اور دوسری بات یہ یاد رکھو کہ ایسی کوئی  
 بات زبان سے نہ نکالو جس کی تم کو معذرت اور جواب دہی کرنی پڑے (یعنی  
 بات کرتے وقت ہمیشہ اس کا خیال رکھو کہ ایسی بات تم سے نہ نکلے جسکی جواب دہی  
 کسی کے ساتھ اس دنیا میں باقیامت کے دن تمہارے حضور میں کرنی پڑے) اور  
 تیسری بات یہ یاد رکھو کہ (آدمیوں کے پاس اذان کے ہاتھ میں جو کچھ نظر آتا ہے  
 اس سے لپٹے کو قطعاً بائوس کر لوں) یعنی تمہاری آئینہ دلی اور توجہ کا مرکز صرف  
 اللہ تعالیٰ ہیں، وہ اور مخلوق کی طرف سے اپنی امیدوں کو بالکل منتقل کر لو۔

(مسند احمد)

(۸۷) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ  
 كُنْتُ مُبَيَّاتًا وَكُنْتُ مُبْهِكًا كَمَا قَرَأْتُ الْمُتَجِدَّاتِ فَكُنْتُ لِلَّهِ فِي الْبُيُوتِ  
 وَالْمَكَلَّاتِ وَالْعَمَلِ بِأَعْيُنٍ فِي الرِّضَا وَالسُّخْبِ وَالنَّصْبِ وَالنَّعَا  
 وَالنَّعْرِ وَكَمَا الْمُهْلِكَاتِ فَصَوَّبِي مَسْبُوعٌ وَنَسَبِي مَسْطَاكٌ وَنَحْوِي مَطَاكٌ  
 بِتَقْدِيرِهِ وَهِيَ أَشَدُّ حَقًّا \_\_\_\_\_ رواه أبو يعقوب في شعبه إيمان.

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بیہوشی میں جو تجاوت دلائے والی ہوں، اوتھ میں جو چیزیں ہیں جو ہر پاک کر دینے والی ہیں، پس تجاوت دلائے والی تین چیزیں تو یہ ہیں:۔ ایک خدا کا نبوت غیبت میں اور غیبت میں (یاد رکھیں یا وطن میں) اور دوسرے حق بات کہنا، خوشی میں اور غصہ میں، اور تیسرے یہاں نہ رہی جو شمالی میں اور نگہ تھی میں۔ اور پاک کرنے والی تین چیزیں ہیں:۔ وہ خواہش نفس جس کی پیروی کی جائے، اور وہ خواہش جس کی اطاعت کی جائے (یعنی اسکے تقاضے پر چلا جائے)۔ اور آئی کی خود پرکھا کی عادت، اور یہ ان سب میں زیادہ محنت ہے۔ (شعبہ ایمان مصنف)

(تفسیر صحیح) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تو حاضرین مجلس اور مخاطبین کے خاص حالات کے لحاظ سے اور کہیں کسی اور ایسے ہی بہت سے بعض اوقات اپنے ارشادات میں بعض غفلت حاصل ہو سکتی اور اخلاق حسنہ کی اہمیت خصوصیت سے بیان فرماتے تھے، اور اسی طرح بعض خاص خاص جیسے اعمال و اخلاق کی قیامت و جزا و عقوبت خصوصیت سے زور دیتے تھے (اور علم اور برقی کا طرز ہی ہونا بھی چاہئے)۔ یہ حدیث بھی اسی نوعیت کی ہے، اور حضور کے اس ارشاد کا حاصل صرف یہ ہے کہ جس شخص کو اس کی فکر ہو کہ وہ طاقت سے بچے اور تجاوت حاصل کرے، اُسے چاہئے کہ ان چند نصیحتوں کی خصوصیت سے پابندی کرے، ظاہر و باطن اور غیبت و مہلوت میں خدا کا نبوت اور تقویٰ اُس کا شعار ہو، اور خواہ کسی سے رشامندی ہو یا ناراضی، ہمیشہ حق و انصاف کی بات کہے



شہوت سے پرہیز کرتا ہو، اطرف میں شخص کو یہ چار نصیبتیں نصیب ہوں، ظاہر ہے کہ اس کو نصیبت کا کمال نصیب ہے جو اس دنیا کی سب سے بڑی بھند ہے۔ اور آخرت کی کبھی رخصتم ہونے والی زندگی میں اس کو وہ بے حساب ڈوسہ پہلہ شہوتیں نہیں ملیں گی جن میں سے ایک ایک کی قیمت اس دنیا سے اسی سو سالی ساڑھا دو لٹوں اور مٹوں سے زیادہ ہوگی۔ پس ایسا شخص اگر دنیا سے خالی ہاتھ رہے تو اسے کوئی غم اور کوئی ناسوس نہ ہونا چاہئے، کیونکہ جو کچھ اسے ظاہر ہے دنیا اور اس کی ساری دولتیں اور خیریں اس کے سامنے ہیچ ہیں۔

(۹۹) عَمَّ يَتَذَكَّرُ أَلَيْسَ لِنَسْتِكَ أَتِلْوٌ مَّا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِن فَضْلٍ غَدِيٍّ وَسَلْبٍ قَالَ قَالَ أَفَلَمْ تَرَ  
 مَتَى أَتَمَّنَّ اللَّهُ تَلْبَةً لِلرِّيَاسَاتِ وَجَعَلَ قَلْبَهُ سَلْبَةً لِّأَنْفُسَانِهَا وَمَتَى  
 تَلْبَةً سَلْبَةً لِّأَنْفُسَانِهَا وَجَعَلَ قَلْبَهُ سَلْبَةً لِّأَنْفُسَانِهَا وَمَتَى تَلْبَةً سَلْبَةً لِّأَنْفُسَانِهَا  
 عَمَّ يَتَذَكَّرُ عَمَّ يَتَذَكَّرُ عَمَّ يَتَذَكَّرُ عَمَّ يَتَذَكَّرُ عَمَّ يَتَذَكَّرُ عَمَّ يَتَذَكَّرُ  
 وَكَانَ أَفْظَرَ مَنَ يَجْعَلُ قَلْبَهُ كَرِيحًا..... رواه احمد والبيهقي في شعبه الثمان.

(ترجمہ) حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، وہ شخص کا یہاب اور بامزاج ہوا جس کے دل کو انسانوں نے ایمان کے لئے نکالیں کر دیا اور اسکے قلب کو صحیح و سالم بنا دیا (یعنی جس کے دل کو ایسا صاف ایسا ایمان و یقین نصیب فرمایا جس میں شک یا انفاق کی کوئی آمیزش اور کوئی گنہائش نہیں ہو اور جسے دیکھ کر جیسے باطنی امراض سے بھی اسکے دل کو پاک کر کے سلیم بنا دیا) اور اس کی زبان کو سچائی اور اسکے نفس کو ایمان عطا فرمایا (یعنی اسکے نفس کو ایسا کر دیا کہ اللہ کی یاد سے اور اس کی مرضیات سے اس کو چھوڑ دینا انسان کے نام اور اس کی طبیعت کو سیدھا اور درست کر دیا کہ وہ برائی کی طرف نہیں چلتی) اور اسکے کان کے سننے والا اور اسکے کو دیکھنے والا بنا دیا کہ وہ حق باتوں کو اور اللہ کی نشانیں کو سنتے ہیں اور دیکھتے ہیں اور نصیحت و عبرت حاصل کرتے ہیں پس

کان تو مثل قیامت کے ہے (ذکر باتیں اسکے راستے سے دل میں اس طرح ہوتی ہیں جس طرح بادل یا شیشی میں کوئی چیز قیامت کے ذریعہ برالتو ہے) اور آگ کو پہنچانے والی، اور شہر کرنے والی ہے ان چیزوں کو جو وہ قلب کو سونپتی ہے اور باہر آواز کا مکیاب ہوا وہ شخص جس کے دل کو نساویا اللہ نے یاد رکھنے والا۔

(مسند احمد، شعبہ الامان، ص ۱۱۱)

(تشریح صحیح) حدیث کے آخر حصے میں کان اور آگ کے متعلق یہ بات فرمائی گئی ہے۔

۱۔ قائمہ اللہ فی قلبہ الخ، جس کے ترجمہ پر ایمان کے لئے خط لگا دیا گیا ہے اس سے وجود انسانی میں کان اور آگ کی یہ امتیاز ہی اہمیت ظاہر کرنا مقصود ہے، کہ دل جو انسانی امتیاز میں گویا بادشاہ اور فرما توہم کی حیثیت رکھتا ہے، اس میں جو چیزیں پہنچتی ہیں، ان کو اس کو متاثر کرتی ہیں وہ عموماً کان اور آگ ہی کے ذریعہ پہنچتی ہیں، ایسے انسان کی ظلال و مساوات اس پر متاثر ہے کہ اللہ اسکے کان کو شعور اور اس کی آگھوں کو مینا بنائے۔ اور صحیحہ آخر میں فرمایا کہ "فلوچ یا بیا و با مراد و با وہ انسان میں کے دل کو اللہ نے یاد رکھنے والا بنا دیا"۔ مطلب یہ ہے کہ

ظلال و مساوات تک پہنچانے والی جو باتیں کان یا آگ کے ذریعہ دل میں پہنچیں، ان سے ہی منزل مساوات تک جب ہی پہنچا جا سکتا ہے، جبکہ دل ان کو ملحوظ رکھے اور ان سے زیادہ کام لیتا رہے، ایسے انسان کی مساوات اور خوش بینی کی آغوش اور مستحکم شرط یہ ہے کہ قلب اپنا فریضہ اور وظیفہ ٹھیک ٹھیک انجام دیتا رہے۔

قرآن مجید میں بھی جابجا انسان کی ان خصوصیات کو ان (تسمیع و بصر، قلب) کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے، کہ گویا انسان کی ہدایت اور نجات کا دار و مدار ان تینوں کی سلامتی اور راست روی پر ہے۔

(۱۹) عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُجْعَلِي وَهُوَ يُعْطَلُ مَا خَلَقْتُمْ مَجْمَعًا قَبْلُ تَجْمَعُونَ شَيْئًا بِلَا كَيْفٍ

مَعْرَبًا وَتَجْعَلُونَ كَيْفًا مَقْبُولًا وَخَيْرُ مَا خَلَقْتُمْ قَوْلُكُمْ وَخَيْرُ مَا خَلَقْتُمْ

كَلِّمِ الشُّعْرَانَ وَحَيِّ اَتْرَافَ كَلْبِكَ مَوَدَّةً ..... رواه السنن

(ترجمہ) مردہوں میں سے مردی سے مردی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: پانچ حالتوں کو دوسری پانچ حالتوں کے آنے سے پہلے غنیمت جانتو، اور ان سے جو فائدہ اٹھانا چاہو، وہ اٹھا لو۔  
 غنیمت جانتو جو ان کو بڑھاپے کے آنے سے پہلے، اور غنیمت جانتو سترہ سال کی عمر سے پہلے، اور غنیمت جانتو خوش حالی اور فراخ دستی کو، اور غنیمت جانتو سستی سے پہلے، اور غنیمت جانتو فراغت کو، اور غنیمت جانتو زندگی کو موت آنے سے پہلے۔ (جامع ترمذی)

(ترجمہ) مطلب یہ ہے کہ انسان کے حالات ہمیشہ کیسا ہی نہیں رہتے، اسے اس کو چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ اسے کچھ حاصل کرنے کے قابل بھی اور اطمینان کی حالت نصیب فرمائے، تو اس کو غنیمت، اور پروردگار کی طرف سے ملی ہوئی نعمت سمجھے، اور اللہ کی رضا اور آخرت میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے جو کچھ کر سکتا ہو اس وقت کرے، کیا خبر ہے کہ آئندہ کر سکنے کے قابل نہ رہے گا، یا نہیں۔ اگر جوانی کی قوت ملی ہوئی ہے تو بڑھاپے کی کمزوریوں اور مشغوریوں کے آنے سے پہلے اس سے فائدہ اٹھائے، اگر تندرست و توانا ہے تو بیماری کی مجبوریوں سے پہلے اس سے کام لے، اگر خوش حالی اور مالی وسعت اللہ نے نصیب فرمائی ہے تو افلاس اور محتاجی آنے سے پہلے اس سے فائدہ حاصل کر لے، اور اگر کچھ فرصت ملی ہوئی ہے تو مشغولیت اور پریشانی حالی کے دن آنے سے پہلے اس کی تدبیر کر لے، اور کام لے لے، اور زندگی کے بعد ہر حال موت ہے جو ہر قسم کے اعمال کا خاتمہ کر دینے والی ہے، اور اسکے ساتھ توبہ و استغفار کا دروازہ بھی بند ہو جاتا ہے، اسلئے زندگی کے ہر لمحہ کو غنیمت اور خدا داد فرصت سمجھے، اور اس سے فائدہ اٹھانے میں غفلت نہ کرے۔

(۹۱) عَنْ ابْنِ مَرْزُوقٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا

يَنْتَظِرُ أَحَدًا كَعَمَلِهِ عَنِّي مُتَذَكِّرًا أَوْ مُفَضِّلًا مُنَوِّبًا أَوْ مُرَوِّدًا مُعْتَبِرًا  
 أَوْ هَدًى مَا مَعْتَدُونَ أَوْ مَسْرُورًا كَمَعِيرَةٍ أَوْ الْكَجَالِ وَاللَّيْلِ جَانِي مَشْرُ  
 كَهَارِثٍ يَنْتَظِرُ أَوْ الْبِئْسَ عَمَلٌ وَالسَّاعَةَ وَالسَّاعَةَ أَدْعَى فَلَا مَسْرُ

(رواه الترمذی و صحیحہ و النسائی)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا، تم عمل کیلئے انتظار کرتے ہو  
 اس خوشحالی اور دولت مندی کا جو آدمی کو سرکش کرتی ہے، یا انتظار کرتے ہو  
 اس ناداری اور تنہائی کا جو سب کو بھٹا دیتی ہے یہ انتظار کرتے ہو حالت بگاڑ  
 دینے والی بیماری کا، یا منتظر ہو ۱۶ اس گھروینے والے بڑھاپے کا، یا اچانک آنے  
 والی اور ناکرہینے والی موت کا، یا تم منتظر ہو وہ حال کے۔۔۔ اور وہ حال بدترین  
 حالت ہے جس کا انتظار ہے، یا منتظر ہو قیامت کے، اور قیامت بڑا سخت حادثہ  
 اور بڑا کڑوا گھونٹ ہے۔ (جامع ترمذی و سنن نسائی)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ جو لوگ فرصت اور فراغت کو نصیبت نہیں سمجھتے، اور اس سے  
 فائدہ نہیں اٹھانے کا قصد رکھتے، اور قیاح انہی کے لئے عملی سبب و سبب سے غافل رہ کر تنہائی  
 میں اپنا وقت گزار رہے ہیں، گویا وہ اسکے منتظر ہیں کہ مذکورہ بالا بلاؤں اور آفتوں میں سے جب کئی  
 بلا اور آفت ان پر آئے گی، جب وہ جاگیں گے، اور اس وقت آفت کی فکر اور تباہی کر سکیں۔

(۹۲) عَنْ رِبِّهِمْ كَيْفَ يَكُونُ اللَّهُ حَكِيمًا وَرَسُولَهُ نَبِيًّا  
 كَيْفَ تَكُونُ خَلْقًا مَا رَأَى إِلَّا مَرِيضًا أَوْ مَيِّتًا يَسْتَأْذِنُ عَنْ تَحْمِيهِمْ عَنْ  
 تَحْمِيهِمْ فِيمَا أَكْفَانَا وَعَنْ شَيْبَانٍ كَيْفَ أَكْفَانَا وَعَنْ مَالِكِ بْنِ  
 الْأَشْجَبِ كَيْفَ أَكْفَانَا وَعَنْ مَالِكِ بْنِ الْأَشْجَبِ كَيْفَ أَكْفَانَا  
 الْكُتُبُ وَالْأَنْفُسُ وَالْأَعْيُنُ وَالْأَعْيُنُ وَالْأَعْيُنُ وَالْأَعْيُنُ

(ترجمہ) حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ

عبر و علم سے راوی ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:۔ تمہا ست کے دن راجب حساب کے لئے بارگاہ خداوندی میں پیش ہوگی، تو ان کو اس کے ہاتھ ٹھکر نہ سکیں، جو سب کے اس سے پانچ چیزوں کا سوال نہ کر لیا جائے گا۔۔۔۔۔ ایک اس کی چوری زندگی اور عمر کے بارے میں، کہ کن کاموں میں اس کو بھروسہ کیا۔۔۔۔۔ اور دوسرا خصوصیت سے اس کی جوانی اور جوانی کی قوتوں اس کے بارے میں، لیکن مشاغل میں جوانی اور اس کی قوتوں کو بوسیدہ اور پڑا بنا لیا، اور تیسرا اور چوتھا مال و دولت کے بارے میں، کہ کھانسی سے اور کن طریقوں اور راستوں سے اس کو معاشیل کیا تھا، اور کتنے کاموں اور کن راہوں میں اس کو مصروف کیا، اور پانچواں سوال یہ ہو گا، کہ جو کچھ معلوم تھا اسکے بارے میں کیا عمل کیا؟۔۔۔۔۔ (راجح تمدنی)

دعا) ہر شخص اپنی زندگی، اپنی جوانی، اپنے آمد و خرچ، اور اپنے علم و عمل کا دنیا ہی میں محاسبہ کرے، اور خدا سے کہہ کر دربار خداوندی میں کھڑا کر کے جب جگہ سے سر مشرب سواحت کئے جائیں گے، تو میرا حال اور انجام کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور اپنے کرم سے آسانی فرمائے، اور درجہ امتحان اپنی نوعیت کے لحاظ سے یقیناً بڑا سخت ہے، اور صرف وہی خوش نصیب بندے اس دن دعوائی سے بچ سکیں گے جو اس گھڑی کے آنے اور اس امتحان کا گاہبہ چھوٹنے سے پہلے ہی دنیا میں تیار ہی کر لیں، اور زندگی اس طرح گزیرے کہ اس کا بندہ اور اس امتحان میں کامیاب اور شرفور ہو سکیں۔

(۹۳) عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ جَابِرِ بْنِ سَلِيمٍ قَالَ أَدْبَيْتُ النَّبِيَّ يَوْمَ نَزَلَتْ رَجُلًا يُصَلِّيَ ثَلَاثِينَ مَرَّةً وَأَبِي وَكَانَ يَقُولُ شَيْئًا أَكْبَرَ مِنْهُمَا حَتَّى قُلْتُ مَنْ هَذَا أَوْ كَأَنَّهَا لَكَ رِجُلٌ اللَّهُ قَالَ قُلْتُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَرَّ بِأَوْشُقٍ بِاللَّهِ مَرَّ تَيْنٍ قَالَ لَا تَقُلْ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَرَّ بِكَوَيْبَةَ الْمَيْمُونَةَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَلَوَاتُ قُلَّتْ أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ؟ فَقَالَ أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ الْوَيْلُ  
 لِمَنْ أَحْبَبَكَ مُرَّرَ ذَلِكَ عَوْنَهُ كَسَفَهُ عَنْكَ فَإِنْ أَحْبَبَكَ كَأَمْرٍ  
 سَنِيَةٍ فَلَمْ يَحْرَمْنَا أَنْبَاءُكَ وَإِذَا كُنْتَ بِأَرْضِي فَصِيْرًا وَمَلَا فِي  
 قَضَائِي وَأَحْبَبْتُكَ فَلَمْ عَوْنَهُ رَدَّ مَا أَحْبَبْتُكَ قُلْتُ إِنْ عَمِدَ إِلَى  
 قَالِ لَا تَسْبِيْنِي أَسَدًا قَالَ فَمَا سَبَيْتُ بَعْدَهُ حُرًّا وَلَا عَبْدًا  
 وَلَا جَبْرِيًّا وَلَا شَاغِيًّا قَالَ وَلَا تَحْقِيقِي شَيْئًا مِنْ عِلْمِ الْمُعْرُوفِ  
 وَإِنْ تَكَلَّمْتَ بِأَخْبَارِكَ وَأَنْتَ مُنْبَسِطٌ إِلَيْهِ وَجَعَلْتَ إِيَّكَ ذَلِكَ  
 مِنَ الْمُعْرُوفِ كَأَنْفَعًا فَإِنَّكَ إِلَى نَيْبِ السَّاقِ فَإِنَّ  
 أَبَيْتُ فَإِلَى الْكُفَّابِينَ وَأَقَابِكَ وَأَسْمَاءُ الْإِنْسَانِ فَإِنَّهَا  
 مِنَ السَّخِيْلَةِ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُجِيبُ الْمُجْزِلَةَ وَإِنْ أَسْمَاءُ  
 شَمَّرَكَ وَحَسَبْتَ بِمَا يَعْلَمُ فِيكَ فَلَا تُعَيِّتِي وَمَا تَعْلَمُ فِيهِ  
 فَإِنَّهَا وَإِلَى ذَلِكَ عَلَيْكَ

(ترجمہ) ابو عمری جابر بن سلیم سے دریافت ہے کہ میں مرثدہ ہونے لڑاؤں میں  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اس وقت کچھ جانتا نہیں تھا میں نے  
 ایک شخص کو دیکھا کہ لوگ اس کے پاس غالب ہیں کہ حاضر ہوتے ہیں اور وہ ان کو بوجھ  
 بنا دیتا ہے اس کو قبول کر کے چلے جاتے ہیں، جو کچھ میں اس کی زبان سے نکلتا ہے  
 لوگ اس کو دل و جان سے ملتے اور تسلیم کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کیوں ہے؟  
 لوگوں نے مجھے بتایا کہ یہ اللہ کے رسول ہیں، میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا،  
 اور میں نے عرض کیا: حکایت اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ اللہ! یہ میرا دوسرا  
 عرض کیا، آپ نے فرمایا: حکایت اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ یہ تمہاری طرف سے ہے۔  
 (یعنی اہل جاہلیت اس طرح مردوں کو اسلام کیا کرتے تھے، کہانے اس کے)

"انشاء اللہ بوجھ لیا" کہو۔ میں نے عرض کیا، آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ نے فرمایا، ہاں! میں رسول ہوں، اُس اللہ کا جس کی شان پر ہے کہ اگر تمہیں کوئی دُکھ اور تکلیف ہو، اور تم اُس سے دعا کرو، تو وہ تمہارے دُکھ کو دور کر دے، اور اگر تم پر ظلم یا سالی کی مہیبت آجائے، اور تم اُس سے دعا کرو، تو تمہارے لئے وہ زمین سے پیداوار پیدا کرے، اور جب تم کسی جنگل میں پان میں، اور حق و باطل میں ہو، اور تمہاری سواری کا جانوروں گم ہو جائے، اور تم اُس سے دعا کرو، تو وہ تمہاری سواری کے اُس جانور کو تمہارے پاس پہنچا دے۔ (حدیث کے طوری جاہر بن سلیم کہتے ہیں کہ) میں نے آپ سے عرض کیا، کہ یہ مجھے کونسی نصیحت اور نصیحت فرمائیے؟ آپ نے ارشاد فرمایا، تمہیں میری پہلی نصیحت سیکھ کر، تم کہیں کسی کو نکالی نہ دینا، ہامد بن سلیم کہتے ہیں، مجھے جس سے میں نے کسی کو بھی نکالی نہ دی، نہ کسی آزاد کو نہ غلام کو، نہ اونٹ بکری جیسے کسی جانور کو، نہ کسی سدا کلام جاری رکھتے ہوئے مجھے سنو، نہ یہ نصیحتیں بھی فرمائیں، کسی احسان کو تم خیر نہ بھجو، اور تم اپنے بھائی سے ملنے نہ روٹی کے ساتھ بات کیا کرو، یہی ایک کلمہ کا احسان اور حسن سلوک ہے، اور اپنا شہنشاہی پنڈلیوں تک اونچا نہ کھو، اگر اتنا اونچا رکھنا منظور نہ ہو، تو کم سے کم ٹخنوں تک اونچا رکھو، اور پسینہ گوناوی نہ بچھو، کانٹے سے پرہیز کرو، کیونکہ یہ کھری کی بات ہے، اور اللہ تعالیٰ کو کبیر پسینہ نہیں ہے، اور اگر کوئی تمہیں نکالی ہے، اور تمہاری کسی ایسی بڑی بات کا ذکر کرے، تم کو ہار دلائے، جو وہ تمہارے ہاتھ سے جانشا ہو، تو تم ایسا نہ کرو، اس صورت میں اس کی اس ساری زبان نہ ماری کلابولہ و بابل اُس پر چھو گا۔ (سنن ابی داؤد)

(۹۳) عَن أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مَنْ يَأْتِ بِسَلْبَةٍ مَعَهُ فَوَافَقَهَا بِهَا فَمَنْ يَأْتِ بِسَلْبَةٍ مَعَهُ فَوَافَقَهَا بِهَا

پھر حق؟ قلت: انا یا رسول اللہ! فأخذ بيدي فشد عني شداً فقال  
 إنني ألتصق بك كأنني ألتصق بالتمام، فإذا شئت كما قسم الله لك أنك  
 ألتصق بالتمام، وأخبرني إلى جارك كأنك مؤمنين في أحوال الناس  
 ما ألتصق بنفسك بغيرك مثلياً ولا تلتصق بالغير كأنك كسوف  
 (الخصال) ثبت القلب  
 رواه ابن السني

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 علیہ وسلم نے ایک دن ہم لوگوں کو حق طلب کرتے ہوئے فرمایا۔ کون ہے جو مجھ سے  
 بیگم لے پر چند خاص باتیں، پھر وہ خود ان پر عمل کرے یا وہ مستعمل کرنے والوں کو  
 بتائے؟ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں۔ تو آپ نے  
 لا ذرا وشفقتی ایسا ہوا تو اپنے دست مبارک میں بطیخا اور گن گن کرے پانچ باتیں  
 بتائیں۔ فرمایا: یہ چیزیں ہلکے حرام قرار دی ہیں ان سے بچو اور  
 ان سے بھاڑو اور پھینکو، اگر تم نے ایسا کیا، تو تم بہت بڑے عبادت گزار ہو  
 (اور یہ عبادت نفل عبادت کی کثرت سے افضل ہے) دوسری بات  
 آپ نے یہ فرمائی کہ۔ اللہ نے جو تمہاری قسمت میں لکھا ہے اس پر راضی اور مطمئن  
 ہو جاؤ، اگر نہیں کرو گے تو تم بڑے بہیمانہ اور روہت مند ہو جاؤ گے۔ اور  
 یہ تشریح بہت ہے کہ۔ اپنے آپ کو اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اگر ایسا کرو گے، تو تم  
 لوہے کی کمان ہو جاؤ گے۔ اور چوتھی بات یہ کہ، جو تم اپنے لئے چاہتے ہو اللہ سے  
 کرتے ہو، وہی دوسروں کو لیں کیسے لیں چاہو اور پسند کرو، اگر تم ایسا کرو گے، تو  
 حقیقی مسلم اور پورے مسلمان ہو جاؤ گے۔ اور پانچویں بات یہ ہے  
 کہ۔ زیادہ مست ہنس کر دو، کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مرادہ کر دیتا ہے۔

(مسند احمد جامع ترمذی)

(تشریح صحیح) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ باتیں بتانا چاہتے تھے، آپ نے ان باتوں میں خاص مطلب پر لکھنے کے لئے، اوردان کے دلوں کو پوری طرح بیدار اور متوجہ کرنے کیلئے پہلے ارشاد فرمایا کہ: میں اس وقت کہو خاص باتیں بتانا اور لکھنا چاہتا ہوں، تم میں سے کون ان کو لیکھنا چاہتا ہے، لیکن اس کو ان باتوں کا یہ حق ادا کرنا ہو گا کہ وہ خود ان پر عمل کرے اور دوسروں کو بھی بتلائے، تاکہ وہ بھی عمل کریں۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو آدمی دین کی باتیں لیکھے اس پر دوسری باتیں لیکھنا اور یاد رکھنا ضروری ہے کہ اوردوسروں کو بھی بتلائے، بلکہ اگر خود یاد رکھے، تب بھی دوسروں کو بتانے سے دریغ نہ کرے۔

جو پانچ باتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے، اس موقع پر تعلیم فرمائیں، وہ بڑی اہم کیفیتیں ہیں۔ پہلی بات آپ نے یہ ارشاد فرمائی کہ: رہ بڑا عبادت گزار بندہ وہ ہے جو عمرات اور مناسک سے ہمیشہ تیار رہے، اگر حج زیادہ فطری نمازیں نہ پڑھتا ہو، فطری روزے زیادہ بند رکھتا ہو، ذکر و تسبیح میں بہت زیادہ مشغول نہ رہتا ہو۔۔۔۔۔۔ دوسری بات یہ فرمائی کہ: اللہ کی طرف سے جو قسمیں آئیں اور مفروضہ ہوں، اس پر راضی ہو جانے سے آدمی کو بڑا امینان اور بڑی بے گفتری نصیب ہو جاتی ہے۔ تیسری بات یہ کہ: پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کمال ایمان کی شرط ہے۔ چوتھی بات یہ کہ: کامل مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی دوسروں کا اتنا خیر خواہ اور دبی خواہ ہو، کہ جو اپنے لئے چاہے وہی دوسروں کے لئے چاہے۔ اور پانچویں بات یہ کہ: زیادہ تم ہنسنا چاہئے، کیونکہ یہ حادثہ دل کو مردہ اور بے حس کر دیتی ہے۔

اگر اللہ کی توفیق سے سب اس کا کوئی بندہ کج بھن ان پانچ باتوں پر کار بند ہو جائے تو دنیا ہی میں وہ جنت کا مزا چکھے گا، اس کی زندگی پاک عبادت اور بڑے امینان والی ہوگی، دوسری بات کے لوگ اس سے جنت کریں گے، اس کا دل اللہ کے ذکر سے زبرد اور شاداب ہو گا، ادا کثرت میں اللہ کی رضا اور جنت کی جو نعمتیں اس کو ملیں گی ان کی تعداد جنت اور جنتی نعمتیں

بس وہی جا کر علوم ہو گیا۔

(۹۵) عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ أَمَرَني عُمَرُ بنُ عَبْدِ مَنَظَرٍ بِسَبْعِ مَسْأَلَةٍ بِحَسْبِ الْمَسْأَلَةِ  
قَالَ لِي تَوَدُّ مَسْأَلَةً وَأَمَرَني أَنْ أَنْظُرَ لِي مَنْ هُوَ مُؤَيَّدٌ وَكَأَنَّظُرَ لِي  
مَنْ هُوَ مُؤَيَّدٌ، وَأَمَرَني أَنْ أَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُبَدِّلَ لِي  
أَنْ لَا أَسْأَلَ أَحَدًا شَيْئًا وَأَمَرَني أَنْ أَقُولَ بِالْحَقِّ كَمَا كَانَ مَسْأَلَةً  
عَنْ أَمَرَني أَنْ كَأَنَّكَ فِي اللَّهِ تَوَدُّ مَسْأَلَةً كَمَا تَوَدُّ، وَأَمَرَني أَنْ أَكْتُبَ  
مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ اتَّقَاةِ

(رفعا احمد)

(ترجمہ) حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا کہ  
مجھے میرے محبوب دوست (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے سات باتوں کا خاص طور سے  
حکم فرمایا ہے۔۔۔ مجھے آپ نے حکم فرمایا ہے، بیشک میں ابو ذر غفاری سے بہت  
رکھے گا، اور ان سے قریب رہنے کا۔۔۔ اور آپ نے حکم فرمایا ہے، کہ۔۔  
دنیا میں ان لوگوں پر نظر رکھوں جو مجھ سے نیچے درجہ کے ہیں (یعنی جن کے پاس  
میری زندگی کا سامان مجھ سے کم ہے) اور ان پر نظر نہ کروں جو مجھ سے اوپر کے  
درجہ کے ہیں (یعنی جن کو میری زندگی کا سامان مجھ سے زیادہ دیا گیا ہے، اور جن  
دوسری احادیث میں ہے کہ ایسا کرنے سے زندگی میں جس قدر کمزوری صفت پیدا ہوتی ہے،  
اور یہ ظاہر ہی ہے) ان کے حضرت ابو ذر فرماتے ہیں کہ۔۔۔ اور مجھے آپ نے  
حکم دیا ہے، کہ، بیشک اپنے اہل قرابت کے ساتھ صلہ رکھی کروں، اور قرابتی ہشتہ کو  
جوڑوں (یعنی ان کے ساتھ وہ معاملہ اور وہ سلوک کرتا رہوں جو اپنے عزیزوں قریبوں  
کے ساتھ کرنا چاہئے) اگرچہ وہ مجھ سے کمزور یا کمزور ہو، اور آپ نے مجھے  
حکم دیا ہے، کہ، کسی آدمی سے کوئی چیز مانگوں (یعنی اپنی ہر حاجت کے لئے)

اللہ ہی کے سامنے ہاتھ پھیلاؤں، اور اسکے سوا کسی کے در کا سائل نہ ہوں۔ اور آپ نے مجھے حکم فرمایا کہ: میں ہر موقع پر حق بات کہوں، اگرچہ وہ لوگوں کو کھینٹے کر دے اور لوگوں کی خواہشات، اور اغراض کے خلاف ہونے کی وجہ سے انہیں ٹری گئے۔ اور آپ نے مجھے حکم فرمایا ہے، کہ: میں اللہ کے دستے میں کسی طاقت کرنے والے کی طاقت سے ٹڈیوں لڑتی دنیا والے اگرچہ مجھے برا کہیں، لیکن میں وہی کہوں اور وہی کروں جو اللہ کا حکم ہو، اور میں سے اللہ راضی ہو، اور کسی کے برا بھلا کرنے کی مطلق پروا نہ کروں۔ اور آپ نے مجھے حکم فرمایا کہ: میں کلمہ "ہا سکتونی رسی کما سکتونی" پانچ بار پڑھاؤں، کثرت سے پڑھا کروں، کیونکہ یہ سب باتیں تمہارا لئے سے ہیں جو عرش کے نیچے ہے (یعنی یہ تمہارے لئے ہے کہ تمہیں جہاں تہا ہیں جو عرش اگلی کے نیچے ہے، اور میں کو اللہ ہی جی بندہ ہی کو پناہ دتا ہے عطا فرمائی کسی اور کی وہاں تک دسترس نہیں)۔ (مسئلہ سوم)

(تشریح) سریت کی ضروری تشریح ترجمہ ہی کے ضمن میں ہو چکی ہے، یہاں صرف ایک بات یہ قابل ذکر ہے، کہ کلمہ "ہا سکتونی رسی کما سکتونی" جس کی کثرت کی اس سریت میں لکھ فرمائی گئی ہے، اس کی تشریح خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث میں یہی ہے کہ: "میں ہوں، میں پھاؤ، اور تمہاری کرنے کی قوت میں اللہ ہی کی توفیق سے بندہ کو ملتی ہے، یعنی اللہ کا فضل اور اس کی توفیق اگر شامل حال نہ ہو، تو بندہ نہ گناہوں سے بچ سکتا ہے، اور نہ نیک اعمال کر سکتا ہے، پس بندہ کو چاہئے کہ وہ ہمیشہ اللہ سے توفیق اور اس کا فضل مانگتا ہے، اور یہی حدیث سے بچا، اور نیک اعمال کا کرنا اگر نصیب ہو، تو اس کو اپنا کمال نہ کیے، بلکہ اللہ کا فضل کو کم جانے والا نہ ہے، کہ یہ کلمہ جس حقیقت کو بیان کرتا ہے، اگر اسکے وہ بیان اور استحضار کے ساتھ کثرت سے اس کا ورد کیا جائے، تو بندہ کی اصلاح کے لئے اکیسواں اور اس میں بڑی تاثیر ہے، شایعہ طریقت میں سے خصوصیت کے ساتھ حضرات شہداء علیہ السلام اور اہل بیت کو ایسی کلمہ کی کثرت کی

زیادہ تعلقیں کرتے ہیں۔

(۹۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 أَخْرَجَنِي رَبِّي بِسِتِّهِ حَسْبِي اللَّهُ فِي التَّيْسِ وَالْعَلَايَةِ وَمَا كَلَّمَ الْعَرَبَ  
 فِي النَّصَبِ وَالرِّضَا، وَالْقَسْدِ فِي الْفَقْرِ وَالْخِيَا وَأَنْ أَحْسِبَ مَنْ  
 كَلَعَنِي، وَأَخْلَعَنِي مِنْ حَرِّ مَنْ، وَأَكْفَعُو عَيْنِي فَلَمْ يَفْعَلْ وَأَنْ يَكُونِ  
 عَشِيمِي خَلًّا أَوْ لَطِيمِي وَكَلًّا، وَكَلِمِي حَبْرِي كَمَا حَسِبَ بِالْعَرَبِ وَفِي سَلَى  
 بِالْمَعْرُوفِينَ - دهانہ دہنیت۔

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، یہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔ مجھے جس سے پروردگار نے ان کو باتوں کا خاص  
 طور سے حکم فرمایا ہے۔۔۔ ایک اللہ سے تمنا خلوت میں اور جلوت میں۔ اور  
 صلہ و انصاف کی بات کہنا غصہ میں اور رضا مندی میں رضی عنہما ہو کہ حسب  
 کسی سے ناراضی اور اس پر غصہ ہو تو اس کی حق تلفی اور جس کے ساتھ بے انصافی  
 کی جائے، اور جب کسی سے دوستی اور رضا مندی ہو تو اس کی بوجھ سمائیت اور  
 عزتداری کی جائے، بلکہ ہر حال میں صلہ و انصاف اور اعتدال کی راہ چلنا چاہئے۔  
 اور حکم فرمایا میرا نہ روی پر قائم رہنے کا، خودی کو ہمارا نہ اور فرائض حق و دولت مندی  
 کی دونوں حالتوں میں راہی جب اللہ تعالیٰ نادرہ اور ندرہ ہی میں مبتلا کرے تو  
 بے صبری اور پریشانی مانی کا اظہار نہ ہو، اور جب وہ فرائض حق اور خوشحالی بحسب  
 فرمائے تو بندہ اپنی حیثیت کو قبول کرے اور سرکشی میں مبتلا نہ ہو جائے۔ الغرض  
 ان دونوں آسمانی حالتوں میں افراط و تفریط سے بچا جائے، اور اپنی روش حکیمانی  
 رکھی جائے یہی وہ میرا نہ روی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کو حکم فرمایا ہے۔ کہ گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں (اور حکم فرمایا کہ

میں ان اہل قراہت کے ساتھ بھی رشتہ جوڑوں اور ان کے حقوق قراہت، اچھی طرح  
 اٹھا کروں جو مجھ سے رشتہ قراہت توڑیں اور میرے پسر کے ساتھ بد سلوکی کریں، اور یہ کہ میں  
 ان لوگوں کو بھی دونوں جنھوں نے مجھے محروم رکھا ہو، اور سزا حق مجھے نہ دیا ہو، اور  
 یہ کہ میں ان لوگوں کو معاف کر دوں جنھوں نے مجھ پر ظلم کیا ہو اور مجھے متایا ہو، اور  
 مجھے حکم دیا ہے کہ میری خاموشی میں نکلے جو زمین جس وقت میں خاموش ہوں تو  
 اس وقت سوچنے کی چیزیں سوچوں، اور جو چیزیں قابل فکّر ہیں ان میں غور و فکّر  
 کروں، شہادۃ اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کی آیات، اور شتائے کہ اللہ تعالیٰ کا  
 ساتھ میرے ساتھ کیا ہے اور اس کا مجھے کیا حکم ہے، اور میرا معافی اللہ کے ساتھ  
 اور میرے احکام کے ساتھ کیا ہے اور کیا ہونا چاہئے، اور میرا انجام کیا ہو گا اور  
 پھر شتائے کہ اللہ کے قائل بندوں کو کس طرح اللہ سے بڑھا جائے، بخرق خاموشی  
 میں اس طرح کا فکّر ہو۔ اور مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میری گفتگو ذکر ہو (یعنی میں جب  
 بھی بولوں اور جو میں بولوں اس کا اللہ سے تعلق ہو، خواہ اس طرح کہ وہ اللہ کی  
 شہادہ صفت ہو، یا اس کے احکام کی تعلیم و تبلیغ ہو، یا اس طرح کہ اس میں اللہ کے  
 احکام اور حد کی رعایت اور نگہداشت ہو، ان سب صورتوں میں جو گفتگو ہوگی  
 وہ ذکر کے قبیل سے ہے) اور مجھے حکم ہے کہ میری نظر عبرت والی نظروں سے  
 میں نہیں چڑکھوں، اس سے سبق اور عبرت حاصل کروں، اور لوگوں کو حکم کروں اچھی

(تاریخ)

باتوں کا۔

(تشریح) انصوری تشریح ترجمہ کے ضمن میں ہو چکی ہے۔ صرف ایک بات  
 اور قابل ذکر ہے کہ حضرت کا آخری جہز (رواۃ فی القنوت) ان باتوں کے علاوہ ہے گویا حضور  
 نے اللہ تعالیٰ کے وہ خواص کو حکم بیان فرماتے کے بعد جو آپ اس موقع پر بیان فرمانا چاہتے تھے،  
 اللہ تعالیٰ کا ایک اہم حکم بھی بیان فرمایا، جس کے لئے آپ نبی و رسول ہونے کی حیثیت سے حاضر ہوئے

ماہر ہیں، اور وہ آپ کا خاص انخاص فرض نصیب ہے یعنی امر بالمعروف، جس میں میں نے انکار بھی داخل ہے، کیونکہ وہ دراصل امر بالمعروف ہی کی منجلی صورت ہے۔۔۔۔۔ یہ حدیث اور اس سے پہلے حدیث بھی بڑی اہم تعلیمات کی بیان ہیں، اور حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر عمل نصیب فرماویں، تو اصلاح و تزکیہ کے لئے یہی دو حدیثیں کافی ہیں۔

(۹۷) عَنْ مُعَاذِ قَالَ أَوْصَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَيْفِ كَلِمَاتٍ، قَالَ لَا تَشْرِكْ بِاللَّهِ شَيْئًا لَوْلَا كَلِمَاتُكَ وَحَدِيثُكَ وَلَا تَطْفُرَ وَالَّذِيكَ فَإِنَّ أَسْرَاكَ أَنْ تَخْرُجَ مِنْ أَهْلِكَ وَ مَالِكَ. وَلَا تَشْرِكْ صِلُوا مَسْكُوتِيَّةً مُتَعِدِلًا فَإِنَّ مَنْ تَرَكَ صِلَاةَ مَسْكُوتِيَّةً مُتَعِدِلًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللَّهِ. وَلَا تَشْرِبْ خَمْرًا فَإِنَّهُ لَا مِنْ شَيْءٍ فَاحْشَوْا كَلِمَاتِي وَالْمُحْصِيَّةَ فَإِنَّ بِالْمُحْصِيَّةِ حَلَّ حُكْمِ اللَّهِ. وَلَا تَأْكُلُوا مِنَ الرِّجْحِ وَ إِنْ هَلَكَ النَّاسُ، وَوَلَدًا أَصَابَ النَّاسُ مَوْتًا فَأَنْتَ فِيهِمْ قَائِمٌ، وَأَنْتَ عَلَى حَيَاتِكَ مِنْ طَوْلِكَ وَلَا تَتَوَضَّعْ حَتَّى تَسْمُرَ حَصَائِكَ أَدْبَانًا، وَاحْفَظْ فِي اللَّهِ رِعَاةَ أَهْلِهِ۔

(ترجمہ) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ مجھے دس باتوں کی وصیت فرمائی، فرمایا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اگرچہ تم کو قتل کر دیا جائے، اور عطا ڈالا جائے۔۔۔۔۔ اور اپنے ماں باپ کی نافرمانی نہ کرو، اگرچہ وہ تم کو حکم دیں کہ اپنے اہل و عیال اور مال کو چھوڑ کے نکل جاؤ۔۔۔۔۔ اور کبھی ایک فرض نماز بھی قصداً نہ چھوڑو، کیونکہ جس نے ایک فرض نماز بھی قصداً چھوڑی، اس کے لئے اللہ کا عذاب اور ذمہ نہیں رہا۔۔۔۔۔ اور ہرگز کبھی شراب نہ پیو، کیونکہ شراب نوشی سارے نواہیوں کی جڑ بنیاد ہے۔

ناسی ہے اس کو ہم انجیٹ کہا گیا ہے۔ اور برگنہ سے پوچھو کہ لوگتہ کی وجہ سے  
 اللہ تعالیٰ کا فضلہ نازل ہوا ہے۔ اور جہاد کے سحر سے بچنے کے لیے کونسا  
 گشتوں کے پیشے لگ رہے ہوں۔ اور جب تک کسی جگہ پر لوگوں کے ساتھ رہتے ہو  
 اور وہاں (کسی دہائی میں کسی دہسکر) موت کا باران گرم ہو جائے، تو تم وہیں  
 چھوڑو (جان بچانے کے خیال سے وہاں سے مت بھاگو)۔ اور اپنے (دل و جان) پر  
 اپنی استطاعت اور حیثیت کے مطابق خرچ کرو (مخل سے کام لو کہ سپید پاس  
 ہوتے ہوئے ان کو تکلیف نہ ہو اور نہ خرچ کرنے میں اپنی حیثیت سے کسی گڑبگڑ  
 اور اذیت دینے کے لئے ان پر (حسب ضرورت و موقع) سختی بھی کیا کرو۔ اور  
 ان کو اللہ سے ڈرا یا بھی کرو۔ (مسند احمد)

(تفسیر صحیح) حدیث اپنے مطلب کے لحاظ سے بالکل واضح ہے۔ تاہم چند باتیں قابل ذکر ہیں  
 شریعت کا مشہور و معروف شکل ہے اور قرآن مجید میں بھی اس کو صراحت سے بیان کیا گیا ہے کہ  
 اگر کسی شخص کو شرک و کفر پر مجبور کیا جائے اور نذرہ یہ ہو کہ اگر میں انکار پر ہی قائم رہوں گا تو  
 مارا ڈالا جائے گا، تو ایسے موقع پر اس کی اہانت سے بے گھرویت زبان سے شرک و کفر کا اظہار کر کے  
 اس وقت جان بچانے کے لئے۔ لیکن شریعت اور فہم سے بے گھرویت سے بھی شرک و کفر کا  
 اظہار نہ کرے، اگرچہ جان بچانے کے لئے حضرت سادہ رضی اللہ عنہ پر کفر و افسوس میں سے کئے گئے  
 حضور نے انہی کو نصیحت فرمائی کہ وہ ایسے موقع پر حرمت چھیڑیں، اور جان کی قربانی نہ کریں۔  
 —۔۔۔ ایسی طرح والدین کی اطاعت کے بارے میں جو آپ نے ارشاد فرمایا کہ۔ اگر والدین و  
 مجال اور اپنا کیا ہو اس بار مال بھونڈنے کے لئے جانے کو کہیں تب بھی ان کی نافرمانی نہ کرو، یہ بھی انہی  
 اور فہم کا بیان ہے، اور مطلب یہ ہے کہ اولاد کو چاہئے کہ ان کے سخت سے سخت حکم اور ناکوار  
 سے ناکوار حکم کو بھی مانے۔۔۔ ورنہ مسئلہ یہ ہے کہ۔۔۔ ماں باپ کے ایسے سخت اور ناکوار  
 مطالبات کا پورا کرنا اولاد پر شرعاً واجب نہیں ہے، ان اگر رضا کارانہ طور پر اولاد سے مانگا کرے،



(ترجمہ) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک دن مسجد نبوی میں آئے، وہاں انہوں نے صحابہ میں جہل رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس بیٹھے رہ رہتے ہیں، حضرت عمرؓ نے ان سے دریافت کیا، تمہارے پاس روئے کا سبب کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ ہے ایک بات زکاوی ہے جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی، میں نے اسے سنا تھا، آپ فرماتے تھے کہ، تمہارا سارا بائبل شریک ہے، اور جس شخص نے اللہ کے کسی دوست سے دشمنی کی، تو اس نے خود اللہ کو جنگ کی دعوت دی، اور بیشک اللہ تعالیٰ بھگت کرتا ہے، ان کیلئے کہ انہوں نے بندوں سے جو ایسے چھپے ہوئے اور نامعروف ہوں کہ جب غائب ہوں تو کوئی ان کو تلاش نہ کرے، اور حاضر ہوں تو کوئی ان کو دعوت دے کر اپنے پاس نہ بلائے، ان کے دل ہلاکت کے روشن چراغ بجھ جاتے ہیں کافی آنکھوں میں سے۔

(سنن ابن ماجہ و شعبہ الایمان و بیہقی)

(تشریح) حضرت سہارون رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہمیں کو یاد دہانی دے رہی ہے،

چند ایسے بزرگ ہیں۔

پہلی بات یہ تھی کہ حضور نے فرمایا کہ تمہارا سارا بائبل شریک ہے، وہ حقیقت میں بتاتا ہے کہ بندوں کو رلا لے کے لئے کافی ہے، جن کے دلوں میں خدا کا خوف ہو، اور وہ شریک کی شناخت و شناخت کو بھی جانتے ہوں۔ کیونکہ عقل اور باور ایک علم کے لیے ہیں، ان بندوں کو کچھ بھی بہت مشکل ہے جو اس سے پہلے کی فکر اور کوشش بھی کرتے ہیں، ایسا وقت ایسا جو ہے کہ اللہ کا جبر اپنے عمل کو بیاؤ وغیرہ سے پاک رکھنے کی پوری کوشش کرتا ہے، لیکن پھر اس کو محسوس ہوتا ہے کہ وہ ایسا کچھ لگاؤ ہے، ایسی گئی، عارفین کا یہ عام حال ہے کہ وہ عمل کرتے ہیں اور بعد میں یہ محسوس کر کے دہشت میں کہ جس اخلاص کے ساتھ عمل ہونا چاہیے وہ نہیں ہے۔

..... غالباً حضرت معاذ کے رونے میں بھی اس احساس کو دخل تھا۔ حضرت معاذ کا بیان ہے کہ ریا کے تعلق اس اقباء کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری تہیہ یہ فرمائی تھی، کہ جن بندوں کا اللہ سے خاص تعلق ہو ان کے پاس سے بہت مختار رہنا چاہئے، جو کوئی ان خاصانِ خدا سے دشمنی کرتا ہے وہ براہِ راست اللہ تعالیٰ کو جنگ کی دعوت دیتا ہے، اور اس کی محض اور خطاب سے کھینکا جاتا ہے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا، کہ یاد رکھو وہ بندے جو بائیں یا رکاہ خداوندی میں جو نیکی کار اور تقویٰ شعار ہیں، لیکن اسبابِ شہرت سے بچنے کی وجہ سے کوئی ان کے اس اقباء کو جانتا بھی نہیں، وہ ایسے گناہ اور نامعروف ہیں کہ غائب ہوں تو کسی کو ان کی فکر اور تلاش نہ ہو، اور موجود ہوں تو کوئی ان کو نہ موند کرے، ان کے دل روشن بلکہ روشن اور روشن کو روشنی دینے والے ہوتے ہیں، اور وہ اپنے دل کی اس روشنی کی وجہ سے جنسوں کی محنت سے سخت انحرافوں میں سے بچتے رہیں، ایمان کو محفوظ رکھتے ہوئے نکل جاتے ہیں۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے رونے میں غالباً ان کے اس احساس کو بھی دخل ہو گا کہ انیسویں ہم ایسے گناہ اور نامعروف نہیں ہے، اور جاری زندگی ایسی ضرورت اور کس پیرسی کی نہیں رہی، اور لیکن یہ یہ بھی احساس ہے کہ اللہ کے کسی ایسے مستورا حال بندے کی جہ سے کوئی حق تعالیٰ نہ بھونکتا ہو۔ اور اس کو میری ذات سے کوئی ایذا بھی نہ پہنچا سکتی ہو۔

(۹۹) مَنْ أَيْقَنَ قَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَدَانَ عَنِ اللَّهِ بِطَوْلِهِمْ إِنَّهُ كَانَ مُسْتَوْرًا لِلَّهِ وَأَوْجِبَ

قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ تَقْوَى اللَّهِ وَانْقِصَانُ الْوَجْهِ فِي حَقِّهِ كَمَا أَنَّ

لنا کہ قرآن میں حکایت ہے حضرت کے آخری غم سے بے غم ہونے میں حقیقی غم اور غمناکی، اس طلب یہ سمجھنا ہے کہ اللہ کے بندے کو اللہ اور اللہ کے بندوں میں سے باندھ دینے میں، یعنی ان کے رہنے کے حکامات اور تقویٰ اور اللہ کے بندوں میں سے اس عاجز کے نزدیک اس کا غم، غمناک منظر سے مراد ان کی کالی اور حیا میں، اس میں اللہ کے بندوں کے ساتھ اللہ کے بندوں میں سے باندھ دینے میں۔

كُنَّ عَلَيْكَ بِتِلْكَ قَدْرَ الثَّرَابِ وَذَكَرَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَأَنَّهُ ذَكَرَهُ نَكَثَ  
 فِي السَّمَاءِ وَذَكَرَهُ نَكَثَ فِي الْأَرْضِ قُلْتُ زِدْنِي ! قَالَ كُنَّ عَلَيْكَ بِطُولِ  
 الْقَسْبِ يَا نَهْ وَمَطَرٌ وَكَفَى الشَّيْطَانَ وَتَعَوَّنَ نَكَثَ عَلَى أَمْرٍ دِينِيكَ  
 قُلْتُ زِدْنِي ! قَالَ يَا نَهْ وَكَفَى الْقَعَابِ يَا نَهْ يُمَيِّتُ الْقَلْبَ وَ  
 يَدَاهِبُ بِكُلِّ مَوْجٍ الْوَجْهَ قُلْتُ زِدْنِي ! قَالَ قُلِ الْحَقُّ قَدَانِ كَانَ مُثْلِي  
 قُلْتُ زِدْنِي ! قَالَ لَا تَحْتَفِ فِي اللَّهِ لَوْ مَهْ كَلِمَةٌ قُلْتُ زِدْنِي ! قَالَ  
 لِيُخْرِجَ الْبَقِيَّةَ مِنَ النَّاسِ مَا تَحْتَفِ مِنْ نَفْسِكَ

(رواه البيهقي في شعب الأيمان)

(ترجمہ) حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں :-  
 میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اسکے بعد  
 یہ تو خود حضرت ابو ذر نے بیان سے روایت کرنے والے نیچے کے (دو) ایک  
 طویل حدیث بیان کی (جس کو یہاں بیان نہیں کیا گیا ہے) اسی سلسلہ کلام میں  
 حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا :- یا رسول اللہ  
 مجھے وصیت فرمائیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا :- میں تم کو وصیت کرتا ہوں، اللہ کے  
 تقویٰ کی رکونکہ یہ تقویٰ بہت زیادہ آراستہ کر دیتے والا اور سنوار دیتے والا ہے  
 تمہارے معاملے کاموں کو۔ ابو ذر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ :- حضرت ابو ذر  
 وصیت فرمائیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا :- تم قرآن مجید کی تلاوت اور اللہ کے ذکر کو  
 لازم رکھو، کیونکہ یہ تلاوت اور ذکر زبردست ہو گا آسمان میں تمہارے ذکر کا اور ارض میں  
 میں لوہہ ہو گا تمہارے لئے۔ ابو ذر کہتے ہیں میں نے پھر عرض کیا :- حضرت مجھے کچھ آواز  
 نصیحت فرمائیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا :- زیادہ خاموش رہئے اور کم بولنے کی عادت  
 اختیار کرو کیونکہ یہ عادت شیطان کو دفع کرنے والی اور وہی کے معاملے میں تم کو مدد

دینے والی ہے۔ اب تو کہتے ہیں میں نے عرض کیا، مجھے اور نصیحت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا، زیادہ ہنسنا چھوڑ دو، کیونکہ یہ عادت دلی کو مردہ کر دیتی ہے، نور آدمی کے چہرے کا نور اس کی دلچسپی جانتا رہتا ہے۔ میں نے عرض کیا، کہ، حضرت! مجھے اور نصیحت فرمائیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا، ہمیشہ حق اور سچی بات کہو اگرچہ لوگوں کے لئے ناخوشگوار اور کڑوی ہو۔ میں نے عرض کیا، مجھے اور نصیحت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا، اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہ کرو۔ میں نے عرض کیا، کہ، حضرت! مجھے اور نصیحت فرمائیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا، تم جو کچھ اپنے نفس اور اپنی ذات کے بارے میں جانتے ہو، چاہتے ہو کہ تم کو بائیس کے دو سوا کے بیوں کے پیچھے پڑے۔

(شعب الایمان الصبیح)

(تشریح) اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اکثری عادت بیان کی ہے کہ ملائق سب سے پہلی وصیت ابوزر غفاری رضی اللہ عنہ کو تقویٰ کی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تقویٰ تمہارے سارے کاموں کو بہت مزین اور آراستہ کر دینے والا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر آدمی تقویٰ کو اپنا شعار بنالے، تو اس کی ساری زندگی اطاعت اور بندگی والی زندگی بن جائے گی اور اس کا ظاہر و باطن سب ہی آراستہ ہو جائے گا۔ پھر آپ نے تلاوت قرآن اور ذکر اللہ کی کثرت کی وصیت فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا، کہ یہ اس کے تجویز کا سماں ہے یعنی علماء اعلیٰ میں تمہارا ذکر ہوگا۔ چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کو اس دنیا میں یاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کی مجلس میں اس کا ذکر فرماتے ہیں۔ سزاگاہ میں بھی فرمایا گیا ہے، "فَاذْكُرُونِي اذْ كُنْتُمْ كَافِرًا" تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ تلاوت ذکر کی دوسری برکت آپ نے یہ بیان فرمائی کہ اس سے اسی دنیا اور اسی زمین میں ایک نئے دم کو حاصل ہوگا، ذکر و تلاوت سے پیدا ہونے والا نور و اصل توبہ کے باطن میں پیدا ہوتا ہے لیکن جس کے اکلا و ظاہر میں بھی مسوس ہوتے ہیں۔

اسکے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ خاموش رہنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ وہ اختیار ہے جس سے شیطان رونق ہو سکتا ہے اور دین کے بارے میں اس سے بڑی مدد مل سکتی ہے۔ یہ واقعہ ہے جس کو ہر شخص محسوس کر سکتا ہے کہ شیطان آدمی کے دین کو سبکے زیادہ نقصان نہان ہی کے راستے سے چھٹا سکتا ہے، جھوٹ غیبت، بہتان، کھالی ٹھوڑے، چٹن فوری وغیرہ ہی وہ گناہ ہیں جن میں آدمی سب سے زیادہ جلا ہوتے ہیں۔ اسی لئے ایک عویٹہ میں فرمایا گیا ہے کہ: "آزیوں کو جہنم میں اٹھ کے بنائیں کی زبانوں کی بیابانیاں ہی ڈالو انہیں مٹی سے نہیں ظاہر ہے کہ جو شخص زیادہ خاموش رہے اور کم بولنے کی عادت ڈال لے، وہ اپنے کو اپنے دین کو شیطان کے حملوں سے زیادہ محفوظ رکھ سکے گا، واضح ہے کہ زیادہ خاموش رہنے کا مطلب یہ ہے کہ جس بات کے کرنے کی ضرورت نہ ہو اور جس پر آخرت میں ثواب ملنے کی امید نہ ہو اس سے زبان کو روکا جائے، یہ مطلب نہیں ہے کہ اچھی باتیں بھی نہ کہیں۔ کتاب لایاں میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ: "جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ یا تو اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔"

اسکے بعد آپ نے زیادہ نہ بولنے کی نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: "اس سے دل مردہ ہو جاتا ہے اور چہرے پر نور ہوتا ہے۔ دل کے مرد جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں غفلت اور بے مصلحتی اور ایک طرح کی غفلت آجاتی ہے اور اس کا اثر ظاہر ہے یہ چہرہ ہے کہ چہرہ پر وہ نور باقی نہیں رہتا جو زندہ اور بیدار دل رکھنے والے ہیں، زبان کے چہرے پر ہوتا ہے۔"

اس سلسلہ کا نام میں آپ نے سب سے آخری نصیحت حضرت ابو ذر کے فرمائی، کہ: "اپنے بیویوں اور گناہوں کے بارے میں جو کچھ تم جانتے ہو، اس کی گھر تم کو چھٹی ہونی چاہئے کہ دوسرے بندوں کے بیویوں وغیرہ کو دیکھنے اور ان کی باتیں کرنے کی تم کو فرصت ہی نہ ہو بلاشبہ جو بندہ بھی اپنے بیویوں اور اپنے گناہوں پر نظر رکھے گا، اور اپنے نفس کا ایک سچے بون کی طرح چھٹا کر جائے گا، دوسروں کے معائب اور مباحی نظر ہی نہ لائیں گے، اور وہ اپنے ہی کو

سب سے زیادہ تصور وارد گناہگار رکھے گا، دوسروں کے محبوب اُن ہی کو زیادہ نظر آئے ہیں جو اپنی فکر سے خالی ہوتے ہیں۔

خالق اندامین خلق از خود بی خیر

لازم گویند بیبے یکدگر

(۱۰) عَنْ سَعْدِ بْنِ عَدِيٍّ أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى عَائِشَةَ ابْنِ أَبِي سَلَمَةَ إِذْ كَانَتْ تُوَضِّئُ فِيهِمْ وَكَانَ مَكْتُوبِي فَكَلَّمَتْ سَلَامَةَ عَلَيْكَ إِنَّمَا بَعْدَ قَائِلِي سَمِعْتِي وَسَمِعَ اللَّهُ فَسَمِعُوا اللَّهَ عَلَيْكَ وَسَمِعْتِ تَعْمَلُ مَعِيَ النَّفْسَ بِرِضَى اللَّهِ بِسَعْيِ النَّفْسِ كَعَاءِ اللَّهِ مَسْمُومَةَ النَّفْسِ بِرِضَى النَّفْسِ بِرِضَى النَّفْسِ بِسَعْيِ اللَّهِ وَكَلَّمَ اللَّهُ إِلَى النَّفْسِ بِرِضَى اللَّهِ عَلَيْكَ۔

(رواہ الترمذی)

(ترجمہ) حضرت سعید بن عدی اللہ عنایت سے روایت ہے، کہ انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو خط لکھا، اور اس میں درخواست کی، کہ آپ مجھے کچھ نصیحت اور نصیحت فرمائیں، لیکن بات مختصر اور جامع ہو، بہت زیادہ نہیں۔ تو حضرت ام المومنین نے اُن کو یہ مختصر خط لکھا۔

سلام بر تم ہے۔۔۔ اے عید۔۔۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ قرآن مجید کوئی شکر، راضی

کرنا چاہے، لوگوں کو اپنے سے خفا کہے، نماز مستحبی کرے، چاہے

لوگوں کی انکرا و بار برداری سے اور خود اس کیلئے کافی ہوسکا

اور جو کوئی بندوں کو ماضی کرنا چاہے گا، اللہ کفر اعلیٰ کرے گا

نوازش اس کو سپرد کرنے کا لوگوں کے۔۔۔ والسلام

(جامع ترمذی)

**تشریح** اس دنیا میں رہنے والے انسانوں اور ماسکرو وسیع تعلقات اور وسیع ذمہ داریاں رکھنے والے لوگوں کو بکثرت ایسے حالات پیش آتے ہیں کہ اگر وہ ایسا رویہ اختیار کریں جس سے اللہ کی رضا کی امید ہو تو بہت سے وہ لوگ تھا بھتے ہیں جن سے تعلقات ہیں اور شفقت کا امیر ہیں۔ ان سے باہر جن سے باہر کام نکلنے رہتے ہیں، اور اگر وہ ان لوگوں کی نشا کے مطابق چلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ ایسے وقت کے لئے اس صورت میں یہ رہنمائی کی گئی ہے کہ منہ باہر اللہ تعالیٰ کی رضا والا رویہ اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی ضروریات و حاجات کا غم و کھلیں ہو جائے گا، اور بندوں سے جن منافق کی وہ امید رکھتا ہے وہ سب اس کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہوتے رہیں گے۔ لیکن اگر اس نے رضا الہی کی نگرانی کو چھوڑ کر بندوں کو باہر دیکھا چلا اور ان کی غشائے مطابق چلا، تو اللہ تعالیٰ اس کو باہر غایت و نصرت سے محروم کر دیں گے اور وہ ان بندوں کی غشائے حوالہ کریں گے جو اپنی ذات سے خود بھی اس کو تنگ کر رہے ہیں۔

حاصل یہ کہ اگر منہ باہر چاہے کہ اللہ تعالیٰ براہ راست اس کی حاجات و ضروریات کے کھلیں ہو جائیں، تو اسے چاہئے کہ وہ ہر معاملہ میں اللہ کی اور صرف اللہ کی رضا جرتی کو اپنا نصب العین اور اصول و حیات بنائے اور اس کے قلب پر من کی صدا یہ ہو۔

باختر ادا رہے گا رہا غلامی کا نصرت

یہ نصرت، اگرچہ لفظوں میں محقر ہے، لیکن غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ منی و نصرت کے لحاظ سے ایک پورا دفتر ہے۔



## کتاب الاخلاق

دین میں اخلاق کا درجہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیم میں ایمان کے بعد چھ چیزوں پر بہت زیادہ زور دیا ہے اور انسان کی سعادت کو ان پر موقوف بتلایا ہے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آدمی اخلاق حسنہ اختیار کرے، اور بُرے اخلاق سے اپنی حفاظت کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہفت کے جن مقاصد کا قرآن مجید میں ذکر کیا گیا ہے، ان میں ایک یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ آپ کے ہمسازوں کا تذکرہ کرنا ہے (تذکرہ کثیر) اور اس تذکرہ میں اخلاق کی اصلاح اور دوستی کی حاجت اہمیت ہے۔ حدیث کی سنت کتابوں میں خود آپ سے یہ مضمون روایت کیا گیا ہے کہ اگر میں اخلاق کی اصلاح کے لئے بسوٹ کیا گیا ہوں۔ یعنی اصلاح اخلاق کا کام بری ہفت کے اہم مقاصد اور سکھ روگرام کے خاص اجزاء میں سے ہے۔ اور جو ابھی چاہے تھا کیونکہ انسان کی زندگی اور اس کے نتائج میں اخلاق کی بڑی اہمیت ہے، اگر انسان کے اخلاق اچھے ہوں تو اس کی اپنی زندگی میں عیبی سکون اور خوشگوار ہی کے ساتھ گزرنے لگی، اور دوسروں کے لئے بھی اس کا درجہ رحمت اور جہنم کا سامان ہوگا، اور اس کے برعکس اگر آدمی کے اخلاق بُرے ہوں تو خود بھی وہ زندگی کے لطف و مسرت سے محروم ہے گا اور جہنم سے اس کا واسطہ آؤں گا، اور ان کی زندگیوں میں بہت زیادہ تلخ ہوں گی۔ یہ خواہش اخلاقی اور عوامی اخلاق کے وہ عقیدہ نہیں نتیجے ہیں جن کا ہم آپ روز بروز مشاہدہ اور تجربہ کرتے رہتے ہیں، لیکن ہمارے کے بعد

حالی اپنی زندگی میں ان دونوں کے نتیجے ان سے بددعا یا وہاں کہنے والے ہیں، آخرت میں  
فرعون اخلاقی کا نتیجہ حرم الامم میں کی ونا اور شقت ہے اور بد اخلاقی کا انجام عقابند قہار کا غضب  
اور دوزخ کی آگ ہے۔ **اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا۔**

اخلاقی کی اصلاح کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ شواہد حریف کی  
کئی بولیں ہیں ملاحظہ ہیں وہ دوحیح کے ہیں، ایک وہ جن میں آپ نے اصولی طور پر حسن اخلاق پر  
زور دیا ہے اور اس کی اہمیت و فضیلت اور اس کا غیر معمولی انفرادی ثواب بیان فرمایا ہے، اور  
دوسرے وہ جن میں آپ نے بعض خاص خاص اخلاق حسنہ اختیار کرنے کی یا اس طرح بعض عموماً  
بد اخلاقیوں سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے۔ پہلے ہم قسم اول کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے  
پندرہ شواہد یہاں درج کریں گے۔

### خوش اخلاقی کی فضیلت و اہمیت :-

(۱۰) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْزُوقٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رَأَيْتُ خَيْرَ لِمَا كَسَبْتُمْ أَخْلَاقًا (رواہ ابی نعیم)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن مرزوق سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: فرمایا: تم میں سے اچھے وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں۔

(بخاری و مسلم)

(۱۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

أَشْرَفُ الْمَرْءِ بِنَيْتِهِ إِنْسَانًا أَمْسَتْهُ حَقْلًا (رواہ ابی نعیم و ابی

دردجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا: ارباب مالوں میں زیادہ کامل انسان والے وہ لوگ ہیں جو اخلاق

(ابو داؤد و ترمذی)

میں زیادہ اچھے ہیں۔

(تشریح) مطلب ہے کہ ایمان اور اخلاق میں ایسی نسبت ہے کہ جس کا ایمان کامل ہوگا  
 اُس کے اخلاق لازماً بہت اچھے ہوں گے اور علیٰ ہذا جس کے اخلاق بہت اچھے ہوں گے اُس کا  
 ایمان بھی بہت کامل ہوگا۔ واضح رہے کہ ایمان کے بغیر اخلاقی بلکہ کسی عمل کا سنی کہ  
 عبادت کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہے۔ ہر عمل اور ہر نیکی کے لئے ایمان بمنزلہ راج اور  
 جانکے ہے اس لئے اگر کسی شخصیت میں اللہ واسکے رسول پر ایمان کے بغیر اخلاق نکلائے  
 تو وہ حقیقی اخلاق نہیں ہے، بلکہ اخلاق کی صورت ہے، اسلئے اللہ کے یہاں انکی کوئی قیمت  
 نہیں ہے۔

(۱۰۳۱) عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ  
 إِذَا نَفَسَ شَيْخٌ يَوْمَئِذٍ مِنْ مَنَازِلِ السُّؤْمِ بِتَوَمُّرِ الْوَيْسَةِ خَلَقَ  
 حَسَنٌ

رواہ ابو داؤد والترمذی

(ترجمہ) حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ہر مومن کی  
 بجز ان مومن میں سے جبکہ زیادہ وزنی اور بھاری چیز جو رکھی جاسے گی وہ اسکا پتھ  
 اخلاق ہوں گے۔ (ابو داؤد ترمذی)

(۱۰۳۲) عَنْ رَجُلٍ مِنْ مُؤَدَّبِيهِ قَالَ قَالَ أَبُو آدَاءٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَا خَلَقَ مَعَا  
 أَخْلَى الْإِنْسَانِ بِقَالَ الْمَلَأِي الْحَسَنًا

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان للبیہقی فی شرح السنن عن اسامہ بن شریک)

(ترجمہ) قبیلہ مذہب کے ایک شخص سے روایت ہے کہ بعض صحابہ نے عرض کیا، کہ  
 یا رسول اللہ! انسان کو جو کچھ عطا ہوا ہے اس میں سے کچھ بہتر کیلئے؟ آپ نے ارشاد  
 فرمایا کہ "اچھے اخلاق"۔ اس کو امام بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے وہ امام  
 بیہقی نے شرح السنن میں اس حدیث کا امام ابن جریر عمالی سے روایت کیا ہے۔

(تشریح) ان حدیثوں سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح ہو گا کہ اخلاقِ حسنة کا درجہ ایمان یا ادا کات سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ صحابہ کرام، جوان اور شادان کے مخاطب تھے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت سے یہ تو معلوم ہی ہو چکا تھا کہ دین کے شعبوں میں مسیحہ بڑا درجہ ایمان اور توحید کا ہے اور اس کے بعد ان کے اخلاق کا پیمانہ ہے۔ پھر ان کے بعد زین زفر کے جو مختلف امتزاجات تھے ان میں مختلف درجات سے بعض کو بعض پر فوقیت اور بغضاً یہ حاصل ہے اور پاشیرہ اخلاق کا مقام بہت بلند ہے اور انسانوں کی سعادت اور فلاح میں اور اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کی مقبولیت و محبوبیت میں اخلاق کو یقیناً خاص الخاص دخل ہے۔

(۱۰۵) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ الْمُنْجِمَ كَيْفَ رُزِقَ يُخْتَبَرُ بِمَقِيَمِهِ حَتَّى يَأْتِيَ الْقَبِيلَ وَتَسْمَاؤُهُ وَالْجَاهِ

(ترجمہ) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرمائی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ ارشاد فرماتے تھے کہ ہر صاحبِ ایمان ہندہ ڈیٹھے اپنے اخلاق سے ان لوگوں کا درجہ حاصل کر لیتا ہے جو ذات بخلاف نافرین پڑھتے ہوں اور دن کو پیشہ روزہ رکھتے ہوں۔ (ابوداؤد)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ اللہ کے جس بندہ کا حال یہ ہو کہ وہ عقیدہ اور عمل کے لحاظ سے سچا مومن ہو اور ساتھ ہی اس کو مومن اخلاق کی دولت بھی نصیب ہو، تو اگرچہ وہ بات کو زیادہ نقلیں نہ پڑھتا ہو اور بکثرت سے نقلی روزے نہ رکھتا ہو، لیکن پھر بھی وہ اپنے مومن اخلاق کی وجہ سے ان شہیدوں اور عبادت گزاروں کا درجہ پائے گا جو قائم دلیل اور صاحبِ انوار و ہدیٰ مومنین و نیکوں و نیکوں میں کائے ہوں اور دن کو عموماً روزہ رکھتے ہوں۔

(۱۰۶) عَنْ مُسَدَّدٍ قَالَ كَانَ أَحَبُّ مَا وَسَّاتِي رِيَّةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنْتُ حِينَئِذٍ فِي الشَّرْقِ قَالَ يَا مَعْزُومَاتُ

خَلَقَكُمْ لِلتَّقَاتِ

دو اہم مالک

(موجودہ) حضرت سواؤ بن جہل رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آخری وصیت مجھے کی تھی جبکہ میں نے اپنا پاؤں اپنی ساری کتک میں رکھ لیا تھا اور یہ تھی کہ آپ نے فرمایا: لوگوں کے لئے سب سے بڑا نیک عمل یہ ہے کہ تم اپنے بندگان خدا کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔ (موطا ابان مالک)

(تشریح) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ مطہرہ کے آخری دور میں حضرت سواؤ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تھا اور یہ خطیب سے ان کو نصیحت کرتے وقت آپ نے خاص اہتمام سے بہت سی نصیحتوں کی تھیں جو حضرت سواؤ سے مختلف ابواب میں مروی ہیں۔ حضرت سواؤ کا اشارہ اس حدیث میں اسی موقع کی طرف ہے، اہل ان کا مطلب ہے کہ جب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اپنی سواوی پر سوار ہونے لگا، اور اس کی روک تھام کرنے کے لئے پاؤں رکھا تو اس وقت آخری وصیت حضور نے مجھ سے یہ فرمائی تھی کہ: اللہ کے بندوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا۔ واضح رہے کہ خوش اخلاقی کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ ہم عاویہ کے مراد ظلم پر مشہور معاشین سختی کے مستحق ہوں اور سختی کے لیڑان کا علاج نہ ہو سکتا ہو ان کے ساتھ بھی نرمی کی ہلکتے رہنے فراموش کی اور ان کی میں کرنا ہی اور بدہمت ہوگی۔ پھر حال مدنی والذہاب اور اللہ کی مقررہ کی ہوئی حدود کی پابندی کے ساتھ قوموں کی تادیب اور توجہ کے سلسلہ میں ان پر سختی کرنا کسی اخلاقی قانون میں بھی عیب اخلاقی کے خلاف نہیں ہے۔

(ت) یہ حدیث پہلا گورنر ہے کہ حضرت سواؤ کو یمن نصیحت کرتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ بھی فرمایا تھا کہ: شاید اس کے بعد مجھ سے تمہاری ملاقات نہ ہو اور تمہارے یہاں میری سواوی میری قبر پر تھا اور اللہ ہو۔ اور جو کہ آپ کی عام عادت، ایسی بات کہنے کی تھی، اسے حضرت سواؤ نے اس سے بھی سمجھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں اور شاید اب مجھے اس دنیا میں حضور کی زیارت نصیب نہ ہوگی۔ چنانچہ آپ کا

یہ ارشاد میں کہ وہ روپڑے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ ان کو تہمتی ہی نہ کہہ۔ (۱۰۶) اُنْزِلَ فِي الثَّابِثِ بْنِ اَلْمَشْجُونِ مِنْ كَاثِرٍ اَوْ حَبِيبٍ كَاثِرًا۔ اللہ کے تعقی بہندے سے جو بھی ہوں اور جہاں بھی ہوں وہ گھر سے قریب رہیں گے (اللہ ہی ہوا کہ میں سے حضرت معاذ کی دایرے حضور کی جانتے ہوئے ہیں نہیں ہوئی، اور جب آئے تو آپ کی قبر مبارک میں لو پا یا۔

(۱۰۷) مَنْ مَاتَ بِحَيْثُ بَلَغَهُ اَنْتَ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

يُؤْتِيهِ بِمَا كَفَّرَهُ حَتَّى اَلَا يَخْلُقُ قِيًّا۔ رواه فخر الرازي اور ابوالحسن عتبانی ہدیہ۔

(ترجمہ) حضرت امام باکث سے روایت ہے کہ مجھے حضور کی یہ حدیث پہنچی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ میں اس واسطے بھیجا گیا ہوں کہ اخلاقی خوبیوں کو کمال تک پہنچا دوں۔ امام باکث نے اس کو اپنی موطن میں اسی طرح بغیر کسی کمالی کے حوالے کے روایت کیا ہے اور امام اعظم نے اپنی سند میں اس کو حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔

(تشریح) اس روایت سے معلوم ہوا کہ اخلاق کی اصلاح اور کام اخلاق کی تکمیل

آپ کے خاص تقاضا بہتت میں سے ہے اور جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا قرآن مجید میں جس تڑکی کو آپ کا تقاضا کام بتلا گیا ہے اخلاق کی اصلاح اس کا اہم جز ہے۔

(۱۰۸) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَكْرُمٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَحْسِنِ كَفَرٍ اَنْ يَخْتَلِفَ اَخْلَاقًا۔ رواه البخاری۔

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن مکرّم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم دو مسلمانوں میں جگہ زیادہ محبوب وہ ہیں جن کے

(صحیح بخاری)

اخلاق زیادہ اچھے ہیں۔

(تشریح) حضرت جامعہ معنی و شہدہ کی ایک حدیث میں جس کو امام ترمذی نے روایت

کیا ہے اس طرح ہے کہ رَأَى مِنْ اَحْسِنِ كَفَرٍ اَنْ يَخْتَلِفَ قِيًّا يَخْلُقُ قِيًّا يَخْلُقُ قِيًّا يَخْلُقُ قِيًّا يَخْلُقُ قِيًّا

آنحضرت ﷺ (تم وہ سنتوں میں مجھے زیادہ محبوب وہ ہیں اور قیامت کے دن ان ہی کی نشست بھی  
 یہ سب زیادہ قریب ہوگی جن کے اخلاق تم میں زیادہ بہتر ہیں) اگر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی محبوبیت اور قیامت کے دن آپ کا قرب نصیب ہونے میں حسین اخلاق کی دولت کو خاص میں  
 حسین اخلاق کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا بھی پڑھ لیجئے، اور  
 اپنے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کیا کیجئے۔

(۱۰۹) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 يَقُولُ اللَّهُمَّ احْنُتْ عَلَيَّ يَا خَلِيقَ كَأَحْسَنِ خَلِيقٍ  
 (ترجمہ) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم اپنی دعا میں اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کرتے تھے: اے میرے اللہ! تجھے اپنے  
 کرم سے میرے جسم کی ظاہری بناوٹ اور بنائی بنائی ہے اس طرف سے میرے اخلاق  
 بھی اچھے کرنے ۱۱

(۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسین اخلاق کی دعا بہت سے مومنین پر مشتمل الفاظ  
 میں روایت کی گئی ہے، انشاء اللہ کتاب الدعوات میں آپ کی وہ دعائیں نقل کی جائیں گی۔  
 یہاں ان میں سے صرف ایک دعا اور بھی پڑھ لیجئے۔

صحیح مسلم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کی کچھ  
 تفصیلی روایت کی گئی ہے، اسی میں ہے کہ آپ نے وہ دعا پڑھا جس میں جو دعائیں اللہ تعالیٰ سے اپنے  
 لئے مانگیں ان میں سے ایک دعا بھی پڑھی تھی۔

وَأَقْرَبُ فِيهَا أَحْسَنَ مَا كُنْتُ فِيهِ	لَعَلَّ مِرَّةً أَطْرَاقُكُمْ كَوَيْلٍ مِمَّنْ
كَلِمَاتٍ يَخْتَارُهَا أَحْسَنُهَا أَرَادَ	أَخْلَاقَ كِي رِيثَانِي كَرْتَبِي سَوَاكُونِ
أَذَى وَأَشْرَفَ عَيْتِي سَوَيْتِي	بِهْرَ أَخْلَاقِ كِي رِيثَانِي نِيهِنْ كَرَسَلَا
لَا يَصُورُ عَيْتِي مَسْجِدِي	أَوَّلِي سَ أَخْلَاقِ كَوَيْلِي مِمَّنْ

پندرہواں باب ..... پندرہواں باب

یہ حدیثیں جن اخلاق کی تفصیلات و اہمیت سے تعلق تھیں، آپ آگے مختلف منقولات کے تحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہاں منقولات درج ہوں گے جن میں آپ نے خاص خاص اخلاقی حسن کی ترغیب دی ہے، یا برعکس اخلاق سے بچنے کی ناکہ فرمائی ہے۔



## اچھے اخلاق اور بُرے اخلاق

رحمدنی اور بے رحمی :-

رحمت \_\_\_\_\_ اور اصل اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے، اور رحمن اور رحیم کے خاص نام ہیں۔ اور جن بندوں میں اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا جتنا عکس ہے وہ اتنے ہی بابرک اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے اتنے ہی مستحق ہیں، اور جو جس قدر بے رحم ہیں وہ اتنے ہی اللہ کی رحمت سے اچھی قدر محروم ٹہرنے والے ہیں۔

دوسروں پر رحم کھانیو! یہی اللہ کی رحمت کے مستحق ہیں :-

(۱۱۰) عَنْ حَبِيبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ كَمَا يَرْحَمُ اللَّهُ مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ \_\_\_\_\_ رَوَاهُ ابْنُ أَبِي

(ترمذی) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا، وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت سے محروم رہیں گے جن کے دلوں

میں دوسرے آدمیوں کے لئے رحم نہیں، اور جو دوسروں پر رحم نہیں کھاتے۔

(بخاری و مسلم)

(تشریح) اس حدیث میں "اناس" کا لفظ عام ہے، جو مومن و کافر اور حق و باطل

سب کو شامل ہے، اور بلاشبہ رحم سب کا حق ہے، البتہ کافر اور باطل کے ساتھ ہی رحمدنی کا سبک

بڑا نفاضا ہے جو نا چاہئے کہ اسکے کفر اور فحور کے انجام کا ہمارے دل میں درد ہو، اور ہم اس سے اس کو بچانے کی کوشش کریں، اسکے علاوہ اگر وہ کسی ذمیوی اور جسمانی تکلیف میں ہو، تو اس سے اس کو بچانے کی فکر کرنا بھی صحیحی کا یقیناً نفاضا ہے، اور ہم کو اس کا بھی حکم ہے۔

(۱۱۱) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 الْفَرْحُونَ يُرْحَمُونَ وَالْمُحْسِنُونَ يُرْحَمُونَ وَالْمُؤْمِنُونَ فِي الْأَرْضِ يُرْحَمُونَ  
 مَنْ فِي السَّمَاءِ \_\_\_\_\_ رواه ابو داود والنسائي

و ترجمہ (حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ:۔ رحم کرنے والوں اور اللہ سے ڈرنے والوں پر بڑی رحمت والا خدا رحم کرے گا، زمین پر رہنے والی اللہ کی مخلوق کو تم حکم کرو تو آسمان والا تم پر رحمت کرے گا (سنن ابی داؤد و جامع ترمذی) (مشریح) مطلب یہ ہے کہ خدا کی خاص رحمت کے مستحق ہیں وہی نبی کمال بندے ہیں جن کے دلوں میں اللہ کی وہ مری مخلوق کے لئے رحم ہے۔

اس حدیث میں زمین میں رہنے والی اللہ کی ساری مخلوق پر رحم کرنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے جس میں انسانوں کے تمام طبقوں کے علاوہ جانور بھی شامل ہیں، آگے آنے والی حدیثوں میں اس موضوع کی صراحت بھی کی گئی ہے۔

### ایک شخص پیاسے گئے کو پانی پلانے پر بخش دیا گیا :-

(۱۱۲) عَنْ ابْنِ مَرْزُوقٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِحُلِيِّهِ إِذْ شَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ فَوَجَدَ بِرِشًا  
 فَشَرِبَ مِنْهَا فَتَغَيَّرَتْ لَوْنُهُ فَوَادَّ الْكَلْبَ يَأْكُلُ الْبَقْرَةَ  
 مِنَ الْعَطَشِ فَكَلَّ النَّجْلُ كَفَّدَ بِلُحْمِ هَذِهِ الْكَلْبِ مِنَ الْعَطَشِ

مِنْهُنَّ الْوَالِدَاتُ كَأَن يَكْفُرْنَ فِي قَتْلِ الْبَنَاتِ فَمَا كَانَ مِنْكُمْ مَنْ يَفْعَلُ مِثْلَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ  
 فَذَكَرَ الْكَلْبَ فَذَكَرَ اللَّهُ لَكَ كَفَعْلِكَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ اللَّهُ وَرَأَى  
 لَنَا فِي الْبَيْتِ تَبِعُوا أَعْمَاءُ؟ فَقَالَ صَدَقَ فِي تَعْلِيلِ ذَاتِ كَيْدٍ أَنْطَبَقَهَا لِيَسْرَ  
 (رواه البخاري ومسلم)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس اٹھارویں کہ ایک آدمی راستہ چلا جا رہا تھا، اسے سنت پیاس لگی، پھلنے پھلنے اسے ایک کنواں ملا، وہ اٹھکے اٹھ اٹرا، اور پانی پی کر باہر نکل آیا، کنوئیں کے اندر سے نکل کر اٹھنے لگا، ایک گٹھے میں کی زبان باہر نکل ہوئی، وہ اُدھ پیاس کی شہرت سے وہ کچھ کھا رہا ہے، اس آدمی نے دل میں کہا کہ اس گٹھے کو بھی پیاس کی دہیسی ہی تکلیف ہے جیسی کہ مجھے تھی، اور وہ اس گٹھے پر رحم کھا کر پھر اس کنوئیں میں اُترا، اُدھ شہرت سے کھوڑے میں پانی بھر کر اٹھنے لگا، اس کو اپنے شہر سے تھا، اُدھ کنوئیں سے نکل آیا، اور اس گٹھے کو وہ پانی اٹھنے دیا، اللہ تعالیٰ نے اس کی اس رحمتی اور اس محنت کی قدر سترا مائی اور وہ اس عمل پر اس کی بخشش کا فیصلہ فرمایا۔۔۔۔۔ بعض صحابہ نے حضور سے یہ واقعہ سن کر دریافت کیا کہ:۔۔۔۔۔  
 یا رسول اللہ! کیا جانوروں کی تکلیف، دور کرنے میں بھی جاری ہے؟ اگر تو اپنے پاس  
 آپ نے فرمایا:۔۔۔ ہاں! ہرز تو وہ اور تو بھر رکھنے والے جانور کی تکلیف دور کرنے میں  
 نہیں تو اپنے پاس۔۔۔  
 (بخاری و مسلم)

(تشریح) بعض اوقات ایک معمولی عمل دل کی خاص کیفیت یا خاص حالات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی قبولیت حاصل کر لیتا ہے، اُدھ اس کا کہنے والا اُدھ پر بخیر یا جاتا ہے، اس صبر میں جو واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے، اس کی نوعیت بھی یہی ہے۔ آپ ذرا سوچئے، ایک شخص گری کے موسم میں اپنی منزل کی طرف چلا جا رہا ہے، اس کو پیاس لگی ہے، ایسی حالت میں اس کو ایک کنواں

نظر ہو گیا، لیکن پانی نکالنے کا کوئی سامان رہی ڈولی وغیرہ وہاں نہیں تھا، بس لیے مجھ پر اپنے شخص پانی  
 پینے کے لئے خود ہی کتوں میں اتر گیا، وہیں پانی پیا اور نکل آیا، اب اس کی نظر ایک کتے پر پڑی،  
 جو پیاس کی شدت سے کچھ شہ پاش رہا تھا، اس کو اس کی حالت پر ترس آیا، اور دل میں شایعہ پیدا  
 ہوا کہ اس کو بھی پانی بلاؤں، اس وقت ایک طرف اس کی اپنی حالت کا تقاضا یہ ہو گا کہ اپنا دست  
 لوں، اور منزل پر ملدی ہو پانچ کے آرام کروں، اور دوسری طرف اس کے ہڈیہ رحم کا داعیہ یہ ہو گا  
 کہ خواہ میرا دست کھوٹا ہو، اور خواہ کتوں میں سے پانی نکالنے میں مجھے کیسی ہی محنت و مشقت کرنی پڑے  
 لیکن میں اللہ کی اس مخلوق کو پیاس کی تکلیف سے نہاتوں، اس کوشش کے بعد جب اس نے  
 اپنی طبیعت کے آرام کے تقاضے کے تقاضا ہڈیہ رحم کے تقاضے کے مطابق فیصلہ کیا اور کتوں میں  
 اتر کر اوزے میں پانی بھر کر اوزوں میں موڑا تھا، کتوں کو محنت و مشقت سے پانی نکالنے کے لایا، اور اس  
 پیاس سے کتے کو پلایا، تو اس بندہ کی اس خاص حالت اور ادا پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش آ گیا،  
 اور اسی پیاس کی محنت کا فیصلہ فرمادیا گیا۔

معرض محنت و تیش کے اس فیصلہ کا تعلق صرف کتے کو پانی پلانے کے عمل ہی سے نہ  
 سمجھنا چاہئے، بلکہ اس خاص حالت میں اوزوں میں ہڈیہ رحم کے ساتھ اسے یہ عمل کیا تھا، وہ اللہ تعالیٰ کی  
 بے حد سزا کا اور اس پیاس بندہ کی محنت اور تیش کا فیصلہ کر دیا گیا۔

(۱۳۳) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِ مُحَمَّدٍ وَصَلِّ عَلَىٰ مَنْ جَعَلَكَ خَلِيفَتَهُ مُحَمَّدٌ وَعَلَىٰ  
 مَنْ جَعَلَكَ خَلِيفَتَهُ مُحَمَّدٌ مِنْ اُمَّةٍ اَنْصَارُهَا يَا قُدُّوسُ مُحَمَّدٌ وَعَلَىٰ مَنْ جَعَلَكَ خَلِيفَتَهُ  
 مُحَمَّدٌ وَعَلَىٰ مَنْ جَعَلَكَ خَلِيفَتَهُ مُحَمَّدٌ وَوَصَّيْتَهُ مُحَمَّدًا يَا قُدُّوسُ مُحَمَّدٌ وَعَلَىٰ مَنْ جَعَلَكَ  
 خَلِيفَتَهُ مُحَمَّدٌ وَوَصَّيْتَهُ مُحَمَّدًا فَقَالَ مَنْ رَبُّ هَذَا الْجَمَلِ؟ لِيَسْتِ  
 هَذَا الْجَمَلُ؟ لِيَسْتِ هَذَا الْجَمَلِ مِنْ اُمَّةٍ اَنْصَارُهَا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اِنْقَالَ  
 لِي يَا قُدُّوسُ اَللّٰهُ فِي هَذَا الرَّبِّ مُحَمَّدٌ؟ لِيَسْتِ هَذَا الْجَمَلُ؟ لِيَسْتِ  
 هَذَا الْجَمَلِ اَللّٰهُ مُحَمَّدٌ وَوَصَّيْتَهُ مُحَمَّدًا

دعوات الوداع -

(تمہارے) محمد اشرف بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری صحابی کے باغ میں تشریف لے گئے، وہاں ایک اونٹ تھا، جب اس اونٹ نے آپ کو دیکھا تو ایسا ڈنگرایا اور ایسی درد بھری آواز اٹھنے لگی، جیسی بچے کے جدا ہو جانے پر اونٹنی کی آواز نکلتی ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بھی جاری ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قریب تشریف لیگے، اور آپ نے اس کی کنوٹیوں پر اپنا دست شفقت پھیرا (جیسے کہ گھوڑے یا اونٹ پر پھیرا کرتے وقت ہاتھ پھیرا جاتا ہے) وہ اونٹ خاموش ہو گیا۔ پھر آپ نے اس کو فرمایا کہ: یہ اونٹ کس کا ہے؟ اس کا مالک کون ہے؟ ایک انصاری نوجوان نے اسے اور انھوں نے عرض کیا: حضرت! یہ اونٹ میرا ہے، آپ نے فرمایا کہ اس میں پیارے بے زبان جانور کے بارہ میں تمہارا اللہ سے ڈرتے نہیں ہیں تم کو اس کا مالک بنا پاؤ؟ اس نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو، اور یہ بارہ کام لے کر تمہیں کو بہت دکھ پہنچاتے ہو۔ (مسند ابی داؤد)

(تشریح) جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہجرانہ طور پر یثرب گیا اور نبی محمد پتے تھے، جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی فرمایا گیا ہے (وَجَعَلْنَا مَثَلَهُ لِيُتْلَىٰ عَلَيْهِ اِذْ يَخْرُجُ) اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی جانوروں کی بات چیت ہجرانہ طور پر سمجھ لیتے تھے۔ اس حدیث میں اونٹ کی شکایت کو سمجھنے کا، اور اس سے بعد والی حدیث میں ایک چڑیا کی شکایت کو سمجھنے کا جو ذکر ہے، نظر ہو وہ اسی قبیل سے ہے، اور گویا حضور کا ایک ہجرہ ہے۔ حدیث کی خاص نظر ہے کہ جس کے پاس کوئی جانور ہو، اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کے کھلانے پلانے سے غافل نہ ہو، اور اس پر کام کا بوجھ بھی اس کی قوت سے زیادہ نہ ہو۔

دنیا نے انصاریوں کو بھی اس کی ذمہ داری کو آپ کچھ سمجھا ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قریباً خود نو برس پہلے دنیا کو یہ سکھایا تھا۔

(۱۱۴) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنْتُ أَمْرًا  
 وَرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَأَتَانِي بِنْتُ حَبِيبَةَ قَرَأَتُهَا  
 حَتَّى رَوَيْتُهَا فَرَجَعْتُ فَأَخَذَ نَأْفُسُهَا فَأَمَّا كَرَمَاتُ الْحَبَشَةِ فَجَعَلَتْ  
 تَعْرِضُ لِحَامَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ قُبِعَتْ هَذِهِ  
 يُولَدُهَا؟ ثُمَّ ذُكِرَ لَهَا الْكَلْبُ..... قَالَتْ أَيُّ عَزِيَّةٍ تَسْمَى وَكَيْفَ  
 حُرِّقَتْهَا؟ فَقَالَ مَنْ حُرِّقَتْ هَذِهِ؟ قَالَتْ لَعَنَهُمُ قَالَ لَعْنَةُ كَلْبٍ لَا يَسْتَعِينِي  
 أَنْ يُعَذِّبَ بِنَا لَكَ وَرَبُّكَ رَبُّ النَّكَارِ..... (صحيح ابوداؤد)

(ترجمہ) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبد الرحمن اپنے  
 والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 ساتھ تھے، آپ حضور صاحبیت کے لئے پیشینہ لے گئے، اس آنا میں جہاں نظر  
 ایک چھوٹی سی شریف بڑا زانبا نسل کنٹھ پر پڑی، جس کے ساتھ چھوٹے چھوٹے  
 ان کو کچھ بھی تھے ہم نے ان پر توں کو کچھ لیا، دوڑ پڑا آن اور ہمارے مسندوں پر  
 ملا لٹنے لگی، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ آپ نے  
 زانبا، کس نہر جسکے کچھ پکڑے اسے متایا ہے؟ جسکے کچھ اس کو واپس کر ڈیو۔  
 اور آپ نے چھوٹیوں کی ایک بیٹی رکھی (یعنی زمین کا ایک ایسا کڑا جہاں چھوٹیوں کے  
 بہت سوراخ تھے اور چھوٹیوں کی بہت کثرت تھی) ہم نے وہاں آگ لگا دی تھی۔  
 آپ نے فرمایا:۔ کس نے بن کو آگ سے بھلا یا ہے؟ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ  
 ہم نے ہی یہ آگ لگائی ہے۔ آپ نے فرمایا:۔ آگ کے پیدا کرنے والے مخلوق کے  
 کس کے لئے ہے سزاوار نہیں ہے کہ وہ کسی جاندار کو آگ کا عذاب دے۔

(صحيح ابوداؤد)

(تشریح) ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جانوروں آتش کی زمین کی حیوٹیوں کا بھی حق ہے

کہ ان کو باوجود نہ سزا یا جلدے۔

(۱۱۵) عَنْ حَبِيبِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 كَحَبْلٍ (مِنْ أَجْلِ النَّاسِ فِي هَذِهِ تَوَلَّى كَيْفَ مَا فَكَّرَ تَطَوُّبَهَا وَأَكْرَمَ رُكْبَتَهَا  
 فَأَكَلُ مِنْ خَدَّيْهَا) وَبِهِ مِنْ رِوَايَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(ترجمہ) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ۔ ایک بے درد اور بے رحم عورت اس لئے  
 جہنم میں ڈالی گئی کہ جسے ایک بلی کو یا بچہ کے (بھوکا مار ڈالا) نہ تو اسے خود  
 کچھ کھانے کو دیا، اور نہ اسے چھوڑا کہ وہ زمین کے کیشے کھڑوں سے اپنی غذا  
 حاصل کر لیتی۔ (بخاری و مسلم)

(تفسیر صحیح) حضرت جابر کی ایک روایت سے جو صحیح مسلم میں مروی ہے معلوم ہوتا ہے  
 کہ یہ بے درد اور بے رحم عورت بنی اسرائیل میں سے تھی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 شبہ علاج میں، یا خواب یا بیداری کے کسی اور رکاشقہ میں اس کو دوزخ میں پھینچ خود تھلائے  
 عذاب دیکھا۔

بہر حال اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جانوروں کے ساتھ بھی بی دردی اور بے رحمی کا معاملہ  
 اللہ تعالیٰ کو سخت ناراض کرنے والا اور جہنم میں لے جانے والا عمل ہے۔ اللہ جل جلالہ!

(۱۱۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْقَاسِمِ سَوَّادَ بْنَ الْهَدْمِ يَقُولُ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 (بَعْدَ حَمْدِ وَاللَّهِ مَا لِي)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، کہ  
 میں نے صادق و مصدوق سے سنا ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ  
 ارشاد فرماتے تھے کہ میں نکالا ہوا رحمت کا مادہ گر بہ نعت کے دل سے۔ (سنن ابی داؤد)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ ہم اور ترس کے مادہ کے کسی کے دل کا بالکل خالی ہونا اس بات کی نشانی ہے کہ اللہ کے نزدیک وہ برہنیت اور بہ نصیب ہے کہ جو کہ جس برہنیت ہی کا دل برہنیت کے مادہ سے خالی ہوتا ہے۔

(۱۱۷) عَقْتُ اِلٰی هٰذَا رِيْبَةً اَنْ تَجْعَلَ لَكَ اِلٰى اَللّٰهِ وَرِيْبَةً اَللّٰهُ يَكْتُمُ كَيْدَكَ  
فَتَسُوْجُ قَلْبِكَ كَاَنْ اِلَيْهِمْ نَوْمٌ اَلْوَسْمُ وَ اَطْوَعُ اَلْوَسْمَ اَلْبِيْنَ

(رواۃ احمد)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی قساوتیں (سختیوں) کی شکایت کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہر قسم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو، اور سکیں کو کھانا کھلا یا کرو۔

(مسند احمد)

(تشریح) سختی اور سنگالی ایک روحانی مرض اور انسان کی برہنیت کی نشانی ہے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دل اور اپنی روح کی اس بیماری کا علاج عرض کیا، آپ سے علاج دریافت کیا تھا، آپ نے ان کو ڈوبانوں کی ہدایت فرمائی، ایک ہر قسم کے سر پر سختی کا ہاتھ پھیرا کرو، اور دوسرے یہ کہ جھوٹے نصیب سکیں کو کھانا کھلا یا کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بتلایا ہوا یہ علاج علم انہس کے ایک خاص اصول پر مبنی ہے، بلکہ گناہاں کو حضور کے اس ارشاد سے اس اصول کی تائید و توثیق ہوتی ہے، وہ اصول یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے نفس یا قلب میں کوئی خاص کیفیت درجہ آور ہو، اس کو پہچاننا چاہئے، تو ایک تدبیر اس کی برہنیت ہے کہ اس کیفیت کے امتحان اور لوازم کو وہ اختیار کر لے، ارشاد اللہ کرم اللہ وجہہ کے بعد وہ کیفیت بھی نصیب ہو جائے گی۔ دل میں اللہ تعالیٰ کی برہنیت پیدا کرنے کے لئے کثرت ذکر کا طریقہ جو حضرات صوفیہ کرام میں رائج ہے، اس کی بنیاد بھی اسی اصول پر ہے۔

روحانی تیمم کے سر پر ہاتھ پھیرنا، اور سکیں کو کھانا کھلانا اور اصل جذبہ رحم کے امتحان میں ہے،



ہے علم سنی اللہ تعالیٰ کو جبار است گنہگار جو اس سے زیادہ پورا رہتا ہے۔ (مجموع فتاویٰ)  
 (۱۱۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 قَالَ اللَّهُ تَعَالَى أَفْوَجُ أَتَيْتُ عَلَيْهِ رَفِيعٌ ..... رواه البخاري ومسلم

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو ارشاد ہے کہ تم دو مشرکوں کو  
 خراب کرتے رہو میں تم پر خراج کرتا رہوں گا۔ (بخاری و مسلم)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ نشوونما اسی ہے کہ جو بندے اپنی کمائی اور اپنی  
 نعمت و دستبرد مندوں پر صرف کرتے رہیں گے اللہ تعالیٰ اپنے غمناک غیب سے اُن کو  
 برا بھلا فرماتا رہے گا اور وہ ہمیشہ فقر و فاقہ کی تکلیف سے محفوظ رکھے جائیں گے۔

(۱۲۰) عَنْ سَائِبِ بْنِ يَحْيَى قَالَ مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا  
 كَذَبًا فَقَالَ ..... رواه البخاري ومسلم

(ترجمہ) حضرت سائب بن یحییٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے ایسا نہیں ہوا کہ  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کا سوال کیا گیا ہو اور وہ کھینچے ہو یا یہی  
 نہیں فرمایا ہو۔ (بخاری و مسلم)

(تشریح) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کا یہ حال تھا کہ آپ نے کبھی  
 کسی سائل کو نہیں منکر کر دیا نہیں کیا، بلکہ ہوشہ ہوسائل کو دیا، اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ  
 آپ سے کہا اس نذرانہ کو آپ نے قرین منکر کر دیا۔

(۱۲۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 لَوْ كَانَتْ عَيْنِي مِثْلَ نَجْمٍ لَمْ يَكُنْ لِي فِي أَنْ لَا يَكْتُمُ عَلَيَّ قَلْبٌ  
 لَيْلِي وَنَهْجِي وَمِثْلَ مِطْبَعِي لَمْ يَكُنْ لِي فِي أَنْ لَا يَكْتُمُ عَلَيَّ قَلْبٌ .....

(رواه البخاري ومسلم)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اگر بیسٹر پاس احمد چلا تو ایسا بھی سوتا جو، تو میری خوشی ہی ہوگی کہ پھر پرتیق باتیں بھی ایسی نہ گذریں، کہ میرے پاس اس میں سے کچھ بھی باقی ہو، بجز اسکے کہ میں کسی قرص کی ادائیگی کے لئے اس میں کچھ روکوں۔

(بخاری و مسلم)

(۱۲۳) مَنْ رَأَىٰ خَيْرًا فَاكْفَأْهُ فَإِنَّهُ كَسَفَلَ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
كَأَيُّ خَيْرٍ كَانَ اللَّهُ فِي كَلْبِهِ عَيْدًا أَبَدًا

(رواہ النسائی)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس منہ اور زبان کہیں ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے زمین، نخل و کھجور اور ایمان کا کٹا جوڑ نہیں۔ (مسن نسائی)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ ایمان کی حقیقت اور عمل کی عادت میں ایسی سناٹا ہے کہ جس دل کو خشق ایمان نصیب ہوگا اس میں عمل نہیں آسکتا، اور جس میں عمل دیکھا جائے تو کچھ ایمان نہیں آسکتا۔ اور اس غور کرنے سے ہر ایک کی سمجھ میں یہ بات آسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات پر کامل ایمان و یقین کے حصول میں عمل اور کوشش جیسی کبھی نصلت کے لئے کوئی گناہش ہی نہیں رہ سکتی۔

(۱۲۴) مَنْ رَأَىٰ خَيْرًا فَاكْفَأْهُ فَإِنَّهُ كَسَفَلَ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
كَأَيُّ خَيْرٍ كَانَ اللَّهُ فِي كَلْبِهِ عَيْدًا أَبَدًا

(رواہ النسائی)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا، کہ نہ دھوکہ باز، نخل اور آسمان

جتنے والا اتنی جنت میں نہ پاسکے گا۔ (جامع ترمذی)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ یہ تینوں بڑی خصلتیں (دھوکہ بازی، کجوسی اور احسان کر کے بچانا) اُن خطرناک اور تباہ کن عادات میں سے ہیں جو جنت کے راستے میں رکاوٹ بننے والی ہیں، اسلئے جو بندے جنت کے شائق اور روزخ سے غافل نہ ہوں، اُن کو چاہئے کہ ان عادات میں اپنی حفاظت کریں۔

### انتقام نہ لینا اور معاف کر دینا :-

رحم دلی کی برکت سے جو شاخیں پھوٹی ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اپنے غم اور تھکاوٹ کو معاف کر دیا جائے، اور اس سے انتقام نہ لیا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اہمت کو اس کی خاص طور سے ترقیب دیتے تھے۔ چند ہی ورق پہلے کتاب الزقاق کے آخر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ حدیث درج ہو چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔۔۔ مجھے یہ سیکھ رہے تو باتوں کا خاص طور سے حکم فرمایا ہے، اور اُن میں ایک بات اچھا یہ ذکر فرمائی کہ مجھے حکم ہے کہ جو کوئی مجھ پر ظلم و زیادتی کرے، میں اُس کو معاف کر دیا کروں۔۔۔ اس سلسلہ کی ایک روایت میں یہاں اور بھی لکھ دیا ہے۔

(۱۲۳) عَنْ ابْنِ مَرْبُوطٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا بَنِي آدَمَ كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِمْ وَلَا يَأْكُلُوا مِنْ ثَمَرِهِمْ مَنْ أَكَلَ مِنْ ثَمَرِهِمْ فَهُوَ يُكَلِّمُوا اللَّهَ فَهُوَ يُعَذِّبُهُمْ وَأَسْفَلَ سَافِلِينَ قَالَ يَا بَنِي آدَمَ لَا يَأْكُلَنَّ ثَمَرَهُمْ مَنْ أَكَلَ مِنْ ثَمَرِهِمْ فَهُوَ يُكَلِّمُوا اللَّهَ فَهُوَ يُعَذِّبُهُمْ وَأَسْفَلَ سَافِلِينَ قَالَ يَا بَنِي آدَمَ لَا يَأْكُلَنَّ ثَمَرَهُمْ مَنْ أَكَلَ مِنْ ثَمَرِهِمْ فَهُوَ يُكَلِّمُوا اللَّهَ فَهُوَ يُعَذِّبُهُمْ وَأَسْفَلَ سَافِلِينَ

اَعْرَضَ اللَّهُ بِهَا نَصْرًا وَمَا فَتَحَ رَجُلٌ بَابَ عِبَادَتِي مُؤَيَّدًا بِهَا وَلَا  
 يَلَاكُ وَلَا دَا اللَّهُ بِهَا كَشْرًا وَمَا فَتَحَ رَجُلٌ بَابَ مَسْئَلَتِي مُؤَيَّدًا بِهَا  
 كَشْرًا وَلَا دَا اللَّهُ بِهَا قَوْلُهُ ..... رواه احمد۔

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ابو بکر  
 (رضی اللہ عنہ) کو گالیاں دیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے،  
 (اور آپ اس شخص کے مسلسل گالیاں دینے پر اور ابو بکر کے صبر کرنے اور خاموش  
 رہنے پر) تعجب اور شرم فرما رہے تھے پھر جب اس آدمی نے بھت ہی زیادہ گالیاں  
 دیں (اور زبان کو روکا ہی نہیں) تو ابو بکر نے بھی اس کی بعض باتوں کو اس پر لٹکیا  
 اور کچھ جواب دیا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ ناراضی کے ساتھ وہاں سے  
 اٹھ کر چل دیئے (حضرت ابو بکر کو اس سے ہمت ٹکرائی ہوئی، اور وہ بھی حضرت  
 کے لئے اور حضور کی ناراضی کا سبب معلوم کرنے کے لئے آپ کے پیچھے چلے) پس  
 ابو بکر آپ کے پاس پہنچے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ کیا بات ہوئی، کہ  
 وہ شخص مجھے گالیاں دیتا رہا، اور آپ وہاں تشریف فرما رہے، پھر جب میں نے کچھ  
 جواب دیا، تو حضور ناراض ہو کر اٹھ آئے! ..... آپ نے ارشاد فرمایا۔

جب تک تم خاموش تھے اور صبر کر رہے تھے، تمہارے ساتھ اللہ کا ایک فرشتہ تھا،  
 جو تمہاری طرف سے عیب ہی کر رہا تھا، پھر جب تم نے خود جواب دیا تو وہ فرشتہ  
 تو ہٹ گیا، اور شیطان بیچ میں آ گیا (کیونکہ اسے امید ہو گئی کہ وہ لڑائی کو اڑانے  
 بڑھا سکے گا)۔ ..... اسکے بعد آپ نے فرمایا، اسے ابو بکر یا میں باتیں ہیں جو  
 سب کی سب بالکل حق ہیں، سچلی بات یہ ہے کہ میں بندہ پر کوئی ظلم (زیادتی) کبھی  
 اور وہ بعض اللہ عزوجل کے لئے اس سے دو گزر گئے (اور انتقام نہ لے)، تو  
 اللہ تعالیٰ اسکے بدل میں اس کی بھر پور عذوبائیوں گے (دنیا اور آخرت میں اس کو

عزت دیں گے۔۔۔۔۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ جو شخص صغر و بچگی کے لئے دوسروں کو اپنے کار و بار و کھولے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اُسکے جہنم میں اس کو اور بہت زیادہ دیں گے۔۔۔۔۔ اور تیسری بات یہ ہے کہ جو آدمی (صغر و بچگی) مجبور ہو کر نہیں، بلکہ اپنی دولت بڑھانے کے لئے سوال اور گدگداری کا دروازہ کھولے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کی دولت کو اور زیادہ کم کر دیں گے۔ (مسند احمد)

(تفسیر صحیح) انصاف کے ساتھ ظلم کا بدلہ لینا اگرچہ جائز ہے، لیکن نفیست اور عزت کی بات یہی ہے کہ بدلہ لینے کی قدرت کے باوجود محض اللہ کے لئے سعادت کر دے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ انھوں نے اس سے تھے، اس لئے آپ نے ان کی طرف سے تعویذ ہی سے جواب دیا کہ بھی پند نہیں فرمایا۔۔۔۔۔ قرآن مجید میں بھی فرمایا گیا ہے۔۔۔

وَجَزَاءٌ مِّمَّا كَسَبْتُمْ مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ بِهَا كَافِرُونَ	اور برائی کا (قانونی) بدلہ اسی کی مثل
فَأَنْتُمْ كَافِرُونَ	برائی ہے (یعنی جس وجہ کی زیادتی
عَلَى الْإِنْسَانِ	کسی نے کی، اُسکے بدلے میں اُسکے ساتھ

(مشوری، ۴۰ - ۴۱)

لیکن اللہ کا جو بندہ انتقام نہ لے، اور معاف کر دے، اور صلح و صلوات کی کوشش کرے، تو اس کا عاقبہ بہرہ و ثواب اللہ کے ذمہ ہے۔

(۱۳ھ) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَوْسَىٰ بْنُ عِمْرَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا رَبِّ مَنْ أَعْتَدَ لِي عِيبًا وَرَدَّ عَنِّي لِقَ كَأَنَّ مَنَ إِذَا أَكَلْتُ رَغِيصًا۔۔۔۔۔ رواه البيهقي في شعبه كالحاجان۔

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔۔۔ کہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کیا کہ پروردگار! اُسکے بندوں میں کون آپ کی بارگاہ میں

زیادہ باعزت ہیں۔ اور شاد فرمایا۔ وہ بندے جو (قصور وار پر) قالم پائے  
کے بعد را اور سزا دینے کی قدرت رکھنے کے باوجود اس کو معاف کر دیں۔

(شعب الایمان بیہقی)

(تشریح) یہاں یہ طرز رکھنا ضروری ہے کہ قصور وار کا قصور معاف کرنے کی  
اس فضیلت کا تعلق افراد و اشخاص اور ان کے ذالی اور جی حقوق و معاملات سے ہے، لیکن جو  
اللہ تعالیٰ کے جرائم ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر سزا مقرر ہے، اس سزا کے معاف کرنے کا  
اعتبار ہی کو نہیں ہے۔۔۔۔۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو دنیا میں سب سے زیادہ معاف تھے آپ کا  
طرز ہی ہی تھا کہ اپنا قصور کرنے والوں کو ہمیشہ معاف فرماتے تھے، لیکن اللہ کی طرف سے توڑنے والوں کا  
کے حکم کے مطابق ضرور سزا دینے تھے صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے  
سَوَّلَ اللَّهُ عَنْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَنِ الْفُجْرَانِ فِي بَيْتِهِمْ فَجَاءَ الْفُجْرَانُ يَتَسَاءَلُونَكَ عَنِ الْفُجْرَانِ وَتَقُولُ

(۱۲۶) مَنْ عَفَا اللَّهُ عَنْكَ فَقَدْ عَفَا عَنْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَنِ الْفُجْرَانِ سَأَلَ اللَّهُ  
عَنْكَ وَعَنْكَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَفَرْتُمْ عَنِ الْفُجْرَانِ وَتَقُولُ  
عَنْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَنِ الْفُجْرَانِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَفَرْتُمْ  
عَنِ الْفُجْرَانِ عَنِ الْفُجْرَانِ كَفَرْتُمْ

رواہ السنن  
ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا، یا رسول اللہ! میں اپنے  
خادم (غلام یا نوکر) کا قصور کرتی دفع معاف کر دیں، آپ نے اس کو کوئی جواب  
نہیں دیا اور خاموش رہے۔ اس نے پھر عرض کیا کہ، یا رسول اللہ! میں اپنے

خادم کو کتنی دفع معاف کر دیں، آپ نے ارشاد فرمایا، ہر روز ستر دفعہ سزا دینے کے بعد  
(تشریح) سوالیہ حالت کا مقصد یہ تھا کہ حضرت اگر یہ خادم غلام یا نوکر بار بار قصور کرے،

اسے طلب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ناقصان کی سزا دینے کی قدرت رکھنے کی طرف اشارہ کیا، لیکن یہ اللہ کی طرف سے ہے۔  
تو یہ تو آپ اس کی سزا دینے کی طرف اشارہ کرتے تھے۔



مجان (غیبیل مونس ہے) پس اللہ کو اپنی ماضی مخلوق میں نریا اور بخت آن بندو آن ہو  
جو اس کی عیال (یعنی اس کی مخلوق) کے ساتھ احسان کریں۔

(تشریح) بیماری اس دنیا کا دستور بھی یہی ہے کہ جو کوئی کسی کے اپنی و عیال کیساتھ  
احسان کرے اس کے لئے دل میں خاص جگہ ہو جاتی ہے۔ اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ  
کا معاملہ بھی یہی ہے کہ جو کوئی اللہ کی مخلوق کے ساتھ احسان کا بڑا ذکرے (جس کی مختلف صورتیں  
اوپر ذکر کی جا چکی ہیں) وہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہو جاتا ہے۔

(ذہن) یہ بات پہلے بھی بار بار ذکر کی جا چکی ہے، نور رساں بھی ملحوظ رہنی چاہئے کہ اس قسم کی  
بشارتوں کا تعلق صرف اللہ بندوں سے ہوتا ہے جو کسی ایسے سنگین جرم کے عزم نہ ہوں جو آدمی کو  
اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رحمت سے باہل ہی محروم کر دیتا ہو۔

اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ ایک بادشاہ اعلان کرتا ہے کہ جو کوئی میری رعایا کیساتھ  
اچھا سلوک کرے گا وہ میری محبت کا مستحق ہوگا، اور میں اس کو انعامات سے نوازوں گا، لہذا ظاہر ہے  
کہ جو لوگ خود اس بادشاہ کے تابع ہوں یا دوسرے ناقابل معافی جرائم بطور پیشہ کے کرتے ہوں  
(مثلاً قتل و خوارگری، ڈاکہ زنی وغیرہ) وہ اگر رعایا کے کچھ افراد کے ساتھ بڑے سے بڑا سلوک بھی  
کریں، تب بھی وہ اس اعلان کی نریا اور بادشاہ کی محبت اور انعام کے مستحق نہیں ہوں گے اور یہ  
کما حدیث ہے کہ اس شاہی فرمان کا تعلق ایسے باخوبوں کو پیشہ و تجارت سے نہیں ہے۔

(۱۲۸) عَنْ عَبْدِ يَزِيدَ بْنِ حُمَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
كَلِمَاتٌ ثَلَاثٌ مَنْ كَفَرَتْهُنَّ فَكَانَ مِنَ الْفُجَّارِ مَنْ كَفَرَتْهُنَّ فَكَانَ مِنَ الْفُجَّارِ مَنْ كَفَرَتْهُنَّ فَكَانَ مِنَ الْفُجَّارِ  
فَلَمَّا ذُكِرْنَ وَهَلَّ بِهَا لَفْظُ كَفَرَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِنَّ أُمَّةً قَدْ أَفْلَحَتْ إِذَا كَانَتْ تَحْسِبُ مَا كَفَرَتْهُنَّ

(ترجمہ) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے ارشاد فرمایا۔ تم دوسروں کی دکھا دیکھی کام کرتے والے بنو کہ کہنے لگو کہ اگر





پھوٹے سے پھوٹے احسان کی بھی اللہ کے نزدیک ہی قیمت ہے۔

(۱۳۱) عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
لَا يَجْعَلُونَ أَحَدًا كُمْ شَيْئًا مِنَ الْمَعْرُوفِ فَإِنْ لَمْ يَجْعَلُوا قَلْبِي  
إِنَّمَا يُوَجِّهُ حَلْبِي وَإِذَا اشْتَرَيْتُمْ لِقْدًا أَوْ طَبِخْتُمْ وَتَلَدًا  
فَاكْثُرُوا مَرَّتَكُمْ وَأَخْرِفُوا لِبَنَائِكُمْ وَمَثَلُهُ

دواہ اللہ تعالیٰ  
(آخر میں) حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی احسان کی کسی صورت اور کسی قسم کو بھی خیر نہ سمجھے، پس اگر اپنے بھائی کو دینے کے لئے کچھ بھی نہ پائے تو اتنا ہی کہے کہ شگفتہ روئی کے ساتھ اس سے ملاقات کرے (یہ بھی شیخ سلوک کی ایک صورت ہے) اور جب تم گوشت خریدو یا باڈی بچاؤ لٹی میں شور مچاؤ یا کھرو، پھر پھر آگے آگے آتے پڑوسی کے لئے بھی کھلا کرو (یعنی نہ دیکھا)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کو چاہئے کہ وہ اپنے عزیز و اقارب اور اپنے پڑوسیوں کے ساتھ شیخ سلوک کیا کرے، حسب استطاعت ان کو تحفے دیا کرے، اور اگر تحفہ دینے کیلئے کوئی زیادہ بڑھا چیز نہ ہو تو جو کچھ میسر ہو وہی دے، اور اس کو خیر اور قبولی کلمہ کہنے سے ڈرے، اور اگر کچھ بھی میسر نہ ہو تو اتنا ہی کہے کہ شگفتہ روئی اور خندہ چینی کے ساتھ اس سے بلا کرے یہ بھی شیخ سلوک کی ایک صورت ہے اور تحفہ تھانف کی طرح اس سے بھی باجی محنت و تعلق میں اضافہ ہوتا ہے۔ علاوہ ان میں غریب اور نادار آدمی بھی اتنا نوکری سکنا ہے کہ جب کسی گھر میں گوشت پہنچے تو اس پر شور مچا کر زیادہ کر لیا جائے اور کسی پڑوس کے گھر میں اس میں سے بھی بڑا جائے۔

درمیان شیخ سلوک کی ان آخری صورتوں کا ذکر حضور نے بطور مثال کے کیا ہے، درجہ مطلب یہ ہے کہ جس سے جو ہو سکے وہ دوسروں کے ساتھ احسان کرے۔

(۱۳۳) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 كَانَ يُحْقِرُ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا وَذَلِكَ مِنَ الْمَعْرُوفِ أَنْ تَلْقَى  
 أَخَاكَ بِذِي حُلَيْنٍ وَأَنْ تُقْرِعَ مِنْ دَلْوِي فِي إِكْرَاهٍ أَوْ خِلْفٍ —  
 (رواه الشيخان)

(ترجمہ) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم حرمین سلوک کی کسی صورت اور کسی قسم کو بھی حقیر مت سمجھو اور اس کی ایک صورت (جس میں کچھ خرچہ بل نہیں ہوتا) یہ بھی ہے کہ تم اپنے بھائی سے منگوانے کے ساتھ ملو، اور یہ بھی (حرمین سلوک میں سے ہے) کہ تم اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے برتن میں پانی ڈال دو۔  
 (بصاحیح ترمذی)

(تشریح) اس حدیث میں اپنے بھائی کے برتن میں اپنے ڈول سے پانی ڈالنے کا ذکر بھی بطور مثال ہی لکھا گیا ہے، اور مقصد صرف یہ ہے کہ اپنے بھائی کی جو خدمت اور خدمت کر سکتے ہو اور اس کو جو آرام تم پہنچا سکتے ہو، اور جس طرح تم اس کے کام آ سکتے ہو، اس میں دیرینہ نکر وہ اللہ کی نظر میں یہ سب احسان ہی کی صورتیں ہیں۔

اگر آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان ہدایات پر عمل کیا جائے تو کبھی محنت و محنت کی فضائز اور کبھی بھائی چارہ ہو۔۔۔۔۔۔ اپنی حدیثوں نے یہ بھی بتایا کہ کسی پوا احسان کو نادرہ امتداد پر موت نہیں ہے، بلکہ اس فضیلت میں غریبا بھی اپنی خدمت، اہل ناداری کے ساتھ اہل کثرت کو ہوسکتے ہیں۔۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ ان قیمتی ہدایات کی قدر کرنے اور ان سے فائدہ اٹھانے کی ہم سب کو توفیق دے۔

### ایثار۔۔

احسان کا ایک اعلیٰ درجہ ہے کہ آدمی ایک چیز کا خود ضرورت مند ہو، لیکن جب کئی دوسرا

ما جنتی جسکے سامنے آجائے مگر وہ چیز اس کو ویسے اور خود تکلیف اٹھانے اسی کا نام ایشار ہے  
 اللہ شہر انسانی اخلاق میں اس کا تمام بہت بلند ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خود اپنا  
 طرز عمل ہی ہی تھا، اوروں کو بھی آپ اس کی تعلیم اور ترویج دیتے تھے۔

(۱۳۳) عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ خَافَتْ (مَرْثَةُ) رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَرَدِّدٍ فَكَانَتْ تَأْتِي رَسُولَ اللَّهِ الْكُفْرَ هُنَا فَاتَّخَذَهَا  
 النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَخْرَجًا جَاءَ إِلَيْهَا فَكَيْسَهَا فَأَقْرَأَهَا صَلَوَةَ  
 رَجُلٍ مِنْ أَهْلِهَا يَمُوتُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَحْسَنَ هَذِهِ فَأَكْبَسَهَا  
 فَقَالَ نَعَمْ جَاءَتْهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّهَا أَهْلَانُ  
 قَالَ مَا أَحْسَنَتْ جِوْنَكَ رَأَيْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَاءَ  
 مَخْرَجًا إِلَيْهَا تَعْرِسًا لَتَدْرِيهَا وَأَوْذَا عَرَفْتَ أَنَّكَ لَا تَلِيهَا كَيْدًا  
 فَمِنْهُمَا فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِهَا جَاءَ إِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ فَقَالَ أَكْبَسَتْ فِيهَا

دوا اللہ العزیز۔  
 (ترجمہ) حضرت سعل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بڑا بڑا رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک چادر جدید کے طور پر آج کر آئی اور عرض کیا  
 کہ۔ حضرت میں یہ چادر آپ کو اڑھانا چاہتی ہوں۔ آپ نے وہ چادر قبول فرما کر  
 اوڑھ لی اور آپ کی حالت یہ تھی کہ اس وقت آپ کو اس کی ضرورت تھی۔ آپ کے  
 صحابہ میں سے ایک صاحب نے آپ کو وہ چادر اوڑھے دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ  
 یہ چادر بہت ہی اچھی ہے یہ تو مجھے عنایت فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا، بہت اچھا  
 (اور وہ چادر اسی وقت اٹا کر ان صاحب کو دیدی) پھر جب رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم اس مجلس سے اٹھ گئے تو بعض ساتھیوں نے ان صاحب کو بلاست کی  
 اور کہا۔ تم نے سچا نہیں کہا تم نے دیکھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ

اس کی ضرورت تھی، اور آپ نے ماہِ مستندی کی حالت میں یہ چادر اٹس خاتون سے قبول کی تھی، اسکے باوجود تم نے حضور سے اس کو مانگ لیا، حالانکہ تم جانتے ہو کہ آپ کی عادت کر پیریہ ہے کہ جو چیز بھی آپ سے مانگی جائے آپ اس کو دے ہی دیتے ہیں۔ اٹوھا حسب نے عرض کیا:۔ میں نے تو برکت کے خیال سے ایسا کیا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پہن لیا تھا، آپ مجھے اُمید ہے کہ میں بیمار ک چادر میرا کفن بنے گی۔ (صحیح بخاری)

(۱۳۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ سَلْمَةٌ فَقَالَ إِنِّي أَخْبَرْتُكَ وَأَنْتَ وَاللَّيْلَى أَهْلُكَ بِالْحَقِّ مَا خَدَيْتَنِي بِهَا مَا أَهْلُكَ تَهْتَكُونَ لِي الْغَيْبَةَ كَمَا تَهْتَكُونَ لِي الْغَيْبَةَ فَكَانَتْ مِثْلَ ذَلِكَ وَكَانَ مِثْلُ ذَلِكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَمْتَنِعُكَ رِجْسًا اللَّهُ فَمَا رَجُلٌ مِنْ آلِ نَسَائِرِ قَالَ لَهُ ابْنُ بَلْعَمَةَ فَكَانَ آتِيًا رَسُولَ اللَّهِ فَأَتَلَقَى بِهِ رَأَى رِجْسَهُ فَقَالَ يَا مَعْزَنُ رِبِّي عِنْدِي شَيْءٌ قَالَتْ كَمَا أَتَى قَوْتُ حَبِيبِي إِنِّي كَأَنَّ مَرْيَمَةَ رِبِّي وَأَنْتَ مِثْلُهَا وَأَنْتَ مِثْلُهَا فَتَمَنَّاهُ فَكَانَ نَائِلًا فَإِذَا أَهْلُكُمْ بَيْنَهُمْ وَإِنَّ كُلَّ مَعْرُوفٍ إِلَى الشَّرِّ إِذْ كُنْتُمْ تَطْلُبُونَهُ فَأَطْرَقَ عَلَيْهِ فَفَعَلَتْ فَفَعَلَتْ وَأَكَلَ الصَّبِيغَ فَمَا تَأْتَى طَائِرِينَ فَلَمَّا أَصْبَحَ هَذَا أَحَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ كَبَبَ اللَّهُ أَوْ خَبَأَ اللَّهُ مِنْ قَلْبِي وَتَلَا تَقِي

(رواه البخاری)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں بیمار ہوا دیکھی فقیر ہوں

(بچے بھوک بہت متاثر ہی ہے)۔ آپ نے اپنی بعض انفرادی صلوات کے پاس کھلا بھیجا  
 کہ اگر کھانے کی کوئی چیز جو تو ایک ایسے حاجت مند کیلئے بھجودیا وہاں سے خواجہ  
 ملا کہ قسم اُس پاک ذات کی جس نے آپ کو دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے وہاں سے ہاں  
 ہاں وقت کھانے پہنچنے کی کوئی چیز پانی کے سوا نہیں ہے۔ پھر اپنے اپنے کس دوسرے  
 گھر میں کھلا کے بھیجا، وہاں سے بھی بھیجا جواب ملا: پھر یکے بعد دیگرے اپنے سب گھروں  
 میں کھلا کے بھیجا (اور) ان سب کی طرف سے بھی جواب ملا کہ اس وقت پانی کے سوا  
 کھانے چینے کی کوئی چیز گھر میں نہیں ہے، اپنے سب گھروں سے یہ جواب ملنے کے بعد ا  
 آپ نے صحابہ حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا: تم میں سے کوئی اس بندہ کو اپنا ساتھی  
 بنا سکتا ہے؟ اُس پر ائمہ علمائے کرام نے ہمت نہ ہوگی!۔ اٹھارہویں سے دسویں تک  
 ایک شخص کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ان کو میں اپنا ساتھی بنا ہوں  
 چنانچہ وہ اُس حاجت مند شخص کو اپنے گھر لے گئے اور وہی سے کہا اس وقت ایک  
 حمان کے لئے کیا تھا اسے ہاں کہہ ہے؟۔ بیوی نے جواب دیا کہ: میں اپنے بچوں کا  
 کھانا ہے اس کے سوا کچھ نہیں ہے (جہاں تک کہ بیٹھو اور کھائے کھانے کے لئے ہیں  
 کہ نہیں ہے)۔ آپ نے کھانے کو پھر دیکھا کہ ان بچوں کو کسی چیز سے بھلا کے  
 (پلا بھلائے) سلا دو، اور جب چار حمان گھر میں آجائے تو (اپنے حماروں سے)  
 اُس پر بظاہر کیجئے اور ایسا دیکھا کہ ان کے ساتھ اہم بھی کھائیں گے، پھر جب وہ  
 کھانے کے لئے اُٹھ بڑھائے اور کھانا حماروں کو دے دیے تو تم پر ان کا تکیہ کرنے کے  
 بہانے ہزارے کے پاس جاتے اور اُس کو گئی کرو (بڑا تاکہ گھر میں اندھیرا ہو جائے تو  
 حمان پر نہ دیکھ سکے کہ تم اس کے ساتھ کھا رہے ہو یا نہیں) چنانچہ بیوی نے وصاری  
 کیا: پس بیٹھے تو سب نے کھانا حمان ہی نے کھایا، اور ان دونوں میں  
 بیوی نے بھوکے نہ کرات گزرا ہی، پھر صبح ہوئی تو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کا اور ان کی بیوی کا نام لے کر ان کو خوشخبری سنائی کہ: اللہ تعالیٰ کو اپنے نبیوں بندے اور ملازم بندگی کا یہ عمل بہت ہی پسند آیا اور اللہ تعالیٰ بہت ہی خوش ہوا۔۔۔ ماویٰ کو شک ہے کہ آپ نے اس مطلب کے ادا کرنے کے لئے "حجرت اللہ" کا لفظ بولا تھا۔۔۔

"حجرت اللہ" کا۔۔۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(تشریح صحیح) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریمیت اور آپ کے عملی نمونے صحابہ کرام میں ایشیا کی یہ صفت جس درجہ میں پیدا کر دی تھی یہ واقعہ اس کا ایک نمونہ ہے۔ قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار کی اسی صفت اور اس میرت کی صفت ان الفاظ میں آئی ہے:

"وَلَقَدْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ وَكُنَّا لَهُ قَوْمًا نَاظِرِينَ أَعْيُنُهُمْ كَالْحِجَابِ يُدْرِكُوا الْوَيْحَ إِذْ يَخْرُجُ" (سورۃ احزاب: ۱۰)۔

ابو ظہر انصاری کے اس قول کو اللہ تعالیٰ کے ہاں جو غیر معمولی قبولیت حاصل ہوئی، اور رضا اور پسندیدگی کا جو خاص خاص درجہ نصیب ہوا، اُس کو سمجھانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور مجاز یا استعارہ کے "حجرت" یا "حجرت اللہ" کا لفظ بولا، اور مثلا ہر ہے کہ حیرت و تعجب کا اور ہشتاپنے حقیقی معنی کے لی تا اسے یہ دونوں معنیوں کی ہندو ہی کی ہو سکتی ہیں۔

### انس و حجرت اور یگانگی و عداوت :-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انس و حجرت کو بھی خاص ایمانی منافقت میں سے بتلایا ہے اور کچھ نمونوں اور انصرت صلی اللہ علیہ وسلم انس و حجرت کا ایک پیکر کیے، اور آپ کی شخصیت کا شاہد ایمانی شخصیت ہے۔

(۱۳۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ  
 الْمُؤْمِنُونَ مَأْمُونٌ وَلَا خَائِفِينَ وَلَا يَأْلَفُونَ  
 (بداۃ الاحمد والحبیب فی صحیحہ الامالی)

لے اور ہر اور ہر صورت میں ان کو اپنے ہر قسم کے ہیں، اگرچہ ان کو نافرمان ہو۔

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یحییٰ تو الفت و محبت کا مرکز ہے، اور اس آدمی میں کوئی بھلائی نہیں جو دوسروں سے الفت نہیں کرنا، اور وہ سب کو اس سے الفت نہیں کرتے۔

(سنن ابن ماجہ و شعبہ الامان صحیح)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ بندہ مومن کو انس و محبت کا مرکز ہونا چاہئے کہ وہ خود دوسروں سے محبت کرے اور وہ سب کو اس سے محبت کریں اور مانوس ہوں، اگر کسی شخص میں یہ بات نہیں ہے تو گویا اس میں کوئی خیر نہیں، اور وہ دوسروں کو کوئی نفع پہنچانے کا اور نہ دوسرے لوگ اس سے نفع اٹھا سکیں گے۔۔۔۔۔ اس حدیث میں اُن غلط فہمیوں کا افسوس ہے جو حضرات کے لئے خاموشی ہے جو صحیح بے تعلق رہنے ہی کو دین کا تقاضا سمجھتے ہیں اور اس لئے نہ وہ خود دوسروں سے مانوس ہوتے ہیں اور نہ دوسروں کو اپنے سے مانوس کہتے ہیں۔ البتہ مومن کی یہ محبت و الفت اور دوسروں سے مانوس ہونا اور اُن کو اپنے سے مانوس کرنا سب اللہ ہی کے لئے اور اس کے احکام کے تحت ہونا چاہئے۔ **يَحْيَا وَيَمُوتُ وَتَبِيتُ الْخَالِدِينَ**۔

**اللہ کی محبت اور اللہ کی بغض و عداوت :-**

(۱۳۶) حَتَّىٰ ذَرَأْتِ الْوَسْطَىٰ فَالْيَوْمَ اللَّهُ مَعَكَ اللَّهُ مَعَكَ وَيَوْمَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

(سورۃ اہزاب)

(ترجمہ) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔۔۔ بندوں کے اعمال میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب و محبت ہے جو اللہ کے لئے ہو، اور وہ بغض و عداوت ہے جو اللہ کے لئے ہو۔

(سنن ابی داؤد)

(تشریح) کسی بندہ کا یہ حال ہو جائے کہ وہ صرف اللہ کے لئے محبت کرے، اور اللہ ہی کے لئے کسی سے بغض نہ کرے، بلاشبہ محبت اور بغض کا مقام ہے: کہ کتاب الایمان میں یہ حدیث گذر چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ذر غفاریؓ سے فرمایا: کہ ایمان کی مضبوط ترین شاہد اللہ کے لئے محبت و تعلق جوڑنا، اور اللہ کے لئے کسی سے تعلق توڑنا ہے۔

اللہ کیلئے محبت دراصل اللہ تعالیٰ کی تعظیم و عبادت ہے :-

(۱۳۷) عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مَا أَحَبَّ عِبَادِي عِبَادًا اللَّهُ أَكْثَرَ مِنْ كِبَرِ عَمَلِهِمْ

(رواہ احمد)

(ترجمہ) حضرت ابوامامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جس بندہ نے میں اللہ کے لئے کسی بندہ سے محبت کی، اسے اپنے رب پر تو وہی کی عظمت و توفیق ہے۔

(تشریح) یعنی کسی بندہ کا کسی دوسرے بندہ سے اللہ کیلئے اور اللہ کے تعلق سے محبت کرنا اصل اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق ادا کرنا ہے، اور اس طرح اس کا شمار اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہے۔

اللہ کیلئے آپس میں میل محبت کرنا اللہ کے محبوب بن جاتے ہیں :-

(۱۳۸) عَنْ سَعْدِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَجَعَلْتُ الْمُحِبِّينَ لِلْمُحِبِّينَ فِي رِجْلِ قَائِلِهَا الْيَمَانِ فِي وَالْمُحْرَا وَرِجْلِ فِي وَالْمَسَاوِ لِيْنِ فِي

(رواہ مالک)

(ترجمہ) حضرت سادقین علیہ السلام سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میری رحمت اور جنت ان لوگوں کے لئے جو باہم میری رحمت جنت کریں، اور میری وجہ اور میرے نطق سے نہیں بچ سکیں، اور میری رحمت اور میری ملاقات کریں، اور میری رحمت سے ایک دوسرے پر خرچ کریں۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

(تشریح) اللہ کے جن بندوں نے اپنی رحمت و مہربانی اور اپنے ظاہری و باطنی نطق کو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے تحت کر دیا ہے، اور ان کا حال یہ ہے کہ وہ جس سے رحمت کرتے ہیں، اللہ کے لئے کرتے ہیں، جس کے پاس بیٹھے ہیں، اللہ کے لئے بیٹھے ہیں، جس سے لئے ہیں، اللہ کے لئے ملتے ہیں، جو کچھ ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہی کی رضا جوئی کے لئے کرتے ہیں، بیشک اللہ کے یہ بندے ایسے مستحق ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی خاص رضا اور رحمت ان کو نصیب ہو۔۔۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کے اس بشارتی منشور کا اعلان فرمایا ہے کہ میرے ان بندوں کے لئے میری رحمت واجب اور ضروری ہو چکی ہے، میں ان سے رحمت کرتا ہوں، ان سے راضی ہوں، اور وہ میرے محبوب اور پسندیدہ بندے ہیں۔۔۔۔۔ **اللَّهُمَّ اجْعَلْ أَوْلِيَّ الْمُتَّقِينَ فِي رَحْمَتِكَ وَأَوْلِيَّ الْبُغْيَاءِ فِي عَذَابِكَ** اللہ اے اللہ! میرے ان بندوں میں سے رحمت کرے، جو تم سے ڈرتے ہیں، اور اللہ اے اللہ! میرے ان بندوں میں سے عذاب کرے، جو تم سے ہی لئے آپس میں رحمت کرتے ہیں، اور میری ہی رضا کے لئے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔

(۱۳۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَوْلِيَّ الْمُتَّقِينَ فِي رَحْمَتِي وَأَوْلِيَّ الْبُغْيَاءِ فِي عَذَابِي قَالَ مَنْ لَكَ مِنْ رَحْمَتِي قَالَ لَكَ مِنْ رَحْمَتِي وَأَوْلِيَّ الْبُغْيَاءِ فِي عَذَابِي قَالَ مَنْ لَكَ مِنْ رَحْمَتِي قَالَ لَكَ مِنْ رَحْمَتِي وَأَوْلِيَّ الْبُغْيَاءِ فِي عَذَابِي قَالَ مَنْ لَكَ مِنْ رَحْمَتِي قَالَ لَكَ مِنْ رَحْمَتِي وَأَوْلِيَّ الْبُغْيَاءِ فِي عَذَابِي

رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِأَنَّ اللَّهَ عَلَّمَ كَلِمَاتٍ كَمَا أَخْبَرْتَنِي فِيهِ

(بخاری و مسلم)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ ایک شخص اپنے ایک بھائی سے جو دوسری ایک بیٹی میں بچتا تھا ملاقات کے لئے چلا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی راہ گزار پر ایک فرشتہ کو نظر بنانے کا حکم دیا جب وہ شخص اس مقام سے گزرا تو فرشتہ نے اس سے پوچھا تمہارا کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا: میں اس بیٹی میں رہنے والے اپنے ایک بھائی سے ملنے جا رہا ہوں۔ فرشتہ نے کہا: کیا اس پر تمہارا کوئی احسان ہے، اور کوئی حق تم سے جس کو تم پورا اور ختم کرنے کے لئے چاہتے ہو۔ اس بندہ نے کہا: نہیں میرے جانے کا باعث جسے سوا کچھ نہیں ہے کہ اللہ کے لئے مجھے اس بھائی سے جنت ہے زمین بس اسی جنت کے تعلق اور تقاضے سے میں اس کی زیارت اور ملاقات کے لئے جا رہا ہوں۔ فرشتہ نے کہا: میں تمہیں بتاتا ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس یہ بتانے کے لئے بھیجا ہے کہ اللہ تم سے جنت کو تاسے، جیسا کہ تم اللہ کے لئے جسکے اس بندہ سے جنت کرتے ہو۔ (صحیح مسلم)

(تشریح) یہ واقعہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بیان فرمایا ہے بظاہر کسی ایسی امت کے کہی فرد کا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ کبھی فرشتے اللہ کے حکم سے کسی غیر نبی کے پاس بھی آسکتے ہیں اور اس سے اس طرح کی باتیں دوہر کر سکتے ہیں۔ حضرت جبریلؑ کا اللہ کے حکم سے حضرت مریمؑ کے پاس آنا اور ان سے باتیں کرنا قرآن مجید میں بھی مذکور ہے۔ عاقلانہ طور پر یہ کہ حضرت مریمؑ نہ تھیں۔

اس واقعہ کی اس روح اور اس کے بیان سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص مقصد اس حقیقت کا واضح کرنا تھا کہ اللہ کے کسی بندہ کا اپنے کسی بھائی سے اللہ کے لئے جنت کرنا اور

اس قسمی محبت کے فقہ جسے اس سے ملاقات کرنے کے لئے جانا ایسا عمل ہے جو اس محبت کرنے والے  
 بندے کو اللہ تعالیٰ کا محبوب بنا دیتا ہے اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فرشتے  
 کے ذریعہ اس کو اپنی محبت کا پیغام پہنچاتا ہے۔ **قُلُوبِي لَكُمْ وَمِنْكُمْ لِي وَكُفَرُوا لِي** ان کو بشارت ہو۔

**اللہ کیلئے محبت کرنے والوں کا قیامت کے دن خاص امتیاز ہے۔**

(۱۲۶) **عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ**  
**مَنْ حَبَاهُ اللَّهُ كُنَّا سَامِعَةً يَأْتِيَاءُ وَلَا مَشْعَدًا لَمْ يَصِفْهُ إِلَّا بِأَيَّةٍ**  
**وَاللَّهِ هَذَا أَعْرَبُ مَا لَمْ يَكُنْ مِنْ اللَّهِ قَالَ لَوْ أَرَادَ رَسُولُ اللَّهِ**  
**مُحَمَّدًا مَنْ هُنَا قَالَ هُنَا تَوَضَّعَا بِيَدِي وَجِئَ اللَّهُ عَلَى عَمْرٍو كَمَا**  
**يَتَضَعُ كَأَمْوَالٍ يَتَعَاظَرُونَ مَا خَرَّ اللَّهُ إِنْ دُخِرُوا عَمْرٍو لَوْ رَأَى هَذَا**  
**لَعَلَى نَوْبِهِ لَيُعَاذَنَكَ إِذَا خَفَاكَ النَّاسُ كَمَا يَخْفَى تُونٌ إِذَا خَرَّتْ**  
**النَّاسُ كَمَا هَذَا الْأَيَّةُ الْإِيمَانِ أَقْبَلْنَا اللَّهُ كَمَا خَوَّتَا**  
**كَذَلِكَ عَمْرٍو كَمَا بُنِيَ بِمَخْفَى تُونٍ** ————— **رِوَايَةُ ابْنِ أَبِي عَدَى**

(ترجمہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا: اللہ کے بندوں میں کچھ ایسے خوش نصیب بھی ہیں جو تمہیں یا شہید تو نہیں  
 ہیں، لیکن قیامت کے دن بہت سے انبیاء اور شہداء ان کے خاص مقامِ قرب  
 کی وجہ سے ان پر رشک کریں گے، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمیں بتلاؤ  
 کہ وہ کون بندے ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے بغیر کسی رشتہ  
 اور قرابت کے اور بغیر کسی مالی لین دین کے رُوحِ خدا و نبوی کی وجہ سے سکر باہم  
 محبت کی۔ ————— پس قسم ہے خدا کی، ان کے بہرے قیامت کے دن نورانی ہوں

بلکہ سراسر نور ہوں گے، اور وہ نور کے تہوں پر چلی گے، اور عام انسانوں کو جس وقت  
خوف و ہراس ہوگا اس وقت وہ بے خوف اور مطمئن ہوں گے، اور جس وقت عام  
انسان مبتلا ہے، مگر ہوں گے وہ اس وقت بے غم ہوں گے، اور اس موقع پر آپ نے  
یہ آیت پڑھی: **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْوَلِيُّ لِلَّذِينَ كَفَرُوا لَا يَتَّبِعُهُمُ الْغَيْبُ وَأَلَّوْا عَلَىٰ غُرُوبِهِمْ لَمَّا هَضَمُوا خُبْرَهُمْ وَوَجَعُوا وَجْهَهُمُ الْكَاذِبَ**  
(معلوم ہونا چاہئے کہ جو اللہ کے دوست اور اس سے خاص تعلق رکھنے والے ہیں،  
ان کو خوف و غم نہ چھوگا۔)

(حسن فتح داقد)

(تشریح) اس دنیا میں خوبی و شرارت اور قرابت کی وجہ سے محبت و تعلق کا ہونا ایک ایسی  
عمومی اور فطری بات ہے جو انسانوں کے علاوہ عام جانوروں، بلکہ بندوں میں بھی موجود ہے،  
اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کی مائی ادا کرتا ہے، اس کو پیسے اور تحفے دیتا ہے تو اس میں اس  
عصن کی محبت پیدا ہو جاتا بھی، ایک ایسی فطری بات ہے جو کافروں، مشرکوں اور منافقوں کے دلوں  
میں بھی پائی جاتی ہے۔ لیکن کسی رشتہ اور قرابت کے بغیر، کسی مائی لین دین اور کسی چل  
اور تحفے کے بغیر، جس اللہ کے دین کے تعلق سے کسی سے محبت کرنا ایک ایسی پاجانی صفت ہے جسکی  
اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی قدر و قیمت ہے، اور اس کی وجہ سے بندہ اللہ تعالیٰ کا خاص محبوب و مہرب  
یعنی جاتا ہے۔ اور قیامت میں اس پر اللہ تعالیٰ کی ایسی نوازشیں ہوں گی کہ انبیاء اور شہداء  
اس پر رشک کریں گے۔

اس کا مطلب یہ سمجھا جائے کہ یہ لوگ درجہ اور مرتبہ میں انبیاء و شہداء سے افضل اور  
بلند تر ہوں گے۔۔۔۔۔ کہیں ایسا بھی ہوتا ہے کہ گم مدہجہ کے کسی آدمی کو کسی خاص دلچسپی  
حالت میں دیکھ کر اس سے اونچے درجے والوں کو بھی اس پر رشک آنے لگتا ہے۔ یہ بات عقل و منطق  
کے لحاظ سے اگرچہ بہت سوں کو مستبعد معلوم ہوگی، لیکن عاقبات کی دنیا میں کثرت ایسا ہوتا  
رہتا ہے، پہلے جو کچھ کہا گیا ہے یہ زبردستی کی تاویل نہیں ہے، بلکہ واقعی حقیقت ہے۔  
یہ بندگانی خدا جن کے مقام قرب پر انبیاء و شہداء کو رشک آنے کا۔ حدیث میں ان کا تعارف

ان الفاظ میں کر دیا گیا ہے، ۱۔ هُنَّ مَخْرُوجَاتُ آيَاتٍ مِنْ رُوحِ الْقُدُسِ - اس لفظ رُوح کو ر کے پیش کے ساتھ رُوح بھی پڑھا گیا ہے، اور رُوح کے ساتھ رُوح بھی۔ یہاں سے تو ایک دو نونوں سے نونوں میں اس سے اللہ کا روح مراد ہے، اور مطلب یہی ہے کہ یہ وہ بندگاہیں خدا ہوں گے جنہوں کو اس دنیوی زندگی میں اللہ کے دین کے تعلق سے باہم محبت و الفت کی۔۔۔۔۔ دین اس خردی زندگی کے لئے جو کامل زندگی ہے، بشر لہ رُوح کے بھی ہے، اور وہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی خاص نعمت اور رحمت بھی ہے، اور رُوح رُوح کے معنی رحمت، نعمت اور راحت کے ہیں، الغرض اس لفظ کو خواہ ر کے پیش کے ساتھ پڑھا جائے یا زبر کے ساتھ ہر حال میں مطلب ایک ہی ہوگا۔

حدیث کے آخری حصے میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ کے دین کے تعلق سے باہم محبت کو نبی کے ان بندگاہوں خدا پر اللہ تعالیٰ کا ایک خاص خاص انعام یہ ہوگا کہ قیامت کے دن جبکہ علم اللہ پر نون اور نم چھایا ہوا ہوگا، ان کے دلوں پر نون اور نم کا کوئی اثر نہ ہوگا، اور یہ بالکل مطمئن اور اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے شاداں و فرحان ہوں گے، رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ۝

اللہ کیلئے محبت کرنا اس کے قیامت کے دن عرش کے سایہ میں :-

(۱۳۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 (رَبُّكَ تَعَالَى يَخْلُقُ كَيْدًا لِقَابِكُمْ أَيْنَ التَّمَسُّكُ لَكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْتَوُونَ  
 وَأَيْنَ التَّمَسُّكُ فِي بَيْتِي يَوْمَ لَا يَمْلِكُ إِلَّا يَدِي)۔۔۔۔۔ رواہ مسلم۔

ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :- قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ارشاد فرما دیں گے کہ کہاں ہیں تم؟ وہ بندے جو میری عظمت و جلال کی وجہ سے کہیں میں الفت و محبت رکھتے تھے؟ آج جب کہ بسے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں ہے، میں اپنے ان بندوں کو اپنے

سایہ میں جگہ دوں گا۔

(صحیح مسلم)

(تشریح) اللہ تعالیٰ بخیر و بھیر ہے، کائنات کا کوئی ذرہ اس کی نگاہ سے اوجھل نہیں ہے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ میرے وہ بندے کہاں ہیں؟۔۔۔ راجل و ستھام و استفسار کے لئے نہ ہو گا، بلکہ میدانِ حشر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ کچھ بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو گی کہ ان بندگانِ خدا کی یہ قبولیت و محبوبیت ساوسے اہل حشر اور تمام اولیوں و آخرین کے سامنے ظاہر ہو جائے، اور سب میں اوردیکھ لیں کہ اللہ کے لئے محبت کرنے والوں کا مقام اور مرتبہ اللہ کے ہاں کیا ہے۔۔۔ اور حدیث میں اللہ کے سایہ سے مراد عاقلان و اس کے عرش کا سایہ ہے، جیسا کہ بعض دوسری حدیثوں میں تصریح بھی ہے۔

محبت و رفقہ قرب و معیت :-

(۱۳۲) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ بَكَاءُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ يَأْتِيهِمْ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ تَكُونُ فِي رَسُولٍ كَيْفَ قَوْمًا وَكَيْفَ لِقَوْمٍ بِهِمْ فَقَالَ أَلَمْ تَرَ مَنَ أَهْلِي

(رواه البخاری و مسلم)

(ترجمہ) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، حضور! کیا فرماتے ہیں ایسے شخص کے بارے میں جس کو ایک جماعت سے محبت ہے لیکن وہ ان کے ساتھ نہیں جو سکا؟ تو آپ نے فرمایا کہ:۔۔۔ جو آدمی جس سے محبت رکھتا ہے اسکے ساتھ ہی ہے۔ لہذا یہ کہ آخرت میں اس کے ساتھ کر دیا جائے گا۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(تشریح) سائل کا قصہ بظاہر یہ دریافت کرنا تھا کہ جو شخص اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اور شیئہ بندہ سے یا اپنی صلاح و تقویٰ کے کسی گروہ سے محبت رکھتا ہو لیکن عمل اور سیرت میں ایسا  
ان کے قدم بقدم اہل ان کے درجہ کا نہ ہو بلکہ ان سے کچھ نیچے ہو، تو اس کا انجام کیا ہوگا؟ —  
اور اس پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کا حاصل یہ ہوگا کہ یہ شخص عمل میں کچھ نیچے ہو  
کے باوجود ان پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ کر دیا جائے گا جن کے ساتھ اس کو اللہ کے لئے اور دین کے  
تعلق سے محبت تھی۔ اس سے اگلی حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں  
سوال کے الفاظ زیادہ واضح ہیں۔

(۱۳۴) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّكَ قَالَ يَا  
رَسُولَ اللَّهِ أَلَا تَرَى جَلَّ جَلْبُوتُ الْقَوْمِ وَلَا يَسْتَعِظُونَ أَنْ يَعْمَلَ  
كَعَمَلِهِمْ؟ قَالَ أَأَنْتَ يَا أَبَا ذَرٍّ مَعَ مَنْ أَجِيتَ قَالَ يَا  
أَبِي أَجِبْ اللَّهُ وَرَسُولَهُ قَالَ فَإِنَّكَ تَكُونُ مِنْ أَجِبِكُمْ قَالَ فَأَعَادَهُمَا  
أَيُّوَدَ يَرْفَعَانَهُمَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(رواہ ابو داؤد)

(ترجمہ) حضرت عبد اللہ بن صامت رضی اللہ عنہ حضرت ابو ذر غفاری  
رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ابو ذر نے رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ایک آدمی ہے  
اس کو اللہ کے خاص بندوں سے محبت ہے لیکن وہ اس سے عاجز ہے کہ  
ان کے سے عمل کر سکے (تو اس پر پکارا کہ انجام کیا ہوگا؟) رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ابو ذر! تم کو جس سے محبت ہوگی تم اسی کیساتھ  
ہو گے۔ ابو ذر نے عرض کیا، حضرت! مجھے تو اللہ اور اللہ کے رسول سے محبت ہے۔  
آپ نے ارشاد فرمایا: پس تم ان ہی کے پاس اہل ان ہی کے ساتھ رہو گے  
جن سے تم کو محبت ہے۔ یہ جواب سن کر ابو ذر نے پہراپنی بات دہرائی اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس میں پھر وہی ارشاد فرمایا پھر پہلی دفعہ  
ارشاد فرمایا تھا۔  
(سنن ابی داؤد)

(۱۴۳) كُنْ اَكْبَرُ اَنْ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَتَى الْفِتْنَةُ  
قَالَ وَيْلًا لَّكَ وَمَا اَخَذَ ذِكْرُهَا قَالِ مَا اَخَذَ ذِكْرُهَا اِلَّا اَنْ  
اُحْبِبَّ اللّٰهُ وَرَسُولَهُ كَانَ اَمْتٌ مَّعَ مَنْ اُحْبِبْتُمْ قَالَ اَنْتُمْ فِيمَا  
رَأَيْتُمُ الْمُسْلِمِيْنَ فَيَرْحَمُوْا اَشْيِيْخَ بَنِي اِسْرَائِيْلَ بِعَهْدِ قَوْمِ خَطْرِيْهَا  
(رواہ ابوالخضاری واصلہ)

(ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ: حضرت! قیامت کب آئے گی؟ آپ نے  
فرمایا:۔۔۔ ولسے رجال تو (تو قیامت کا وقت) اور بسکے آنے کی خاص گھڑی  
دریافت کرنا چاہتا ہے، بتلا (تو نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے؟)۔۔۔  
اُس نے عرض کیا:۔۔۔ میں نے اس کے لئے کوئی خاص تیاری تو نہیں کی (جو آپ کے  
سامنے ذکر کرنے کے لائق اور پھر وہ کہہ قابل ہو) (تو فرمایا) اگلی سے مجھے  
یہ ضرور نصیب ہے کہ (مجھے امت ہے اللہ سے اور اللہ کے رسول سے)۔۔۔

آپ نے فرمایا:۔۔۔ تم کو میں سے محبت ہے تو ان ہی کے ساتھ ہے اور تم کو ان کی  
محبت نصیب ہوگی۔۔۔ حدیث کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ اس حدیث کو بیان  
فرمانے کے بعد فرماتے ہیں کہ:۔۔۔ میں نے نہیں دیکھا اسلہ (نہی حضورؐ کے  
صحابہ کو) کہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد ان کو کسی چیز سے اتنی خوشی ہوئی ہو  
جتنی کہ حضورؐ کی اس بشارت سے ہوئی۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(تشریح) اسی حدیث کی ایک روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا آخری فقرہ  
اس طرح بھی نقل کیا گیا ہے:۔۔۔

ہم لوگوں کو (یعنی حضور کے صحابہ کو)	فَمَا أَفْرَحْنَا بِشَيْءٍ قَدَرْنَا بِقَوْلِهِ
کبھی کسی بات کے آئی خوشی نہیں کرتی	صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْتَ
جتنی کہ آپ کے اس رشتہ سے ہوں کہ	مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ فَأَنَا أَحِبُّ
ہاں کہ مع مَنْ أَحْبَبْتَ اِزْتَمِرُ مِنْكَ	الْمَلِئِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
محبت کرتے ہو اُنہیں گیساتھ ہوں ہیں	وَأَبَا بَكْرٍ وَخُمَيْرًا وَرَجُلَانِ
میں جو اللہ محبت رکھتا ہوں رسول اللہ	أَكْبَدُونَ مَعَهُمْ بِحَسْبِي يَا أَيُّهَا
صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ابو بکر و دیگر	قُرْبَانٍ كَمَا أَحْبَبْتَ أَعْتَمَانِي هَمْدٌ

اُردو میں دیکھتا ہوں کہ انہی اس محبت ہی کی وجہ سے مجھے ان کا ساتھ نصیب ہوگا، اگرچہ میرے سماں اُن حضرات کے سے نہیں ہیں۔  
 ناظرین کو ان حدیثوں کے متعلق دو باتیں خاص طور سے دیکھ لینی چاہئیں۔

محبت کی وجہ سے	اولیٰ ہے کہ ساتھ ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ محبت کی وجہ سے محبت ہوگی
محبت کا مطلب	کا درجہ اور تہہ بالکل ایک ہو جائے گا، اور دونوں کے ساتھ بالکل

یکساں معادہ ہوگا، بلکہ یہ ساتھ ہونا اپنے اپنے حلال اور حرام اپنے درجہ کے لحاظ سے ایسا ہی ہوگا جیسا کہ دنیا میں بھی خادم اپنے خمدوں کے ساتھ اور تاجر اپنے بیویوں کے ساتھ ہوتے ہیں اور بلاشبہ یہ بھی بہت بڑا شرف اور بہت بڑی نعمت ہے۔

محبت کیلئے	دوسری بات یہ کہ محبت کے لئے اطاعت لازم ہے، یہنا ممکن ہے کہ کسی کو
اطاعت لازم	اللہ اور اس کے رسول سے محبت ہو، اور اُن کی زندگی بغاوت اور عصیت

کی ہو پس جو لوگ آزادی اور بے فکری کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی مخالفت اور مذاکرتے ہیں وہ اگر اللہ و رسول کی محبت کا دعویٰ کریں تو بھولے ہیں، اور اگر واقعہ میں وہ خود بھی اپنے کو اہل محبت میں سے سمجھیں تو غیب فریب میں مبتلا ہیں۔ حضرت زبیر نے اپنے ہی

مذہبان محبت سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے: اور بالکل صحیح فرمایا ہے۔

تخصیص انجیل کے وقت کفار کے لیے تھا کہ انہیں ایمان لانا پڑے گا۔  
 لَوْ كَانَ مِنْكُمْ صَادِقَاتٌ لَّكُنَّ لَهُنَّ آيَاتٌ مِّمَّا يَكْتُوبُ  
 یعنی اگر تم میں سے عورتیں بھی ایمان لائیں تو ان کے لیے بھی آیتیں لکھی جاتی ہیں۔  
 دوسری بات یہ ہے کہ عقیقہ و قیاس کے لحاظ سے یہ بات بہت ہی عجیب ہے، اگر تو دعویٰ جنت  
 میں سچا ہوگا، تو اس کی فرمائش رواری کرنا کیونکہ ہر عصب اپنے محبوب کی بات میں دجالت  
 سے مانا کرتا ہے۔

بہر حال اللہ و رسول کی محبت کے لئے ان کی اطاعت لازم ہے، بلکہ حق یہ ہے کہ کامل اطاعت  
 محبت ہی سے پیدا ہوتی ہے۔

عاشق جیست بگو بندہ جاناں بودن

اور اللہ و رسول کی اطاعت کرنے والوں کو انبیاء و صدیقین کو شہداء و صحابہ کی محبت و زناہت  
 کی بشارت خود قرآن مجید میں ملی دی گئی ہے۔ ..... وَ مَن يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ  
 مَعَ الَّذِينَ أُعْطُوا الْوَعْدَ الَّذِي بَعَثْنَا فِيهِ الْمُرْسَلِينَ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ  
 وَرَسُولِهِ أُولَٰئِكَ كُتِبَ لَهُمُ السَّعَادَاتُ (النساء: ۷۰)۔

پس اس آیت اور حدیث پر بالا احادیث کے مضمون میں گویا تعبیر اور عنوان ہی کا فرق ہے  
 یہ بات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کردہ اس حدیث سے اور  
 زیادہ واضح ہو جاتی ہے، جس کو حافظ ابن کثیر نے سورہ نساء کی اس آیت کا شان نزول بیان  
 کرتے ہوئے اپنی تفسیر میں ذہن مردود اور طہرانی کی سند سے نقل کیا ہے۔ . . . حاصل  
 اس کلی ہے، کہ:-

ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ:-  
 یا رسول اللہ! مجھے اپنی بیوی، اپنی اولاد، اور اپنی مجالس کے بھی زیادہ حضور سے  
 محبت ہے، اور میرا حال یہ ہے کہ میں اپنے گھر پر ہوتا ہوں اور حضور مجھے یاد آسکتا ہے

تو اس وقت تک مجھے صبر اور قراڑ نہیں آتا جب تک صاحبزادہ جنت ہو کر ایک نظر دیکھ  
 نہ لوں، اور جب میں اپنے مرنے کا اور حضور کی وفات کا خیال کرتا ہوں تو میری  
 سوجھ میں یہ آتا ہے کہ وفات کے بعد حضور تو جنت میں پہنچ کر انبیاء علیہم السلام  
 کے ہند نظام پر پہنچا دیئے جائیں گے اور میں اگر اللہ کی رحمت سے جنت میں بھی گیا  
 تو میری رسائی اس عالی مقام تک تو ہونے سے گراہے اسے آخرت میں حضور کے  
 دیدار سے بظاہر محرومی ہی ہے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے اُن شخص کی اس بات کا کوئی جواب اپنی طرف سے نہیں دیا، یہاں تک کہ  
 سورۃ نسا کی یہ آیت نازل ہوئی :-

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ	اور جو لوگ فرماں برداری کریں اللہ کی
فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْزَلْنَا لَهُمُ	اور انہیں کے رسول کی پس وہ اللہ کے
اللَّهُ مَلَكُوتِهِمْ مِنَ الَّذِينَ أَنْزَلْنَا لَهُمُ	ان خاص مقرب بندوں کیساتھ جن کو
الْبُحْرَيْنِ وَاللَّذِينَ إِتَّخَذُوا الصُّلُبَةَ	ہیں پر اللہ کا خاص نام یعنی انبیاء
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَرَفَعْنَا لَهُمْ	عزت عظیم، شہداء اور صالحین، اور
رُحْمًا	یہ سب بڑے ہی اچھے رفیق ہوں گے۔
(سورۃ نسا)	

گویا اس آیت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس محبت صادق کو اور دوسرے تمام ان محبت  
 کو خوش خبری سنائی کہ جب تم کو سچی محبت ہے تو تم اللہ و رسول کی فرماں برداری ضرور کرو گے،  
 اور تم کو جنت میں اللہ کے خاص مقرب بندوں کی محبت اور رفیقیت بھی نصیب ہے گی۔

ہو کہ محبت کے بارے میں بہت سے لوگوں کو غلط فہمی ہوتی ہے اور وہ ناواقفی اور حکم غوی  
 کی وجہ سے محبت و اطاعت کے باہمی نزوم کو پیش نظر نہیں رکھتے، اسلئے اس موقع پر بخوشی اس  
 تفصیل ضروری سمجھی گئی۔ اَللّٰهُمَّ اِنْفِثْ اَسْحَابَكَ وَحَبِّبْ رَسُوْلَكَ وَحَبِّبْ

مَنْ يُّؤْتِيكَهَا اَجْرًا عَسَلًا لَيْسَ لَكَ مِنْ اَشْرِكٍ كُوْنِي اَوْ يَلْبِسْ رَسُوْلَكَ اَجْرًا، اور جن

بندوں کی محبت تیرے نزدیک ہمارے لئے نفع بخش ہو، ان سب کی محبت ہم کو عطا فرما۔

## دینی اخوت اور اسلامی بھدوی غمخواری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ اللہ علیہم ہیں، اور آپ کی تعلیم ساری دنیا کیلئے آپ کے لئے ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی عام مخلوق اور عام انسانوں کے ساتھ ترحم اور صبر سلوک کے بارے میں پختہ باتیں والوں کو جو ہدایات دی ہیں اور جو نصیحتیں فرمائی ہیں، ان میں سے بعض گذشتہ لہذا میں لکھنے کی جا چکی ہیں، لیکن آپ کو اللہ کا پیغمبر ہونے والی امت جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دینی نبی کے ذریعہ ایک بھدوی بنا دی گئی ہے، اور اب وہی دنیا تک اس بھدوی ہی کو نبوت کی نیابت اور نمایندگی کرنی ہے، اور یہ تب ہی ممکن ہے جبکہ امت کے مختلف افراد اور عناصر دینی اخوت یعنی محبت، مخلصانہ بھدوی وغیر خواہی اور یہ عرضاۓ خداوند کے ذریعہ ایک وحدت بنے رہیں، اولاد کے دل آپس میں بھدوی طرح جڑے رہیں، ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت میں اس پر خدا تعالیٰ کا فرمان دیا ہے۔۔۔۔۔ اس سلسلہ کے آچکے زیادہ نوار شاد است تو وہ ہیں جن کا مدعا شرت کے ابواب میں صدق ہونا زیادہ مناسب ہوگا، لیکن دو ایک حدیثوں کی جہاں "اخلاق کے سلسلہ ہی میں صدق کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔"

مسلمانوں میں باہم کیسی محبت و مودت اور کیسا تعلق ہونا چاہئے۔

(۱۳۵) هَيِّتِ الشُّعْرَانَ بِنَا بِنُوَيْرِ كَأَنَّكَ رَسُوْلُ اللهِ مَعَكَ اللهُ تَكَلِّمُهُ  
وَسَكْرَةُ نَفْسِكَ أَهْوَى مِنْهُنَّ لِي كَذَا خَيْرٌ مِنْهُ وَكَوَا حَيْمَرٌ وَتَعَاظِفُهُمْ  
كَوَيْلِ الْجَمَلِ (۱) الشُّعْرَانُ كَمَا أَهْوَى كَذَا سَائِرُ الْجَمَلِ بِالشُّعْرَانِ  
وَالشُّعْرَانِ

معاذ الجنان، ص ۱۰۰۔

(ترجمہ) حضرت نعمان بن شیبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درشا فرمایا کہ: ایمان والوں کو باہم ایک دوسرے پر رحم کھانے، محبت کرنے اور شفقت دہرانی کرنے میں تم جسم انسانی کی طرح دیکھو گے کہ جب ہیکلے کسی ایک عضو کو کٹی ٹھیکر ہوتی ہے تو جسم کے باقی سارے اعضاء بھی بھار اور بے خوابی میں اس کے شریک حال ہو جاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ جو ایمان لائے وہ ان میں باہم ایسی محبت و موافقت، ایسی چہرہ دہی اور ایسا دلنی تعلق ہونا چاہئے کہ دیکھنے والی ہر آنکھ دن کو اس حال میں دیکھے کہ اگر ان میں کوئی ایک کسی مصیبت میں مبتلا ہو، تو سب اس کو اپنی مصیبت سمجھیں، اور سب اس کی فکر و توجہ میں شریک ہوں۔ اور اگر ایمان کے دھوئے کے باوجود یہ بات نہیں ہے تو کچھ لینا چاہئے کہ حقیقی اور کامل ایمان نصیب نہیں ہے۔ ایمان والوں کی ایسی صفات قرآن مجید میں  
 وَصَلَاتُهُمْ يُخَفِّضُهُمْ لِكَلِمَاتِهِمْ أَذْفَعًا مَّا يُبْدُونَ لَكَ إِيمَانًا بِأَنفُسِهِمْ لَا يَرْغَبُونَ بِالتَّحْقِيقِ ۚ

(۱۳۹) اِنَّ اِيْمَانًا تُوَسَّوِيْ بِهٖ اَللّٰهُ عَلٰى رُوْسُلِهٖ وَاَنَّ اَللّٰهُ عَلٰى رُوْسُلِهٖ وَاَنَّ اَللّٰهُ عَلٰى رُوْسُلِهٖ وَاَنَّ اَللّٰهُ عَلٰى رُوْسُلِهٖ  
 اَنَّ اَللّٰهُ عَلٰى رُوْسُلِهٖ وَاَنَّ اَللّٰهُ عَلٰى رُوْسُلِهٖ  
 اَنَّ اَللّٰهُ عَلٰى رُوْسُلِهٖ وَاَنَّ اَللّٰهُ عَلٰى رُوْسُلِهٖ

(ترجمہ) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ: ایمان والوں کا تعلق دوسرے ایمان والوں سے ایک عضو و عمارت کے اجزا و کاسا ہونا چاہئے کہ جب باہم ایک دوسرے کی عضو علی کاٹتے ہوتے ہیں اور ان کے ٹوٹے روہتے سے عمارت کھڑی رہتی ہے یا پھوٹنے والی ایمان والوں کے اس باہمی تعلق کا ثبوت دیکھانے کے لئے ہا پتے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالیں اور وہ تپا یا کہ مسلیوں کو اس طرح باہم ہی کر ایک ایسی مضبوط دیوار بن جانا چاہئے جس کی اینٹیں باہم

یہ وقت اور ایک دوسرے سے جڑی جڑی ہوں اہل کعبہ میں ان میں کوئی خلا نہ ہو۔  
(بخاری و مسلم)

### باہم نفرت خداوت بعض خد اور بدگمانی و شامت میں خیرہ کی ممانعت۔

مندرجہ بالا حدیثوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح مسلمانوں کو باہم محبت اور  
بہرہ دہی کا پرتاؤ کرنے اور ایک دوسرے سے نفرت سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے، اسی طرح اسکے خلائق و پیرو  
کرنے، مثلاً ایک دوسرے کے ساتھ بدگمانی رکھنے، بدگمانی کرنے، بے تعلق رہنے، داس کی صحبت  
پر غور نہ ہونے، اس کو اپنا ہونچانے اور حسد یا کینہ رکھنے کی سنت غرضت اور تنہائی تاکیدوں کیساتھ  
ممانعت فرمائی ہے۔ ————— اس سلسلے کے آپ کے چند اور شواہد یہ ہیں۔۔۔

(بخاری ۱۱۳۱) عَنْ أَبِي طَلْحَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
رَبُّكَ أَكْرَهُ وَالظُّلْمَ فَإِنَّ الظُّلْمَ أَكْرَبُ مِنَ الْخَيْبِ يَوْمَ وَلَا تَهْتَبُوا سُبُوحًا وَلَا  
تَهْتَبُوا سُبُوحًا وَلَا تَهْتَبُوا سُبُوحًا وَلَا تَهْتَبُوا سُبُوحًا وَلَا تَهْتَبُوا سُبُوحًا وَلَا تَهْتَبُوا  
سُبُوحًا وَلَا تَهْتَبُوا سُبُوحًا وَلَا تَهْتَبُوا سُبُوحًا وَلَا تَهْتَبُوا سُبُوحًا وَلَا تَهْتَبُوا سُبُوحًا  
وَأَكْرَهُوا هَذَا أَكْرَهُوا هَذَا

(نور محمد) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ تم دوسروں کے تعلق بدگمانی سے بچو کیونکہ تم کو  
سب سے بھونٹی بات ہے تم کسی کی گزروں کی ٹوہ میں نہ را کرو، اور جاسوسوں کی  
طرح را ز وارانہ طریقے سے کسی کے عیب معلوم کرنے کی کوشش میں نہ کیا کرو، اور  
نہ ایک دوسرے پر بڑھنے کی بیجا بوس کرو، نہ آپس میں حسد کرو، نہ بعض کا کینہ رکھو  
اور نہ ایک دوسرے سے تمنا بھرو، بلکہ اس اللہ کے بندو اللہ کے حکم کے مطابق  
بھائی بھائی بن کر ہو۔  
(بخاری و مسلم)

(تفسیر) اس حدیث میں جن چیزوں سے ممانعت فرمائی گئی ہے ان میں سب سے پہلے



سویٹ کے آغوش میں جو فرمایا گیا ہے، اسے اللہ کے بندو ایمانی بھائی چوکریج سے اس پر اثر کیا کہ جہلم اپنے دلوں اور سینوں کو نفرت و عداوت پیدا کرنے والی ان بری عادتوں سے مرافقہ کو گے تب ہی تم آجس میں ایمانی بھائی بن کر رہ سکو گے۔

(۱۳۸) یعنی اپنی عزتوں کا حال جان رہی تھی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 انبیاء انھو المشایخ یظاہرہم فی الجہلم کہ وہ کچھ عیب و تقصیر  
 ہوتا تھا۔ کہ تیسیراً لانی صند ریح کونک یونکر۔ یعنی تیسیراً  
 من الشیران یجھون انہا المشیخ علی المشیخ علی المشیخ و غیرہ  
 کہ الہ و غیرہ۔

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، اس پر کوئی ظلم نہ کیا جائے  
 نہ کرے اور جب وہ اس کی مدد و اعانت کا محتاج ہو تو اس کی مدد کرے، اللہ اس کو  
 سب سے دوسرے سے چھوڑے، اور اس کو خیر سے بھلے، اور نہ اس کے ساتھ حقارت کا برتاؤ کرے  
 کیا تمہارے کہ اس کے دل میں تقویٰ ہو، جس کی وجہ سے وہ اللہ کے نزدیک ترمیم و ترمیم  
 بہر آپ نے تین بار اپنے سینہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ، تقویٰ  
 یہاں ہوتا ہے (اور اس کے کہ تم کس کو جس کے ظاہری حال سے معلوم کر لو، اور  
 اپنے دل کی تقویٰ کی وجہ سے وہ اللہ کے نزدیک محترم ہو سکتے، کبھی مسلمان کو خیر  
 نہ چھوڑا، اس کے برابر ہونے کے لئے امتنا ہی کافی ہے، کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو خیر  
 بھے، اور اس کے ساتھ حقارت سے پیش آئے، مسلمان کی ہر چیز دوسرے مسلمان کیلئے  
 قابل احترام ہے، اس کا خون، اس کا مال، اس کی آبرو (کیلئے ناقص اس کا  
 خون گرا، اس کا مال لینا، اور اس کی آبرو ریزی کرنا، یہ سب حرام ہیں)۔

در صحیح مسلم

(تشریح) اس حدیث میں ہر مسلمان پر ہے کہ دو حکم مسلمان بھائی کا ایک یہ حق نہیں بتایا گیا کہ جب وہ اس کی مدد کا محتاج ہو تو یہ اس کی مدد کرے لیکن یہ اسی صورت میں ہے جبکہ وہ حق پر ہو اور مظلوم ہو۔۔۔ ایک دوسری حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ: تم باہر جانے اگر مظلوم ہو تو اس کی مدد کرو اور اگر ظالم ہو تو اس کو ظلم سے روکو، اس کو ظلم سے روکنے میں اس کی مدد کرنا ہے۔

**ایمان والے بندوں کو ستانے والوں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت تمییز :-**

(۱۳۹) عَنْ ابْنِ حَنْظَلَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ أَحْبَبَنِي بِمَا أُحِبُّ وَلَا أَحْبَبْتَنِي بِمَا أُحِبُّ لَيْسَ بِلِصَّامٍ وَلَا مُعْبِقٍ وَلَا يَكْتُمُ أَمْرِي وَلَا يَسْتَعِينُنِي وَلَا يَمْشِي بِي وَلَا يَتَذَكَّرُ بِمَوْلَانِي وَلَا يُؤَدِّعُنِي وَلَا يُعْتَفِرُ عَنِّي وَلَا يُبَشِّرُنِي بِمَا أُحِبُّ وَلَا يَكْفُرُ بِي وَلَا يَكْفُرُ بِلِصَّامِي وَلَا يَكْفُرُ بِمُعْبِقِي وَلَا يَكْفُرُ بِمَكْتُمِي وَلَا يَكْفُرُ بِمَمْسُوقِي وَلَا يَكْفُرُ بِمَلْجُوعِي وَلَا يَكْفُرُ بِمُسْتَضْعَفِي وَلَا يَكْفُرُ بِمُسْتَكْبَرِي وَلَا يَكْفُرُ بِمُسْتَضْعَفِي وَلَا يَكْفُرُ بِمُسْتَكْبَرِي وَلَا يَكْفُرُ بِمُسْتَضْعَفِي وَلَا يَكْفُرُ بِمُسْتَكْبَرِي وَلَا يَكْفُرُ بِمُسْتَضْعَفِي وَلَا يَكْفُرُ بِمُسْتَكْبَرِي

(ترجمہ) حضرت عبدالعزیز عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔۔۔ اے وہ لوگو جو زبان سے اسلام لائے ہو اور ان کے دلوں میں ابھی ایمان پوری طرح آنا نہیں ہے مسلمان بندوں کو ستانے سے اور ان کو جارولانے اور شرمندہ کرنے اور ان کے پیچھے ہونے کی وجہ سے یا رزق سے یا زکوٰۃ سے یا اللہ کا قانون ہے کہ جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کے پیچھے پیچھے ٹھہرے گا اور اس کو رسوا کرنا چاہے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کے پیچھے پیچھے ٹھہرے گا، اور جس کے پیچھے اللہ تعالیٰ ٹھہرے گا، وہ اس کو ضرور کا کہے گا اور وہ رسوا ہو کر رہے گا) اگرچہ اپنے گھورے گناہ والی ہو۔

(تشریح) جب تحقیق ہاں کسی کے دل میں اتر جاتا ہے تو اس کا قدرتی تجربہ ہوتا ہے کہ آدمی پر اپنے انجام کی فکر غالب ہو جاتی ہے، اور وہ اللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق کے بارے میں متناظر ہو جاتا ہے، خاص کر اللہ کے جو بندے ہیں ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق بڑھانے پر ان کے بارے میں اور بھی زیادہ غماظ ہو جاتا ہے، ان کو ستانے ماننے کا دل دکھانے، ان کی گھلی بڑائیوں کا ذکر کر کے ان کو شرمندہ کرنے، اور ان کی زندگی کے پیچھے ہونے کو، وہ پہلوؤں کی توجہ لگانے سے باز رہتا ہے لیکن اگر دل میں ایمان کی تحقیقت نہ آتی ہو اور صرف زبان سے اسلام کی باتیں ہوں، تو آدمی کا دل اس کے برعکس ہوتا ہے، وہ اپنی فکر کے بجائے دوسروں کے عیب ڈھونڈتا ہے، خاص کر اللہ کے ان بندوں کے پیچھے پڑتا ہے، جو اللہ کے ساتھ ایمان اور عبادت کا تعلق قائم کر چکے ہوتے ہیں، ان کو لوگوں کی نظروں سے گھرانے چاہتا ہے، ان کی غلطیوں کی تشہیر کرتا ہے، ان کو بدنام اور ذلیل کرنا چاہتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں ایسے لوگوں کو آگاہ کیا ہے کہ وہ اس حرکت کا آثار اللہ کے ایمان والے بندوں کو بدنام کرنے اور ان کے مقام کو گرانے اور ان کے پیچھے ہونے کو وہ پہلوؤں کو اچھا لینے کے خشک کو ترک کریں، اور نہ آخرت سے پہلے اس دنیا میں بھی وہ تڑپنے کے جائیں گے، نہ وہ دولت و رسوائی کی داد ان پر ضرور پڑے گی، مگر ان فرض دولت و رسوائی سے پہلے کے لئے وہ غافل نہیں ہوں گے، یہی بیشیں گے، تو انسان کو ان کے گھر کی چار دیواری میں رہنا کہے گا۔

ہوں خدا خواہ کر پڑے کس درد  
میلش اندر طعشہ پا کالی برد

خسہ کے بائیسے میں خاصا اقبلا و۔۔

(۱۵۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا كُفْرَ  
وَيَا كُفْرَكَ يَا كُفْرَكَ

(رواه ابوداؤد)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت

کہتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔۔۔۔۔ تم سجد کے مریض سے بہت بڑے سجد  
آدمی کی نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

(منہن ابی داؤد)

(تشریح) تبرہ میں شامل ہے کہ جن کے دل میں سجد کی آگ بھڑکتی ہے وہ اسی کے  
وہ رہ رہتا ہے کہ جس کی خوشحالی پر اس کو سجد ہے کسی طرح اس کو کوئی نقصان پہنچتا ہے اس کے  
بے آگہ و کسبے پھر اگر کچھ نہیں نہیں چلتا تو اس کی نصیبت ہی لگ کر کے دل کی آگ بجھانا چاہتا ہے  
اور جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری حدیثوں سے معلوم ہوا ہے اس کا کم از کم یہ  
نتیجہ تو ضرور ہی ہوگا کہ قیامت میں اس نصیبت کو نہ والے سجد کی نیکیاں اس کو دیندے کو  
دلا دی جائیں گی۔۔۔۔۔ نیکیوں کو سجد کے کھا جانے کی یہ آگمان تو جیہ ہے۔

(۱۵۱) عَنْ النَّبِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
ذَكَرَ إِلَيْكُمْ إِذَا أَحْمَسْتُمْ قَدْ كَفَرْتُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَدْرُونَ مَا كَفَرْتُمْ  
لَا أَقُولُ بِمَخْلُوقِ النَّاسِ لَكِنْ أَقُولُ بِاللَّيْلِ

(رواہ احمد و ابی داؤد)

(ترجمہ) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا کہ۔۔۔ آگلی راتوں کی تمنا کی بیماری یعنی سجد و بعض بیماریوں کی طرح چلنی  
آتی ہے یہ بالکل مٹایا کر دینے والے اور موٹا کر دینے والے ہے (پھر انہیں سجد  
دراستہ کرتے ہوئے اپنے فرمایا) میرے اس کلمے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ بالوں کو  
موٹا کرنے والی ہے بلکہ یہ موٹائی ہے اور بالکل مٹایا کر دیتی ہے دین کا۔

(مسند احمد و جامع ترمذی)

(تشریح) صحابہ کرام کے متعلق اللہ علیہم و آلہم و سلم کی یہ شہادت قرآن مجید میں مختلف ہے کہ  
وہ ایک دو حکم پر شفیق اور مہربان ہیں "رَحِيمًا رَحِيمًا"۔۔۔۔۔ دوسری جگہ فرمایا گیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ کے خاص کلمے ہوں گے، ان کے دل ملا رہے ہیں، ان کو روٹی پلٹنے بھگڑوں کو بالکل بھلا کر آپس میں بھائی بھائی ہو گئے ہیں۔

فَاَلْقَتْ بِرَءْدِهَا فَاُولٰٓئِكَ لَا يَصْعَقُوْنَ  
 (شق ۱۸۰ - آل عمران - ۷۸)

ایک اور جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نما طلب کر کے فرمایا گیا ہے کہ اللہ کا خاص نام ہے، مگر آجسے تم پر ایمان لانے والوں کے دل ملا دیئے ہیں، اگر تم اس مقصد کے لئے دنیا کی ساری دولت اور سارے خزانے بھی خرچ کر ڈالو گے تو بھی ان کے دلوں میں الفت و محبت پیدا نہ کر سکو گے۔

فَاَلْقَتْ بِرَءْدِهَا فَاُولٰٓئِكَ لَا يَصْعَقُوْنَ  
 (الغالب - ۷۸)

یہ سوال قرآن مجید کی ان واضح شہادتوں سے معلوم ہوا کہ جہاں تک صحابہ کرام کو ملا تعلق ہے ان کے دل ایک دو سنگھار کی جست و الفت سے بھر دیئے گئے تھے، اور ان میں باہم بغض و حسد کا نام و نشان بھی نہ تھا، پہلے اس حدیث کو دیکھ لیں کہ:

فَاَلْقَتْ بِرَءْدِهَا فَاُولٰٓئِكَ لَا يَصْعَقُوْنَ  
 (شق ۱۸۰ - آل عمران - ۷۸)

یہ آیت قرآنی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ منکشف ہوئی، اور آپ نے اس کو اس آیت قرآنی سے خبردار کیا اور فرمایا کہ بغض و حسد کی جس ملک بیاری نے اگلی جست ہی استوں کو پھینکا، اس کو برباد کیا ہے، وہ میری جست کی طرف بھی چلی آ رہی ہے، لہذا اللہ کے ہند سے جو شیادیں آ رہی ہیں، ان سے اپنی جان بچانے والوں سے سینوں کی حفاظت کی فکر کریں۔

### بغض اور کینہ کی جست :-

(۱۱۵۲) عَنْ اَبِي مُرَّةٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 بَغْضُ مَنْ بَغَضَ اللّٰهَ فِي كَلْبٍ جَمَعَتْهُ مِثْرًا ثَلَاثِينَ نَهْمًا اَوْ ثَلَاثِينَ  
 نَهْمًا اَوْ ثَلَاثِينَ نَهْمًا يَمُوتُ بِمِثْرِ ثَلَاثِينَ نَهْمًا اَوْ ثَلَاثِينَ نَهْمًا

كَيْفَ يَأْتِيهِمْ فَهَمَّتْ بِمَا قَالَتْ كَمَا هَذَا مِنْ كَيْفَ يَقِينًا

(درود صلی)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر ہفتے میں دو دن روشنیہ اور پختہ بندہ کو لوگوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں تو ہر بندہ لوگوں کی صفائی کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ سوائے ان دو آدمیوں کے جو ایک دوسرے سے کینہ رکھتے ہوں، پس ان کے بارے میں حکم دیا جاتا ہے کہ ان دونوں کو پھوٹے رکھو (یعنی ان کی صفائی نہ لکھو) جب تک کہ ہر آپس کے اس کینہ اور باہم دشمنی سے باز نہ آویں اور دونوں کو صاف نہ کر لیں۔ (صحیح مسلم)

(تشریح) اس حدیث کی تشریح ایک دوسری روایت سے ہوتی ہے جس کو امام شافعی نے ترقیب و تزییب میں اور سلطان کے عہد سے نقل کیا ہے، اس میں فرمایا گیا ہے کہ: ہر روز شنبہ اور پختہ بندہ کو لوگوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں، تو جس نے اللہ سے بخشش اور عافیت مانگی ہوتی ہے اس کو عافیت دی جاتی ہے، اور جس نے توبہ کی ہوتی ہے اس کی توبہ قبول کی جاتی ہے، لیکن باہم کینہ رکھنے والوں کے اعمال ان کے کینہ کے سبب اڑا دیئے جاتے ہیں، یعنی ان کی صفائی اٹھانے کی قبولیت کا فیصلہ ہی نہیں کیا جاتا، جب تک کہ وہ اس سے باز نہ آئیں۔

اس ضمنوں کی چند اور حدیثیں بھی ہیں، ان سب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس مسلمان کے دل میں دوسرے مسلمان بھائی کے لئے کینہ ہوگا جب تک کہ وہ اس کینہ سے اپنے دل اور سینے کو نکال دے، تو کہے، اس وقت تک وہ اللہ کی رحمت و مغفرت کا مستحق نہ ہوگا۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ۔

شہادت کی سزا۔

(۵۳) عَنْ كَاتِبَةَ بْنِ أَسْحَدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْكُمْ وَعَلَيْكُمْ كَمَا فَتَحَ حَيْبُ الشَّمَاكَةِ بِأَخِيذِهِ فَوَيْحًا فِئْوَالَهُ وَمَنْ يَنْتَلِيهِ

(رواد الترمذی)

(ترجمہ) حضرت ابوالمہاجر الاصفہانی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے کسی بھائی کی صحبت پر خوشی کا اظہار مت کرو ورنہ گریبا کر لو گے تو ہو سکتا ہے کہ اللہ اس کو اس صحبت سے نجات دے دے اور تم کو جلا کر دے۔

(جامع ترمذی)

(تفسیر صحیح) جب دو آدمیوں میں اختلاف پیدا ہوتا ہے اور وہ ترقی کر کے دشمنی اور حسد کی حد تک پہنچ جاتا ہے تو یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک کے قتل کے منصوبے صحبت ہونے سے دوسرے کو خوشی ہوتی ہے اس کو شامت کہتے ہیں۔ حسد اور بغض کی طرح یہ خبیث حادثہ بھی اللہ تعالیٰ کو سخت ناگوار کرنے والی ہے اور اللہ تعالیٰ بسا اوقات دنیا ہی میں اس کی سزا اس طرح دیدیتے ہیں کہ صحبت کو صحبت سے نجات دے کے اس پر خوش ہونے والے کو جلا دے صحبت کر دیتے ہیں۔

## نرم مزاجی اور درشت خوئی :-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاق کے سلسلہ میں جن باتوں پر خاص طور سے زور دیا ہے اور آپ کی اخلاقی تعلیم میں جن کو خاص اہمیت حاصل ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آدمی کو چاہئے کہ وہ لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آئے اور درشتی اور عصبی کارویہ اختیار نہ کرے اس سلسلہ کے آپ کے چند ارشادات یہاں پڑھئے :-

(۱۵۳) عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

قَالَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى كَرِيمٌ يَجْتَمِعُ الرِّفْقُ وَيَتَفَرَّقُ وَيُفْضِلُ عَلَى الرِّفْقِ

مَا لَا يُفْضِلُ عَلَى الْعُتْمِ وَمَا لَا يُفْضِلُ عَلَى مَا سِوَاهِ

(رواد مسلم)

(مترجم) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ خود ہر مان ہے (نری اور ہر مانی کرنا اس کی ذاتی صفت ہے) اور نری اور ہر مانی کرنا اس کو محبوب بھی ہے (یعنی اس کو یہ بات پسند ہے کہ اسکے بندہ اس کی آغوش میں نری اور ہر مانی کا برتاؤ کریں اور نری ہے وہ استاد بنانا ہے جتنا کہ خوشی اور سختی پر نہیں دیتا اور جتنا کہ نری کے ماسوا کسی چیز پر بھی نہیں دیتا۔)

(صحیح مسلم)

(تفسیر صحیح) بعض لوگ اپنے مزاج اور معاملہ اور برتاؤ میں سخت ہوتے ہیں اور بعض لوگ نرم اور ہر مان، اور نا آشنا یا بن تحقیقت سمجھتے ہیں کہ سخت گیری سے آدمی وہ حاصل کر لیتا ہے جو نری سے حاصل نہیں کر سکتا، گویا ایسے لوگوں کے خیال میں سخت گیری کا برابری کا وسیلہ اور مفاد میں کامیابی کی گنجی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد میں اس غلط خیال کی بھی اصلاح فرمائی ہے۔

سب سے پہلے تو آپ نے نرم خوئی کی عظمت اور رحمت پر بیان فرمائی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے، اسکے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ محبوب ہے کہ اسکے بندوں کا پاہی معاملہ اور برتاؤ بھی نری کا ہو۔ پھر آخر میں آپ نے فرمایا کہ مفاد کا پورا ہونا نہ ہونا، اور کسی چیز کا ملنا نہ ملنا تو اللہ تعالیٰ ہی کی مشیت پر موقوف ہے، وہی کہ ہوتا ہے، اسی کے فیصلہ اور اسی کی مشیت سے ہوتا ہے اور اس کا قانون یہ ہے کہ وہ نری پر اس قدر دیتا ہے جس قدر کہ سختی پر نہیں دیتا، بلکہ نری کے علاوہ کسی چیز پر بھی اللہ تعالیٰ دیتا نہیں دیتا جتنا کہ نری پر دیتا ہے، اسکے اپنے منافع اور اصلاح کے نقطہ نظر سے بھی اپنے تعلقات اور معاملات میں آدمی کو نری اور ہر مانی ہی کا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ دوسرے لفظوں میں اسی کو یوں کہہ لیجئے کہ جو شخص چاہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی ہر مان ہو اور اسکے کام پورے کرے، اس کو چاہئے کہ وہ دوسروں کے حق میں ہر مان ہو اور اسی کے لئے سخت گیری کے نری کو اپنا اصول اور خاطر بنائے۔

(۱۵۵) عَنْ جُرَيْجٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ  
يُحِبُّ مِرَالِيقِي يُحِبُّ مِرَالِيقِي  
..... رواه مسلم

(ترجمہ) حضرت جریر سے روایت ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سے روایت  
کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، جو آدمی نرمی کی صفت سے محروم نہ ہوگا، وہ میرے  
نمبر سے محروم نہ ہوگا۔  
(صحیح مسلم)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ نرمی کی صفت آدمی نرمی خیر ہے اور اس کا جو اثر ملتا ہے  
کہ جو اس سے محروم رہا، گویا وہ اجماعی اور جملاتی سے بیکسر محروم اور خالی ہوتے رہے گا۔  
کہ انسان کی اکثر اجماعیوں اور جملاتیوں کی بنیاد اور ان کا سرچشمہ جو کہ اس کا محروم مزاجی ہے  
لہذا جو شخص اس سے محروم رہا، وہ ہر قسم کے خیر اور اجماعی اور جملاتی سے محروم رہے گا۔

(۱۵۶) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مَنْ أَحْبَبَ حُطْلَةَ مِنْ الرِّقَاقِ أَحْبَبَ حُطْلَةَ مِنْ خَيْرِ النَّبِيَا  
فَكَانَ خَيْرًا وَمَنْ حُبِرَ حُطْلَةَ مِنْ الرِّقَاقِ حُبِرَ حُطْلَةَ مِنْ  
خَيْرِ النَّبِيَا فَكَانَ خَيْرًا  
..... رواه البغوي في شرح السنة

(ترجمہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نرمی کی صفت کا  
ایسا حصہ مل گیا اس کو دنیا اور آخرت کے خیر میں سے حصہ مل گیا، اور جس کو نرمی  
نصیب نہیں ہوئی، وہ دنیا اور آخرت میں خیر کے حصے سے محروم رہا۔

(۱۵۷) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
كَانَ بَيْنِي وَاللَّهِ يَا أَهْلَ بَيْتِي رِقَاعًا لَا تَقْعَعُونَ وَلَا يَجْرُونَ مَعَكُمْ  
بِأَنَّكُمْ كُفْرًا  
..... رواه البغوي في شرح السنة

(ترجمہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ نہیں ہوا وہ کرتا اللہ تعالیٰ کسی گھر کے لوگوں کے لئے  
نرہی کی صفت عطا کرنے کا، اگر ان کو نفع پہنچاتا ہے، اسکے ذریعہ اور نہیں ضرور  
کرتا کسی گھر کے لوگوں کو نرہی کی صفت سے، اگر یہ کہ ضرور پہنچاتا ہے ان کو۔  
(شعب الایمان للسیوطی)

(تفسیر صحیح) مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ عام صفت اور اس کا کلی قانون ہے کہ جس  
گھر کے لوگوں کو وہ نرہی کی صفت عطا فرماتا ہے ان کے لئے یہ نرہی بہت سی منتقلی اور برکتوں کا  
ذریعہ بنتی ہے، اور جن لوگوں کو وہ اس اجنبی صفت سے محروم رکھتا ہے ان کے لئے یہ محرومی بہت سی  
نقصانات اور بہت سی زحمتوں کا سبب بنتی ہے۔

انسان کی نصلتوں میں نرہی اور منتی کی یہ خصوصیت ہے کہ ان کے استغناء کا دائرہ بہت  
تیارہ و پست ہے، یہیں شخص کے مزاج اور رویہ میں منتی ہوگی وہ اپنے گھر والوں، بیوی بچوں، عزیزوں  
قریبوں کے لئے نعمت ہوگا، بڑوسیوں کے حق میں سخت ہوگا، اگر شاد ہے تو شادگوں کے حق میں  
سخت ہوگا، اس طرح اگر حاکم اور افسر ہے تو محکوموں اور مائتوں کے حق میں سخت ہوگا، غرض کہ  
زندگی میں جہاں اور جہاں سے اس کا واسطہ پڑے گا ان کے ساتھ اس کا رویہ سخت ہوگا،  
اور اس کا نتیجہ ہوگا کہ اس کی زندگی خود اس کے لئے اور اس سے تعلق رکھنے والوں کے لئے منتقلی  
عذاب ہوگی۔۔۔۔۔ اور اسکے برعکس جس بندہ کے مزاج اور رویہ میں نرہی ہوگی وہ گھر والوں،  
بڑوسیوں، افسروں، مائتوں، شاگردوں، استادوں، اپنی بیگانوں، غرض کہ سب کے ساتھ نرم ہوگا  
اور اس کا نتیجہ ہوگا کہ اس نرہی کی بدولت وہ خود بھی راحت سے رہے گا، اور دوسروں کیلئے  
بھی راحت اور سکون کا باعث ہوگا، پھر یہ نرہی باہم رحمت و مودت پیدا کرے گی اور اکرام و احترام  
اور غیر خواہی کے جزایات کو اچھا بنے گی، اور اسکے برعکس روشت مزاجی اور زندہ خون والوں میں  
بغض و عداوت پیدا کرے گی، اور حسد و برائی اور جنگ و جدل کے توسل بنڈا تک کو بھڑکانے کی  
سختی اور نرہی کے نتیجہ وہ دنیوی نتائج میں بھی کامیاب نہ رہتا ہے، اور نرہی کی بدولت



شرح حدیث کے اسی سلسلہ میں بار بار ذکر کیا جا چکا ہے کہ قرآن مجید کے نصوص اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلسل تعلیم و تربیت سے صحابہ کرام کے ذہن میں چونکہ یہ بات پوری طرح رہنمائی ہو چکی تھی اور وہ ان کی صرف ضروری درجہ کی بھی واقفیت رکھنے والا ہر شخص کچھ بھی اتنی بات جانتا ہے) کہ اس قسم کی بشارتوں کا تعلق صرف ان ہی لوگوں سے ہے جو ایمان رکھتے ہوں اور وہیں کے لازمی مطالبات ادا کرتے ہوں، اس لئے اس قسم کی بشارتوں کی قضا محض اس شرط کو الحاظ میں ذکر نہیں کیا جاتا۔۔۔۔۔ (اور بشارت کے موضوع کیلئے یہی شرط ہے)۔۔۔۔۔ لیکن ذہنوں میں یہ شرط ملحوظ اور محفوظ رہنی چاہئے، یہ ایک سادہ ایمانی حقیقت ہے کہ ایمان کے بغیر اللہ کے یہاں اعمال اور اخلاق کی کوئی قیمت نہیں۔

(۱۹ھ) عَنْ حَارِثِ بْنِ زُهَيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَكُونُ شَرُّ الْجَنَّةِ الْجَوَاظُ وَالْأَجْعُ مَطْوِيًّا

(رواہ ابوداؤد)

(ترجمہ) حارث بن زہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔۔۔ سخت گناہ اور درشت خو آدمی جنت میں نہیں جاسکے گا۔

(ابوداؤد)

(تشریح) حدیثوں میں کبھی کبھی کسی برے عمل یا بری عادت کی بڑائی بیان کرنے کے لئے اور لوگوں کو اس سے بچانے کے لئے یہ انداز بیان بھی اختیار کیا جاتا ہے کہ "اس عمل یا عادت والا آدمی جنت میں نہ جاسکے گا" اور مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ عمل اور یہ عادت شراب ایمان کے خلاف اور جنت کے راستہ میں رکاوٹ بننے والی ہے، اس لئے جنت کے طلب گار اپنی ایمان کو اس پورے اہتمام سے بچانا چاہئے۔

حارث بن زہیب کی اس حدیث کا مقصد یہی ہے کہ سخت گونہ اور درشت خوئی ایمان کے خلاف اور جنت کا راستہ روکنے والی نہایت مخوس عادتیں ہیں جو کسی مسلمان میں نہ ہونی چاہئیں۔

اور ان ناپاک عادتوں والے لوگ سچے مومنین کی طرح اور ان کے ساتھ جنت میں جا سکیں گے۔

### رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم مزاجی :-

(۱۶۰) عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ مِنْكَ الْمَكْرِبُ حَتَّىٰ جَاءَكَ اللَّهُ حَلِيفَةً وَكَانَتْ  
تَحْتُو بَيْنَهُمَا بِالْمَكْرِ بِنَدْوَةٍ وَأَنَّ أَشَدَّ حُرِّكَتَيْهِ كُلَّ أَحْسَرَىٰ كَمَا يَتَمَتَّعُونَ  
صَاحِبِي أَنْ يَكُونَتْ حَلِيفَةً مَا كَانَ لِي فِيهَا أَمْرٌ نَكَظًا وَمَا كَانَ لِي لَيْتٌ  
فَعَلْتُ هَلَاكَ الْوَالِدَا فَفَعَلْتُ هَذَا۔

(ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں ہجرت میں  
دس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا، اور میں تو عمر لوکا تھا اس لیے  
میرے ہر کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے بالکل مطابق نہیں ہوتا تھا،  
یعنی تو عمری کی وجہ سے بہت سی کوتاہیاں بھی ہوتی تھیں، لیکن اس مسئلہ  
کی اس قدر میں بھی آپ نے اٹک نہ کی تھی، اور نہ کسی چیز پر باک  
تم نے یہ کیوں کیا، یا کیوں نہیں کیا۔

(تشریح) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو  
اس وقت حضرت انس کی عمر تقریباً دس سال کی تھی، ان کی والدہ ماجدہ شہداء نے ان کو مستظل رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دیکھ دیا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری روز حج  
تک یہ آپ کی خدمت میں رہے، ان ہی کا بیان ہے کہ تو عمری اور لوگوں کی وجہ سے آپ کے  
کاموں میں مجھ سے بہت سی کوتاہیاں بھی ہوتی تھیں، لیکن میں آپ کے مجھے کسی غلطی اور قصور  
آٹک نہ نہیں کیا، اور مجھ پر غصہ نہیں فرمایا۔ بلاشبہ یہ بہت بڑی اور بہت مشکل  
بات ہے، لیکن ہم امتیوں کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ ہی ہے، اللہ تعالیٰ  
اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نرم مزاجی اور بردباری کا کوئی حصہ ہم کو بھی نصیب فرمائے۔

علم و بردباری یعنی غصہ نہ کرنا اور غصہ کو پی جانا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو جن اخلاق کی تاکید و اہتمام کے ساتھ تعلیم دی ہے ان میں سے ایک علم و بردباری بھی ہے۔

(۱۶۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَكَيْفَ أَوْرَعِي قَالَ كَمَا كَفَّيْتُمْ كُنْزَ دَاوُدَ إِذَا قَالَ لَا  
كَفَّيْتُمْ

رواہ البخاری

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ برص حضرت: مجھے کوئی وصیت فرمائیے۔ آپ نے اوشا فرمایا کہ وہ غصہ مت کیا کرو۔ اس شخص نے پھر اپنی دعا درخواست کی بار دہرائی کہ: حضرت مجھے اور وصیت فرمائیے۔ مگر آپ نے ہر دفعہ یہی فرمایا کہ: غصہ مت کیا کرو۔ (صحیح بخاری)

(تشریح) معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وصیت کی درخواست کرنا اسی کی بنا پر صحیح ہے کہ تیز مزاج اور غلوب انصاف سے اور اس وجہ سے ان کیلئے مناسب ترین اور مفید ترین وصیت اور نصیحت یہی ہو سکتی تھی کہ وہ غصہ نہ کیا کرو۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار ان کو یہی ایک نصیحت فرمائی۔

اور یہ بھی واقعہ ہے کہ بری حالتوں میں غصہ نہایت ہی خطرناک اور بہت ہی بدنامی کا باعث ہے۔ غصہ کی حالت میں آدمی کو نہ اللہ تعالیٰ کی مدد کا خیال، نہ ناپے نہ اپنے نفع اور نقصان کا، پھر یہ اور شاہد ہے کہ اس کے اسرار پر شیطان کا قابو جیسا غصہ کی حالت میں چلتا ہے ایسا شاہد کسی دوسری حالت میں نہیں چلتا، گو با اس وقت انسان اپنے میں میں نہیں ہوتا، بلکہ شیطان کی ٹھی میں ہوتا ہے۔ حدیث ہے کہ غصہ کی حالت میں آدمی کبھی کبھی کفر پر کلمات بھی

کہنے لگتا ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسری حدیث میں فرمایا ہے کہ  
 "غصہ دین و ایمان کو اس طرح خراب کر دیتا ہے جس طرح کہ ایلا شہد کو خراب اور بالکل برباد  
 کر دیا کرتا ہے" (یہ حدیث مکتبہ لایمان "میں درج کی جا چکی ہے)۔

لیکن واضح رہے کہ شریعت میں جس غصہ کی ممانعت اور سخت مذمت کی گئی ہے اس سے  
 مراد وہی غصہ ہے جو نفسانیت کی وجہ سے ہوا اور جس سے مطلوب ہو کر آدمی اللہ تعالیٰ کی حدود  
 اور شریعت کے احکام کا پابند نہیں، لیکن جو غصہ اللہ کی تعریف کی تائید پر ہوا اور اس میں حدود  
 سے تجاوز نہ ہو، بلکہ بندہ اس میں حدود اللہ کا پورا پابند رہے، تو وہ مکالمات ایمان کی نشانی اور  
 جلال خداوندی کا عکس ہے۔

### غصہ میں نفس پر قابو رکھنے والا یہی حقیقی پہلوان ہے۔

(۱۳۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 كَيْسَ الشُّرَيْبِيُّ بِالْقَوِيَّةِ وَالشُّرَيْبِيُّ الشُّرَيْبِيُّ الْكَلْبِيُّ يَمْلِكُ نَفْسَهُ  
 عَنِ الْقَتْلِ

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے فرمایا:۔ پہلوان اور طاقت ور وہ نہیں ہے جو درمقابل کو پکھاڑنے  
 بلکہ پہلوان اور شہ زور و حقیقت وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔

(بخاری و صحیح)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ آدمی کا سب سے بڑا اور بہت ہی مشکل سے زیر کرنے والا دشمن  
 اس کا نفس ہے، جیسا کہ فرمایا گیا ہے کہ: "أَعْدَى حَذِيكٍ كَيْفَ تَحْتَسِبُكَ الرَّبِّيُّ يَكْفِيكَ حَتَّى تَكُونَ  
 زَيْمًا سَمْتِ تَرْبِي دَشْمَنِ غَوْرٍ نَفْسُ شِيءٍ" اور علوم ہے کہ خاص کر غصہ کے وقت اس کا قابو میں رکھنا  
 شہادت ہی مشکل ہوتا ہے، اس لئے فرمایا گیا ہے کہ طاقت ور اور پہلوان کہلانے کا اصلی سہارا

وہی مرد خدا ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور نفسا میت اس سے کوئی بیجا حرکت اور کوئی غلط کام نہ کر سکے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ اور اسکے رسول کا مطالبہ یہ نہیں ہے کہ تیرہ کے دن میں وہ کیفیت میں پیدا نہ ہو جس کو غیظ، غضب اور عقصہ کے لفظوں سے تعبیر کیا جاتا ہے (کیونکہ کسی مسخت ناگوار بات پر دل میں اس کیفیت کا پیدا ہونا تو بالکل خطر کی بات ہے اور اس سے انبیاء علیہم السلام بھی متشنج نہیں ہیں) البتہ مطالبہ یہ ہے کہ اس کیفیت کے وقت بھی نفس پر پورا قابو نہ ہے ایسا نہ ہو کہ اس سے مغلوب ہو کر آدمی وہ حرکتیں کرنے لگے جو شاہنشاہِ ہندگی کے خلاف ہوں۔

### غصہ کے وقت کیا کیا جائے :-

(۱۶۳) عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ  
إِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ فَيَهْوَى كَأَنَّهُ خَلِيصٌ جَلِيصٌ وَإِنِ ذَهَبَ كَفَتْهُ  
الْغَضَبُ وَذَلِكَ خَلِيصٌ طَاحِمٌ..... (رواه احمد والترمذي)

(ترجمہ) حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو چاہئے کہ بیٹھ جائے ہیں اگر بیٹھنے سے غصہ فرو نہ جائے تو بٹھا اور اگر پھر بھی غصہ باقی رہے تو چاہئے کہ

بیٹھ جائے۔ (مسند احمد - ۵۶۱ - ۵۶۲ ص ۵۶۱)

(تشریح) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ کو فرو کرنے کی یہ ایک نصیحتی تہذیبی بات فرمائی جو بلاشبہ تہذیب کا درگزر ہے، علامہ اسکے اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ غصہ میں آدمی سے جو بیجا کلام اور جو لغویات سرزد ہو سکتی ہیں کسی جگہ کم کر بیٹھ جانے سے ان کا امکان بہت کم ہو جاتا ہے اور پھر بیٹھ جانے سے ان کا امکان اور کم سے کم ہو جاتا ہے۔

(۱۶۴) عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

كَلِمَاتٍ وَكَيْتِرًا وَلَا تَعْتَبُوا إِذَا دَاخَعْتُمْ أَحَدًا كَمَا تَكْفُرُ فَلَيْسَ كُنْتُمْ  
 كَوَلَدًا أَخَصِبًا أَحَدًا كَمَا تَكْفُرُ فَلَيْسَ كُنْتُمْ كَوَلَدًا أَخَصِبًا كُنْتُمْ  
 (رواه احمد والطيبراني في الكبير)

(ترجمہ) حضرت محمد بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔ لوگوں کو دین سکھاؤ، دین کی تعلیم دو اور تعلیم میں  
 آسانی پیدا کرو، دشواری پیدا نہ کرو اور جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو چاہئے  
 کہ وہ اس وقت خاموشی اختیار کرے یہ آخری بات ہے جسے میں نے دیکھا اور اللہ فرمائی۔

(مسند احمد و صحیح ابی یوسف)

بعض لوگوں کو غصہ آئے تو چاہئے کہ وہ اس وقت خاموشی اختیار کرے

(تشریح) غصہ کہ جسے نبوی سے (بہ) حفاظت کرنے کے لئے یہ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی مثال ہوتی دوسری تدبیر ہے کہ جب غصہ آئے تو آدمی خاموش رہنے کا فیصلہ کرے  
 اور ہرے کہ پھر غصہ دل ہی میں گھس کر رہ جائے گا اور بات آگے نہ بڑھے گی (اس حدیث میں

(۱۶۵) عَنْ عَطِيَّةَ بِنْتِ عَمْرٍوَةَ الشَّعْبِيَّةِ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا الْغَضَبُ مِنَ الشَّيْطَانِ كَلِمَاتُ الشَّيْطَانِ خَلُوتْ  
 مِنَ النَّارِ لَمَّا تَطَنَّ النَّارُ وَالنَّارُ قَالَتْ إِذَا الْغَضَبُ أَحَدًا كَمَا  
 كَلِمَاتُ الشَّيْطَانِ  
 (رواه ابو داؤد)

(ترجمہ) عطیہ بنت عمروہ سعدی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا۔ غصہ شیطان کے اثر سے آتا ہے (یعنی غصہ میں حد و وسعہ سے تجاوز و شیطانی  
 کے اثر سے ہوتا ہے) اور شیطان کی آفرینش آگ سے ہوتی ہے (یعنی شیطان اپنی  
 اصل کے لحاظ سے آتش ہے) اور آگ پانی سے بجائی جاتی ہے لہذا جب تم میں سے  
 کسی کو غصہ آئے تو اس کو چاہئے کہ وہ وضو کرے۔ (مسند ابی داؤد)

(تشریح) غصہ کو فرو کرنے کی یہ خاص تدبیر ہے اور پہلی تدبیر دل سے بھی زیادہ

کا رہے۔ واقعہ یہ ہے کہ غصہ کی حدت اور تیزی کی حالت میں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد آیا اور آجھائے، اور اسی وقت اٹھ کے اچھی طرح پورے آداب کے نفاذ کے ساتھ وضو کر لیا جائے تو غصہ کی حدت میں فوراً سکون پیدا ہو جائے گا اور بالکل ایسا محسوس ہوگا کہ وضو کا پانی براہ راست غصہ کی جڑ کو کٹی ہوئی انگلی پر پڑا۔

### اللہ کیلئے غصہ کو پنی جانے کی فضیلت اور اس کا صلہ یہ۔

(۱۶۶) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَجُوقُ نَفْسًا فَتُفْصَلُ مِنْهُ اللَّهُ حَقًّا وَكَلِمَةً مِنْ جَزَعَةٍ خِيَطَ بِهَا يَكُونُهَا ابْتِغَاءً وَرَجْعًا اللَّهُ تَعَالَى ..... رَوَاهُ أَحْمَدُ.

(ترجمہ) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی بندہ کے کسی چیز کا کوئی گھونٹ ایسا نہیں ہے جو اللہ کے نزدیک غصہ کے اس گھونٹ سے افضل ہو، جسے کوئی بندہ اللہ کی رضا کی خاطر پی جائے۔ (مسند احمد)

(تشریح) غصہ کو پنی جانا جس طرح آرد و زبان کا محاورہ ہے اسی طرح عربی زبان میں یہی محاورہ ہے بلکہ آرد میں پرخاوردہ غالباً عربی ہی سے آیا ہے۔ چند بڑے کا مطلب یہ ہے کہ پینے کی بھلائی چیز جی ایسی میں جن کا پینا اللہ کی رضا کا باعث ہو سکتا ہے لیکن ان میں سے غصہ ترین اللہ کی رضا جوئی کی خاطر غصہ کو پنی جانا ہے۔

جس خوش خصال اور پاکیزہ صفات بندوں کے لئے جنت آرا اللہ کی گنتی ہے، اگر ان میں سے ان کی ایک صفت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ۔

كَانَ كَاظِمًا لِلْغَضَبِ وَالْخَارِجِينَ غَضَةً كَوْنِي جَانِبًا لِدَارٍ أُورِثَ مِنْهُ كَنْزٌ لِي

عَنِ النَّبِيِّ ..... پارہ نمبر ۱۶ کے قصور کی حالت کو دہنے والے

(۱۶۷) اَمَّا مَنْ سَعَلَ نِيَّ مَعَاذِ عَنِّي اَبِي يَدِي اَنَّكَ الشَّرِيحُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 وَاسْمُكَ خَالٍ مَن كَلَّمَكَ غَيْرِيًّا وَهُوَ يَهْدِي لَكَ خَلِي اَنْ تَقْبَلَهُ مَا حَمَاهُ اللهُ  
 خَلِي رُوَيْسٍ اَلْحَدِيثُ يَنْبَغِي لَكَ يَوْمَ الْفَيْفِيَّةِ يَكْفِي لَكَ يَحْيَى ابْنُ اَبِي اَلْحَسَنِ عَلَيْهِ  
 (رواه الباقون في دعواتهم)

(ترجمہ) اسئل بن معاذ اپنے والد ماجد حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت  
 کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی جان کے غصے کو  
 دور بخائیکردیں اس کی اتنی طاقت و قوت ہے کہ پتے شمشیر کے تقاضے کو وہ ناکند اور پورا  
 کر سکتا ہے۔ لیکن اسکے وجود میں اللہ کے لئے اپنے غصے کو پنی جانتا ہے اور جس پر  
 اس کو غصہ ہے اس کو دہونی سزا نہیں دینا۔ تو اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کے دلی ساری مخلوق  
 کے سامنے اس کو یارس گئے اور اس کو سب زدیں گے کہ جو ابن جنت میں سے جس جگہ  
 کو چاہے اپنے لئے انتخاب کرے۔ (جامع ترمذی سنن ابی داؤد)

(تشریح) (ترجمہ) یہ شہادہ ہے کہ غصہ کی شدت کے وقت آدمی کے دل کی انتہائی خواہش  
 یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے غصے کے تقاضے کو پورا کر ڈالے۔ پس جو بندہ قدرت کے باوجود بعض اللہ کی  
 رضا کے لئے اپنے دل کی اس انتہائی خواہش کو دیر میں قربان کرے گا، اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کی  
 جزا اس شکل میں عطا فرمائیں گے کہ ساری مخلوق کے سامنے اس کو بلا کر فرمایا جائے گا کہ اپنے دل کی  
 پیادمت اس قربانی کے واسطے آج جو ابن جنت میں سے جو چاہو اپنے لئے انتخاب کر لو۔

(۱۶۸) اَمَّا مَنْ سَعَلَ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَالَ مَن  
 حَكَمَ لِي مَا كَلَّمَ اللهُ مُحَمَّدًا وَرَسُوْلًا كَلَّمَ عَصِيْبًا كَلَّمَ اللهُ مُحَمَّدًا  
 حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبَةَ يَوْمَ الْفَيْفِيَّةِ كَلَّمَ لِي اللهُ فَيَكَلِّ اللهُ مُحَمَّدًا  
 (رواه الباقون في دعواتهم)

(ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا۔ جو کوئی (دوسروں کی بدگوئی وغیر و بڑی باتوں سے) اپنی زبان سے کہے گا اللہ تعالیٰ اس کی پرودہ پوشی فرمائے گا (یعنی اسکے محبوب اور اس کی بڑا ٹھیکہاں دوسروں پر نہیں کھلے دے گا) اور جو کوئی اپنے غصہ کو روکے گا، اور پی جائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے اپنے غصہ کو روکے گا، اور وہ عذاب سے بچ جائے گا، اور جو بندہ اپنی تفسیر کی معذرت اللہ کے حضور میں کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی معذرت قبول فرمائے گا (اور اس کو معاف نہ مارے گا)۔

شمس الامان علیہ السلام:

علم و بردباری اللہ کی محبوب صفات میں سے ہے :-

(۱۶۹) عین ابن حنیس أن الشيخ صلى الله عليه وسلم قال  
قال صلى الله عليه وسلم إن فيك لخصلة من أحبها الله  
أحبهم وأكفها كفاً ..... رواه مسلم.

(ترجمہ) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تیسری تفسیر کے سرنامہ شیخ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تم میں جو چیزیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کو محبوب اور پیاری ہیں۔ ایک بردباری (تخت سے مخلوق پہنچانا) اور دوستی بھاری نہ کرنا۔ (صحیح مسلم)

تفسیر صحیح (تیسرے جلد تیس کا ایک موقعا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے مدینہ طیبہ آیا، اس وفد کے ساتھ لوگ اپنی سواریوں سے کود کر بھاری سے حضور کی خدمت میں پہنچ گئے، لیکن رئیس وفد جن کا نام منذر اور عرفان شیخ تھا، انہوں نے یہ جملہ بازی نہیں کی، بلکہ اثر کے چلے سارے ساتھ ہی کہہ گیا اور حضورؐ کو پھر غسل کیا اور کپڑے تبدیل کئے، اور اس کے بعد شامت اور وقار کے ساتھ خدمت نبویؐ میں حاضر ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے

اس روئے کو پسند فرمایا اور اسی موقع پر ان سے یہ ارشاد فرمایا کہ یہ تم میں یہ دو شخصیتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کو بہت پیاری اور محبوب ہیں۔ ایک علم زبردیاری (یعنی غصہ سے مغلوب نہ ہونا اور غصہ کے وقت اعتدال پر قائم رہنا) اور دوسری آناً یعنی کاموں میں جلد بازی اور بے صبری نہ کرنا۔ بلکہ ہر کام کو سائنس اور فنکار کے ساتھ اطمینان سے انجام دینا۔

ہر کام متانت اور وقار کیساتھ انجام دینے کی فضیلت اور ترغیب :-

(۱۷۱) عَنْ سَعِيدِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُنَّا نَأْتِي مِنَ اللَّهِ وَالصَّحَابَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ.

(رواہ الترمذی)

(ترجمہ) حضرت سعل بن سعد صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔ کاموں کو متانت اور اطمینان سے انجام دینا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اور جلد بازی کرنا شیطان کے اثر سے ہوتی ہے۔

(جامع الترمذی)

(تشریح) یعنی ہر ذمہ داری کو اطمینان سے انجام دینے کی عادت ایک محمود عادت ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیب ہوتی ہے اور اسکے برعکس جلد بازی ایک بری عادت ہے اور اس میں شیطان کا دخل ہوتا ہے۔

(۱۷۲) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْعَمَلُ الْحَسَنُ وَالْقَوْلُ الْفَاضِلُ فَصَادِقٌ مِمَّنْ آتَى كَيْدًا وَعَشْرُونَ مِمَّنْ آتَى مِنَ الشَّيْطَانِ.

(ترجمہ) عبد اللہ بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ اچھا نیت، اچھا نیت اور اچھا نیت اور اچھا نیت سے پہلے کام انجام دینے کی

عادت، اور تیسرا ضروری ایک حد ہے نبوت کے چوبیس حثوں میں سے۔

(جامع ترمذی)

**(تشریح)** حدیث کا اصل مقصد ان چیزوں کی اہمیت بیان کرنا اور انکی تخریب دینا ہے۔ اور نبوت کے حثوں میں سے ہونے کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ بغیر کی زندگی جن محاسن اور کمالات سے مکمل طور پر محروم ہوتی ہے یہ چیزیں اور صفات ان کا جو عیسواں حد ہے ہاں کہ انسانی سیرت کی تعمیر کے سلسلہ میں انبیاء علیہم السلام جن محمد ﷺ کی تعلیم دینے اور عقیدت قرآن میں ان کے چوبیس حثوں میں سے ایک حد ہے تین چیزیں ہیں: یعنی اچھی سیرت، اور اطمینان و وقار سے اپنے کام انجام دینے کی عادت، اور تیسرا ضروری۔

”میانہ روی“ ہم نے حدیث کے لفظ انحصار کا ترجمہ کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر کام اور ہر حال میں اقراط و تفریط سے بچا جائے، اور اعتدال کی روش اختیار کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیمات میں اس چیز پر خاص طور سے زور دیا ہے، یہاں تک کہ عبادت جیسے بہترین انسانی عمل میں بھی اپنے اعتدال و میانہ روی کی تاکید فرمائی ہے، بعض صحابہ نے بہت زیادہ عبادت گزار ہی کا ارادہ کیا، یعنی دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے اور پوری رات جاگ کر نمازیں پڑھنے کا منصوبہ بنایا، تو آپ نے ان کو سخت تنبیہ فرمائی، اور اس سے منع فرمایا۔ اسی طرح بعض صحابہ تے جب پناہ پورا مال راہ خوا میں صرف کرنے کا ارادہ ظاہر کیا، تو آپ نے ان کو اس سے روک دیا، اور صرف ایک تھالی کی عبادت ہی بہر حال انحصار کا مطلب ہی، اعتدال کی چال ہے۔ ”تکنا بالرفاق“ کی متعدد حدیثوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ”لَا تُقْسِدُوا فِي الْقَسْرِ وَالْوَجْهِ“ کی تخریب اور تاکید آپ پرہے چکے ہیں، اس کا مطلب یہی ہے کہ تنگدستی اور فراخ دستی دونوں ساتھیوں میں اعتدال کی درمیانی چال چلے، اسی کو اس حدیث میں نبوت کا ایک جز بنایا گیا ہے۔

## خوش کلامی اور بدزبانی :-

انسان کا اخلاق و زندگی کے سب سے بڑے اصولوں سے اسکے اہلئے جس کا سب سے زیادہ واسطہ پڑتا ہے اور ان کے اثرات اور نتائج بھی بہت دور رس ہوتے ہیں ان میں سے اس کی زبان کی خیر یعنی یا سخی اور زہی یا سخی بھی ہے، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تابعین و مقلدین کو شریعتی گفتاری اور خوش کلامی کی بڑی تاکید فرماتے، اور بدزبانی اور کلمت کلامی سے شدت کے ساتھ منع فرماتے تھے، یہاں تک کہ بڑی بات کے جواب میں بھی بری بات کہنے کو آپ پسند نہیں فرماتے تھے۔  
 ذیل کی چند حدیثیں پڑھئے :-

(۱۷۲) عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ يَهُودَ سَخَا لَيْتِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 قَالُوا لِمَا مَرَّ عَلَيْكُمْ قَالَتْ عَائِشَةُ هَلَيْكُمْ وَكَلِمَةُ اللَّهِ وَحَيْثُ  
 كَلِمَتُهُ فَإِنْ مَهَلًا مَا عَائِشَةُ أَحْلَوَاتٍ بِالزُّفْرِ قَدَائِلٌ قَالَتْ  
 قَدَائِلُ خَشَنَ

رواه البخاری

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کچھ یہودی لوگ  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے نفس کی  
 خباثت اور شرارت سے اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے (کھانے) کو آگ اور کھینک (بھڑکائی  
 ایک گالی ہے اور جس کا مطلب ہے کہ تم کو موت آئے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا  
 نے ان کی اس گفتاری کو سن لیا اور کچھ لیا اور جواب میں فرمایا کہ تم ہی کو آئے  
 اور تم پر خدا کی لعنت اور اس کا غضب ہو۔۔۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے ارشاد فرمایا۔۔۔۔۔ عائشہ (ایسی سخی نہیں!) زبان زد کو تری کار و پختہ کر دو  
 اور سخی اور بدزبانی سے اپنے کو بچاؤ۔

(صحیح بخاری)

(تشریح) گویا آپ نے ان یہودیوں کی اپنی سخت گفتاری کے جواب میں بھی سخی کو پسند

نہیں فرمایا اور نری ہی کے اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی۔

(۱۶۲) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
لِلسُّعْدِيِّينَ بَطْحَانَ وَلَا كَعْبَانَ وَلَا فَاجِسَانَ وَلَا بِلْدَانًا --  
(رواه الترمذی)

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: سوئیں بڑھتے نہ زبان سے صلبہ کرنے والا ہوتا ہے نہ  
صفت کرنے والا اور نہ بدگو اور نہ گالی بکنے والا۔ (جامع ترمذی)  
آتش شریح: مطلب یہ ہے کہ یوں کا مقام یہ ہے اور اس کا شیوہ یہ جو نا چاہئے کہ اس کی  
زبان سے اس طعن اور گالی نکلے نہ نکلے، کن بلایا بیان ہیں وہ حدیث گذری ہے جس میں اختلاف  
نزار کے وقت گالیاں بکنے کو شافعی کی نشان تملایا گیا ہے۔

(۱۶۳) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِذَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَعَاكَ بِشَيْءٍ مِنْ الْعَبَائِرِ أَوْ بَشَى رَجُلًا أَلَيْسَ لَكَ مَا كَأَنَّكَ لَوْ  
لَمْ تَكُنْ كَذَلِكَ كَأَنَّكَ لَمْ تَقُولْ قَعَاكَ مَا تَقُولُ قَعَاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَكُنْتُ  
لَكَ الْقَوْلَ وَكَأَنَّ قَوْلَكَ مَا قَوْلَكَ قَالَ إِنَّ سَكْرَةَ الْكَاثِرِ مَأْنِي كَيْفَ جِئْتُ  
اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ وَكَذَلِكَ أَذْوَكَ مَا الْكَاثِرِ لَا يُقْبَلُ قَعْرُوبًا --

(رواه البخاری ومسلم والحاہم والفتح)

ترجمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اجازت چاہی، آپ نے ہم لوگوں سے فرمایا کہ  
یہ اپنے قبیلہ کا بڑا فرزند ہے یا فرمایا کہ یہ شخص اپنے قبیلہ کا بڑا آدمی ہے، پھر آپ نے  
فرمایا کہ اس کو آنے کی اجازت دیدہ و پھر جب وہ آگیا تو آپ نے اس کے ساتھ گفتگو  
بہت نری سے فرمائی (جب وہ چلا گیا) تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے عرض کیا کہ:

یا رسول اللہ! آپ نے تو اس شخص سے خیری نرمی کے ساتھ بات کی اور پہلے آپ نے اسی کے بارے میں وہ بات فرمائی تھی (کہ وہ اپنے قبیلہ کا بہت بڑا آدمی ہے) آپ نے اٹھا ڈر مایا کہ اللہ کے نزدیک درجہ جگر کا نخل سے بدترین آدمی کیا امت کے دل سے ہوگا، جس کی ہڈیاں اور سخت کلاہی کے ڈبے سے لوگ اس کو چھوڑ دیں (یعنی اس سے ملنے اور بات کرنے سے گریز کریں)۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد)

(تشریح صحیح) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی شریر اور بُرا ہی ہو، جب بھی اس سے بات کریں تو اور شریفانہ طریقہ ہی سے کرنی چاہئے اور نہ برائی اور سخت کلاہی کا تصور ہوتا ہے کہ آدمی ایسے شخص سے ملنے اور بات کرنے سے گریز کرنے لگتے ہیں، اور جس شخص کا یہ حال ہو، وہ اللہ کے نزدیک بہت بُرا آدمی ہے، اور قیامت کے دن اس کا سالی بہت بُرا ہوگا۔

اس حدیث کے بارے میں چند باتیں سمجھ لیں چاہئیں :-

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے آنے سے پہلے دیکھا کہ آدمی جو اپنے کی اطلاع اپنے پاس والوں کو غالباً ایسے ہی آدمی کہ وہ اسکے سامنے محتاط ہو کر بات کریں اور کوئی ایسی بات نہ کرے جس سے آدمی کے سامنے نہ کرنی چاہئے، اور ایسی کسی مصلحت سے کسی شخص کی برائی سے دوسروں کو خبردار کرنا طبیعت میں داخل نہیں ہے، بلکہ اس کا حکم ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **مَا كُنْتُ وَالْقَائِلُونَ بِمَا شِئْتُمْ بَلَىٰ كُنْتُ وَالْقَائِلُونَ** (تو تم لوگوں کا کہنا کہ آدمی میں جو برائی ہے اس کا لوگوں سے ذکر کرو، تاکہ اللہ کے بندے اسکے شر سے محفوظ رہ سکیں)۔ (سنن العالی)

(۲) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس آدمی کا شریر اور بُرا ہو، اس سے اس سے کسی گفتگو نرمی ہی سے کرنی چاہئے، بلکہ اسی فائدہ کی بھی بخاری کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: **فَلَمَّا جِئْتُمْ نَهَلَكُمْ الشَّيْطَانُ حَتَّىٰ اتَّخَذَ كَلِمَةً وَسَكَتَ فِي وَجْهِهِ وَالْقَائِلُونَ**

راہیہ۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ نے اس آدمی سے شگفتگی اور خنزروئی کے ساتھ ملاقات اولہ  
 بات چیت کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض لوگوں کا یہ خیال کہ جن لوگوں کی برائی اور بدکرداری ہم  
 جانتے ہوں ان سے ابھی طرح ملنا بھی نہ چاہئے صحیح نہیں ہے۔۔۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے مشہور صحابی حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے خود امام بخاری نے نقل کیا ہے کہ وہ  
 فرماتے تھے۔ **إِنَّمَا تَكْتَلِمُ فِي وَجْهِ خَوَّافٍ وَرَأْفٍ فَتَلُوْنَا كَلِمَاتٍ عَشْرًا** یعنی ہم بھوکے  
 ایسے لوگوں سے بھی بات چیت کرتے اور بولتے ہیں جن کے احوال اور اعمال کے لحاظ سے ہمارے دل  
 ان پر لعنت کرتے ہیں۔

البتہ اگر کسی خاص موقع پر متفق اور اظہارِ ناراضگی ہی میں مصطون نظر آئے تو وہاں بھی کامیاب  
 اختیار کرنا بھی صحیح ہو گا۔

(۳۴) اس حدیث کی ابو داؤد کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ جن آدمی کے بارے میں آپ نے خود فرمایا تھا کہ  
 یہ بہت برا آدمی ہے اس سے آپ نے اس پر ایشائیت اور شگفتگی کے ساتھ کیوں ملاقات اور بات چیت  
 فرمائی؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا: **بِمَا عَاوَدْتُهُ رَأْفًا لِلَّهِ لَا يَجْعَلُ الْفَاحِشَ اللَّهُ يَكْتَلِمُ**  
 یعنی بے حاشیہ! اللہ تعالیٰ بد زبان اور فحش گو آدمی کو دوست نہیں رکھتا، مطلب یہ ہے کہ بد زبان  
 کی عادت اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم کر دیتی ہے۔ لہذا میں کیسے اس کا ترکیب پر سکنا ہوں۔

(۱۷۵) **عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ  
 إِنَّكَ تَلِمُ مَنْ تَلِمُ** (بخاری، ابوداؤد)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت  
 کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ: **سَلِمُ مَنْ تَلِمُ** اور اسی بات میں ایک حدیث ہے (یعنی نیکی کا  
 ایک قسم ہے جس پر بندہ بڑا مستحق ہوتا ہے)۔ (صحیح بخاری)

(تشریح) یہ حدیث ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے، امام بخاری نے اس پر اپنی حدیث

کو بھی روایت کیا ہے اور ایک جگہ تھیں شامیت اثنیٰ ہی کو نقل کیا ہے، مطلب ظاہر ہے۔  
 کسی کے ساتھ اچھی بات نہیں، انداز میں کرنا اسکے دل کی خوشی کا باعث ہوتا ہے، اور اللہ کے کسی  
 بندہ کے دل کو خوش کرنا بلا شہرت بڑی مشکل ہے، کتنے واسطے تو یہاں تک کہ دیا ہے۔  
 ”دل جو صحت آہور کہ بچا اگر صحت“

### کم بولنا اور بری اور فضول باتوں سے زبان کی حفاظت کرنا۔

دنیا میں بھگڑنے اور فسادات زیادہ تر بے زبان کی بے احتیاطیوں اور بے باکیوں ہی سے  
 پیدا ہوتے ہیں اور جو ٹکے ٹکے گناہ آڑیوں سے بکثرت سمزد ہوتے ہیں ان کا تعلق بھی بیشتر  
 زبان ہی سے ہوتا ہے، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بڑی تاکید فرماتے تھے کہ  
 زبان کو قابو میں رکھا جائے، اور ہر قسم کی بری باتوں سے، بلکہ بے ضرورت اور بے فائدہ باتیں  
 کرنے سے بھی زبان کو روکا جائے، اور جب بات کرنے کی کوئی خاص ضرورت نہ ہو اور بات کسی  
 شخص اور نفع کی امید نہ ہو تو خاموش ہی رہا جائے۔۔۔۔۔ تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی ان اہم تعلیمات میں سے ہے جن پر ایک نئے نجات کا فارموسار بنا لیا ہے، اور جن حدیثوں سے  
 معلوم ہوتا ہے کہ نماز، روزہ، حج اور جہاد میں عبادت کی نوعیت اور ان کا حسن و قبول بھی  
 زبان کی اسی احتیاط پر موقوف ہے۔

اس بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ارشادات ”کتا سدا لرقاق“ میں گذر  
 چکے ہیں، چند حدیثیں یہاں اور ذرا کی جاتی ہیں:-

(۱۷۱) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ يَارَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 أَخْبَرَنِي بِكَلِمَةٍ يَلِدُهَا فِي الْجَنَّةِ وَيَمُوتُ فِيهَا مِنَ الْكَارِ قَالَ كَلِمَةٌ  
 مَا أَتَى عَنْ أَخِي كَعْبٍ وَرَدَّ أَنَّهُ لَيْسَ بِكَلِمَةٍ مَكْتُوبَةٍ إِلَّا كَانَ عَلَيْهَا  
 كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ وَلَا تُشْرَفُ بِهِ حَتَّى تَكُونَ مِنَ الْكَلِمَاتِ وَكَانَ فِي الْمَوْكُوفِ وَ

تصویر رمضان و تصوم البيت، ثم قال ألا أدلتك على  
 التماس الخيرة؟ التصوم حجة والصدقة تطهير الخواصفة  
 كما يتبين في السماء القارة وعملارة الرجل في جوف الليل - ثم  
 تلا نتجاني جوفهم عن المتناجح حتى بلغ بعثت  
 ثم قال ألا أدلك بذي الأكرام وجميعهم وذوهم ستاوم  
 قلت بلى يا رسول الله قال زامن الأكرام الإسلام وعموده  
 الصلوة وذوهم ستاوم الجهاد - ثم قال ألا أخبرك بربلاك  
 ذلك علم قلت بلى يا حيّ الله فأخذ يسأله فقال كيف  
 بذلك قلت هذا أفقلت يا حيّ الله وإنا لمؤخذون بما سنكتله  
 به قال فكذلك أفئت يا معاذ وهل يكتب الناس في النار  
 قلت وجوههم أو على متاجرهم الأصناف الواسعة -

(رواه احمد والترمذي وابن ماجه)

انگریزوں نے حضرت عازد بن اسلم سے روایت ہے کہ میں نے ایک دن رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضرت! مجھے ایسا عمل بتا دیجئے جس کی وجہ سے  
 میں جنت میں چورچ جاؤں اور دوزخ سے دور کر دیا جاؤں، آپ نے فرمایا کہ  
 تمہارے لئے تین باتیں ہیں، لیکن (پڑھی اور بھاری جوستے کے باوجود) وہ  
 اس بندے کے لئے آسان ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ اس کو آسان کرے (اور تین  
 ہیں)۔ ۱۔ کسوٹی (سب سے بڑی بات تو ہے کہ وہ سب کو ان بنیادی مطالبوں کو  
 ٹکرا دیا تمام سے ادا کرے) اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور  
 اپنے پیغمبر (اور دل کی قوم کے ساتھ) مانا نہ کیا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور رمضان کے  
 روزے رکھا کرو اور بیت اللہ کا حج کرو۔ پھر فرمایا دیکھا میں تمہیں غم کے دروازے بھی

بنا دیوں؟ اگر آپ کو یہ کہہ دیا کہ آپ نے بھلا یا برا کیا ہے اس کا جواب نہ دے سکتے اور فرشتوں نے  
 اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ تم جاؤ اور تمہیں تمہیں خبر کہ وہ دو دن سے بتلاؤں ا غالب  
 میں سے آپ کی مراد نقل و ہجرت نہیں، چنانچہ حضرت سادہ کی غلبہ دیکھ کر آپ نے  
 اُن سے فرمایا، روزہ (گناہوں سے اجورہ زانی) آگے سے بچانے والی ہے، پھر اور  
 ڈھان ہے اور صورت گناہ کو (اور گناہ سے بچنا ہونے والی آگے کو) اس طرح  
 بچاؤرتا ہے جس طرح پانی آگ کو بچاؤرتا ہے اور سات کے درمیان چھتکی نماز  
 (یعنی نماز پنجگانہ بھی بڑی عالی ہے اور اس لیے شریعت میں اس کا خاص اہتمام و احترام ہے)  
 اسکے بعد آپ نے (تیسرا اور صدقہ کی فضیلت کے سلسلہ میں) فرمایا کہ یہ آیت ہے  
 اَلْمَالُ لِلْمَعْنٰی جَسَدٌ مِّنْ عِظْمِکُمْ مِّنْ عِظْمِکُمْ مِّنْ عِظْمِکُمْ مِّنْ عِظْمِکُمْ مِّنْ عِظْمِکُمْ  
 وَتَمَّعْتُمْ بِمَالِکُمْ فَاَنْتُمْ تَمَّعْتُمْ مِّنْ عِظْمِکُمْ مِّنْ عِظْمِکُمْ مِّنْ عِظْمِکُمْ مِّنْ عِظْمِکُمْ  
 جَزَاءً لِّمَا کَانَ لَکُمْ مِّنْ عِظْمِکُمْ مِّنْ عِظْمِکُمْ مِّنْ عِظْمِکُمْ مِّنْ عِظْمِکُمْ مِّنْ عِظْمِکُمْ  
 (یعنی زمین کا ہر ذرہ اس کا عود یعنی ستون اور اس کی بلند چوٹی شادوں کے ساتھ بچنے  
 ہیں) میں نے عرض کیا کہ حضرت حضور بناؤں، آپ نے فرمایا: زمین کا سر یا سر  
 اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے اور اس کی بلند چوٹی چھوٹا ہے۔  
 پھر آپ نے فرمایا: کیا میں نہیں دیکھتا ہوں کہ لوگوں کو ان کے مال سے (اور  
 میں کے غیر سے) سب چیزیں لے لی جاتی ہیں اور وہ بے وزن ہیں، (معاذ گنہگاروں میں سے) میں نے عرض کیا کہ حضرت

نے اس کو یہ کہہ دیا ہے کہ اے اللہ بنو دیکھا، یہ بتاتا ہے کہ فلاں کو وہ اپنے بھروسے کو چھوڑ کر خزانہ اور ہونہار  
 بیعت کے ساتھ جا رہی ہے اور اس سے دعا کرنے میں مشغول رہتے ہیں اور ہم نے جو تقویٰ ثابت و قائم  
 ان کو دیا ہے وہ ان میں سے ہمارے ماہ میں میں تو بچا کرتے ہیں، یعنی صورت و عزت کرتے ہیں، ان کے اعمال  
 کے خلاف میں نے بھی جانتے کہ میں نے نہیں اور انھوں کو غنڈہ گنڈہ دلا اور ساتوں پر وہ غلبہ میں رکھا گیا  
 ہے اس کو کوئی غنڈہ نہیں جانتا ہے، انہیں انہوں کو اس کا علم ہے۔

دو چیز بھی ضرور متلا و سنجیے، ہوس آپ نے تنہا زبان پگھلی اور فرمایا۔ اس کو روکو  
 (یعنی اپنی زبان غلاب میں رکھو، نہ چلنے میں، بیجا کسان سے احتیاط نہ ہو، نہ کچھتیں میں)  
 میں نے عرض کیا، حضرت! ہم جو باتیں کرتے ہیں، کیا اللہ پر بھی ہم سے مواخذہ ہو گا؟  
 کہہ کے فرمایا، لے سناؤ، اچھے تحریر یاں رشتے (عربی معادہ کے مطابق یہاں یہ یاد رکھا  
 گئے) آدمیوں کو ہرزخ میں یاں کے نفع کے لے، یا فرمایا کہ ان کی ناکوں کے بل (باجنہ)  
 ان کی زبانوں کی جیبا کا زبان میں ہی ڈالوا نہیں گی۔

(مسند احمد، جامع ترمذی، مسند ابن ماجہ)

(تشریح) اس حدیث میں ارکانِ اسلام کے بعد آپ نے ابوہریرہؓ کے عثمان سے روزہ  
 اور صدقہ کا جو ذکر فرمایا ہے اس معاذ کے نزدیک اس سے مراد نقلی روزہ اور نقلی صدقہ ہے، اور  
 اسی لئے آپ نے اس کے ساتھ نماز و حج کا ذکر فرمایا ہے جو نقل نمازوں میں سب سے مشکل ہے۔ پھر  
 آپ نے اسلام کو "اس اور شریعتیں دین کا سر متلا" ہے، اظہار یہاں اسلام سے مراد اسلام قبول  
 کرنا اور اس کو اپنا دین بنانا ہے، اور مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص سارے اچھے عمل کو نہ اور  
 اسکے اخلاق و معاملات میں اچھے اولیٰ لیکن وہ مسلم کو اپنا دین نہ بنائے تو اس کی مثال ایک ایسے  
 جسم کی ہی ہے جس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ سب درست ہوں لیکن سرگٹ گیا ہو، پھر نازہ کہ آپ نے دین کا  
 ستون بنا دیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح کوئی مکان پیر ستون کے قائم نہیں رہ سکتا، اسی طرح  
 غیر نماز کے دین کا قیام نہیں ہو گا، آپ نے جہاد کو دین کی بلند ترین جہت فرمایا، ظاہر ہے کہ دین کی بلند  
 اور نصرت پرانہ جہت پر موقوف ہے۔۔۔۔۔ حدیث کا صحیح آخری جو جس کی وجہ سے یہاں اس  
 حدیث کو درج کیا گیا ہے، یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ان سب چیزوں کا دار و مدار اس پر ہے کہ آدمی  
 اپنا زبان کی حفاظت کرے، یعنی زبان کی برائیوں ان سب اعمال سے کہے، زبان اور لے توہ کو دینی  
 ہے۔۔۔۔۔ پھر جب حضرت معاذ کو سن کر تعجب ہوا، اور انھوں نے دریافت کیا، کہ کیا باتوں پر بھی ہلکتی  
 ہے، تو آپ نے فرمایا آدمی، ہم میں اندر سے مزید وہ تو زبان ہی کی ہے احتیاط علیوں اور

یہ ایکوں کی دستگیر ڈالنے جائیں گے۔ آج بھی وہ دیکھنے والا کچھ خود ہی دیکھ سکتا ہے، کہ جو  
 ڈسٹرکٹ گناہ و بائیں طرح عام ہیں اور زمین سے نکلنے والے بہت ہی کم ہیں، اور ان کا تعلق زیادہ تر  
 زبان و ذہن سے ہے۔

پہچان برآمدی پرورد زبانیں ہمارا آنتہ زبان برسد

(۱۷۷) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ إِذَا أَصْبَحَ أَحَدٌ مِنْ قَوْمٍ قَرَأَ آيَاتِ  
 عَشْرَةِ كَلِمَاتٍ كَلِمَاتٍ أَيْ قَرَأَ الْقُرْآنَ قَرَأَ آيَاتِ الْقُرْآنِ قَرَأَ آيَاتِ الْقُرْآنِ قَرَأَ آيَاتِ  
 الْقُرْآنِ اسْتَقَمَّتْ إِسْتَقَمَّتْ الْقُرْآنِ اسْتَقَمَّتْ إِسْتَقَمَّتْ إِسْتَقَمَّتْ إِسْتَقَمَّتْ

(رواہ الترمذی)

(ترجمہ) صحیح ہے اور مسند خود ہی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی صبح کرے کہ  
 تمہارے سامنے اٹھنا عاجزی اور تواضع کے ساتھ زبان سے کہے ہیں کہ (خدا کی  
 بنوری ہم پر رحم کر اور جاہ سے باہر سے تمہارا سے ڈرنا کہ ہم تم سے ہی ساتھ  
 بندہ سے ہوئے ہیں تو تمہیکہ رہی تو ہم بھی تمہیکہ رہیں گے اور اگر تم نے غلط روی  
 اختیار کی، تو ہم بھی غلط روی کریں گے اور پھر اس کا غیازہ چھٹکیں گے۔

(جامع ترمذی)

(تشریح) اوپر والی حدیث سے معلوم ہوا تھا کہ انسان کے کلام ہی کے معنی میں بجز یہ کہ

زبان ہی کی غلط روی لوگوں کے ذہن میں ڈالنے والے کا باعث ہوگی۔۔۔ اس حدیث میں بتلایا  
 گیا ہے کہ زبان کی اسی خاص فریضہ کی وجہ سے ہر دور و زمانہ کے سامنے اٹھنا اور تواضع اور  
 خالی پوری عاجزی اور تواضع کے ساتھ زبان سے دعا فرماتے کرتے ہیں کہ خدا کی بنوری ہمارے صلح و  
 صلح اور ہمارے انجام کی اچھائی برائی کچھ سے ہی وابستہ ہے اس لئے ہم پر رحم کر اور تمہارے سے خوف  
 ہو کہ یہاں کا ذہن، وہ ذہن ہے ساتھ ہم بھی اللہ کے عزاب میں گرفتار ہوں گے۔

ایک دوسری مشہور حدیث میں اعضاء انسانی سے قلب کی خصوصیت بیان کی گئی ہے کہ  
 إِذَا صَلَّحَ صَلَّحَ الْعَيْنُ وَكَانَ الْقَلْبُ كَقَسَدِ الْجَمْرِ مَسْجُودًا (جبریل علیہ السلام نے کہا ہے  
 کہ انسان کے تمام اعضاء اس کے سامنے اعضاء کا صلاح و قرآن کے تلازم کے صلاح و نماز سے وابستہ ہے)  
 لیکن ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد اور منافات نہیں ہے، اصل تو قلب ہی ہے لیکن ظاہر ہی اعضاء  
 میں ہے کہ زبان ہی اس کی خاص تر حالت ہے، اس لئے دونوں کی نوعیت یہی ہے، نہ اگر لہجہ میں  
 تو فرقی ہے اور اگر ان میں قرآن اور حدیث ہے تو پھر انسان کی حریت نہیں۔

۱۶۷) عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 وَمَنْ يَصِفْ لِي مَا بَيْنَ تَحْوِيلِهِ وَمَا بَيْنَ يَدَيْهِ أَخْبَنَ لِي الْبُحْرَةَ  
 (رواہ البیہقی)

(مگر جس شخص نے اس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 فرمایا کہ جو شخص نے اپنی زبان اور اپنی طرف نگاہ کا ذکر دونوں غلط استعمال  
 نہوں گی، میں اس کے لئے ذمہ داری لیتا ہوں جنت کی۔ (صحیح بخاری)

(تشریح) انسانی اعضاء میں زبان کے علاوہ غلط استعمال سے جس عضو کی حفاظت کو  
 خاص اہمیت حاصل ہے وہ انسان کی طرف نگاہ ہے، اس لئے اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے ان دونوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ:- جو شخص اس کا ذمہ لے کر وہ غلط استعمال  
 سے اپنی زبان کی بھی حفاظت کرے گا، اور ظہور نفس کو بھی غلو کے احکام کا پابند رکھے گا، میں  
 اس کے لئے اللہ کی طرف سے جنت کا ذمہ لے سکتا ہوں۔

یہاں پھر یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قسم سے ارشاد  
 کے مخاطب وہاں ایسا جان دوست تھے جو آپ ہی کی تعلیم و تلقین سے اس بنیادی صحیحیت کو جان چکے  
 تھے کہ اس قسم کے حصوں کا تعلق صرف ان لوگوں سے ہے جو صاحب ایمان ہوں اور ایمان کے

بیاری - طالبات کو کہہ کر اور کرتے ہوں۔

(۱۷۹) عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْقُشَيْرِيِّ قَالَ فَكَلَّمْتُهُ بِأَرْشَادِ اللَّهِ  
 فِي الْفِتْرِ بِمَا عَمَّرَ كَلَّمَ قَالَ فَكَتَبْتُ لِسَانِ نَفْسِي وَقَالَ هَذَا  
 (رواه الترمذی)

(ترجمہ) حضرت عمار بن عبد اللہ قشیری سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، حضرت! میرے بارے میں شیطان باتوں کا حضور کو ظاہر ہو سکتا ہے ان میں زیادہ ظلمت اور غمناک کیا ہے؟ سفیان کہتے ہیں کہ آپ صحتی زبان پر بارگاہ  
 پرشکے فرمایا اگر۔۔۔ سچے زیادہ ظلمت اس سے ہے۔ (بیاض ترمذی)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ تم نے کس اور مائی کا تو زیادہ ظلمت نہیں ہے اللہ اللہ ظلمت سے  
 کہ تمہاری زبان بجا ہے، لہذا اس کے بارے میں جو شہسواراہ عمرا رہو۔۔۔ ہر مسئلہ کے سوال  
 کرتے والے سفیان بن عبد اللہ قشیری کی زبان میں کچھ تیزی ہو اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 ان سے یہ فرمایا ہو۔ واللہ اعلم۔

(۱۸۰) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ مَنْ كَفَرَ بِحَقِّي تَجَاءَلَ

(رواه احمد الترمذی، والبیہقی والبیہقی فی شعب الایمان)

(ترجمہ) حضرت عبد اللہ بن عمرو صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔۔۔ جو مجھ پر رباہ نکات پا گیا۔

(مسند احمد بیامع ترمذی، مسند احمد شعب الایمان)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے نبی یا قول اور فضول باتوں سے زبان کو روکا، وہ

ہلاکت کے غار میں گرنے سے بچ گیا، ابھی حضرت سہاذ کی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ  
 ارشاد مذکور ہے کہ کفار نے تمہاری زبانوں کی وجہ سے اور مجھے سزا کا مس جہائیں گے۔



تین دنوں جو بیٹھ پرست ہوئی ہیں (ان کے اختیار کرنے میں آدمی پر کچھ زیادہ بوجھ نہیں  
 پڑتا) اور اللہ کی میزان میں وہ بہت بھاری ہوں گی، اللہ زود کہنے لیں کہ میں نے  
 عرض کیا کہ: یا رسول اللہ وہ دونوں نھلتیں ضرور ہٹا دیکھے، آپ نے فرمایا:  
 زیادہ خاموش رہنے کی عادت، اور خوش اخلاق۔ قسم اس پاک ذات کی جس کے  
 قبضے میں میری جان ہے، مخلوقات کے اعمال میں یہ دونوں چیزیں بے مثل ہیں۔

(شمائل ترمذی)

(تشریح) جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے، زیادہ خاموش رہنے کا مطلب یہی ہے، کہ بے حرکت  
 اور نامناسب دنا یا مسترد ہر باتوں سے آدمی اپنی زبان بند کرے۔ جس شخص کا یہ طریقہ عمل  
 ہوگا، قدرتی طور پر وہ کم بولنے والا اور زیادہ خاموش رہنے والا ہوگا۔ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا میں سب سے زیادہ بولنے کی ضرورت تھی، اگر قیامت تک یہ ہونے والے  
 اشاروں کے لئے آپ کو ہدایات دینی تھیں، اور آپ اس ضرورت سے بے نیاز نہ رہتے تھے،  
 بتانے کی ہر چھوٹی بڑی بات، نکالتے تھے، لیکن اسکے باوجود آپ کے دیکھنے والے صحابہ کہتے تھے آپ کا  
 حال یہ بیان فرمایا ہے، کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکلمتہم کل اللہ صلی اللہ  
 (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ خاموش رہتے تھے) ایک دوسری حدیث میں ہے کہ  
 "وكان يكلمهم الا في حقهم" (آپ صرف وہی بات کرتے تھے جس پر آپ کو  
 ثواب ہو، اس پر ہونے لگی)

(۱۴۸) عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ آتَيْتُ أَبَا ذَرٍّ فَوَجَدْتُهُ

فِي الْمَشْرِقِ مُتَكَبِّئًا يَكْسَأُ أَسْوَدًا وَوَحْدَهُ كَعَلْبٍ يَأْتِيهِ دَرَمَانٌ

لہ روایہ البغوی فی شرح السنہ من جامعین صحیحہ۔ مشکوٰۃ باب فی الاخلاصہ وھما اللہ

لہ روایہ الطبرانی فی الکبیر فی حدیث طویل عن الحسن بن علی فی صفاتہ و

ضمائلہ صلی اللہ علیہ وسلم (جمع الفوائد)

هَذَا مِنَ التَّوْحِيدِ؟ فَقَالَ تَوَحُّدٌ وَتَسْوِيَةٌ لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَتَسْوِيَةٌ  
 يُقْوَى أَلَوْحَدٌ تَحْتِيزُ مَنْ جَلَسَ الشُّعْرَى وَتَحْتِيزُ مَنْ جَلَسَ  
 حَيْزُ مَنْ التَّوْحِيدُ وَتَحْتِيزُ مَنْ جَلَسَ الشُّعْرَى وَتَحْتِيزُ مَنْ  
 حَيْزُ مَنْ تَحْتِيزُ مَنْ جَلَسَ الشُّعْرَى وَتَحْتِيزُ مَنْ جَلَسَ الشُّعْرَى

(ترجمہ) عمران بن حطان تابعی سے روایت ہے کہ میں ایک دن حضرت ابو ذرؓ  
 غفاریؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے ان کو مسجد میں اس حالت میں دیکھا کہ  
 ایک کان کھلی ہوئی ہوئے بالکل اکیلے بیٹھے ہیں میں نے عرض کیا: اے ابو ذر  
 یہ تنہائی اور کیسویٰ کیسی ہے؟ (یعنی آپ نے اس طرح بالکل اکیلے اور سب سے  
 الگ تھلگ رہنا کیوں اختیار فرمایا ہے؟) انہوں نے جواب دیا کہ میں رسول اللہؐ  
 صلی اللہ علیہ وسلم سے مناسبت آپ فرماتے تھے کہ: "جرسے ساتھیوں کی ہمتیوں سے  
 اکیلے رہنا اچھا ہے اور آپ جیسے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھنا تنہائی سے بہتر ہے اور کسی کو  
 بھی باتیں نہ کرنا خاموش رہنے سے بہتر ہے" اور جرسے باتیں نہ کرنے سے بہتر ہے۔  
 (شعاع الایمان النبویہ صفحہ ۱۰)

**(۸) شرح** اس حدیث میں یہ بات زیادہ صراحتاً و صاف بیان کی گئی ہے کہ تنہائی  
 کی جو فضیلت ہے جو وگزی باتیں کرنے کے مقابلے میں ہے، اور تنہائی میں کہنا خاموش رہنے سے  
 افضل ہے، اور صراحت سے آگئی ہے کہ جرسے لوگوں کے ساتھ احتیاط اور ہمتیوں  
 سے بہتر تنہائی ہے، لیکن صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت تنہائی سے بہتر ہے۔

**(۹)** یہاں ایک نکتہ یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ کے بندوں کی طبیعتوں اور ان کی استعداد  
 اور ان کے رجحانات بہت مختلف ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم میں اتنی تکلیف دہت  
 اور ایسی جامعیت ہے کہ مختلف طبائع اور مختلف رجحانات رکھنے والے بندگانِ خدا اپنی اپنی طبیعت  
 اور اپنے اپنے ذوق و رجحان کے مطابق آپ کی اتباع کر کے اللہ کے قرب و رحمت کے اعلیٰ مقامات  
 حاصل کر سکتے ہیں۔ مثلاً بعض لوگوں کا مزاج اور ذوق ایسا ہوتا ہے کہ جس قسم کے لوگوں کو  
 وہ پسند کرتے ہیں، ان سے ملنا جانا ان کے لئے شاق اور گراں ہوتا ہے، اور وہ ایسے لوگوں سے احتیاط

رکھنے میں اپنا نقصان محسوس کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اپنا  
 رہنمائی مہیو ہے جس کا ذکر حضرت ابو ذر غفاری سے اس حدیث میں فرمایا، اور میں پر جو جان کا عمل تھا  
 اور بعض لوگ اپنی فطرت اور طبیعت کے لحاظ سے ایسے ہوتے ہیں کہ جن لوگوں کے اعمال اور  
 حال میں کو وہ پسند نہ کریں، انکی ہی اصلاح اور درستگی کیلئے ان سے ملنا جان اور ان کے بڑے اثرات  
 سے اپنی حفاظت کرتے ہوئے ان کے ساتھ محتاط رکھنا اور مختلف صورتوں سے انکی حد میں کو را  
 ہشی کے لئے شاق نہیں ہونا بلکہ ان کو اس سے مناسبت ہوتی جو ان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے دوسری حد میں میں (جو اپنے موقع پر آئیں گی) اسی طریقہ عمل کے لئے قرآنی ہے اور اگر صحابہ کرام  
 جو حضرت ابو ذر کی طرح تمنائی پست نہیں تھے ان کا طریقہ عملی وہی تھا۔۔۔۔۔ پس صحابہ کرام کی  
 سیرت کے بعض پہلوؤں میں اور اس طرح نماز، اہل ایمان اور ذہلی اصلاح کے مختلف طبقوں  
 کے طریقہ عمل میں جو اس طرح کی رنگارنگی کہیں کہیں نظر آتی ہے انکی حقیقت اس بات ہی ہے کہ اللہ کی  
 بنائی ہوئی طبیعتوں اور رنگی مشابہتوں کے قدرتی فرق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت  
 کی جامعیت اور کمالیت کا وہ قدرتی تجربہ ہے۔۔۔۔۔ جو لوگ اپنی تنگ نظری سے سب کو ایک ہی  
 حال اور شکل یا یک ہی رنگ میں دیکھنا چاہتے ہیں، وہ حقیقت انھوں نے دین کی وسعت و تنوع نبوی  
 کی جامعیت و کمالیت اور اللہ تعالیٰ کی تکریمی و تشریحی حکمت پر غور نہیں کیا ہے۔

ترک ما لا یحییٰ۔

(۱۸۳) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وآلِهِ وَسَلَّمَ هُوَ خَيْرٌ مِنْكُمْ وَأَمَّا هُوَ الْمَرْءُ تَوَكَّلْ وَمَا كَانَ يَتَّقِيهِ

عَلَيْهِمَا لَكَ دَرَاهِمٌ ابْنُ مَرْجَانٍ ابْنُ عَرَبَةَ وَالنَّوْصَلِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ

فِي تَعْلِيقِهِ لَا يَمَانُ عَنْهُمَا۔

(ترجمہ) حضرت علی بن الحسین زین العابدین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ آدمی کی اسلامیت کے خارج کمال میں سے

ہے، لیکن جو کہ جو بات اس کے لئے ضروری اور مفید نہ ہو اس کو چھوڑ دے۔

اس حدیث کو امام ائمہ نے خطاب میں اور امام احمد نے اپنی مستدرک میں حضرت علی بن ابی طالب

سے عسقلان روایت کیا ہے، اور اس میں اس نے صنف میں مستلاً حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے، اور امام ترمذی نے کہا میں اسے دیکھتی تھے، صاحب الامان میں اس حدیث کو اس طرح مستلاً و مستلاً ان دونوں بزرگوں سے روایت کیا ہے۔

(تفسیر) حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بے ضرورت اور بے فائدہ باتیں نہ کرنا اور ضرورت مندوں سے اپنے کو محفوظ رکھنا، انجان کا اتفاقاً اور آدمی کے، مسلمان کی رونق و زینت ہے، اسی نخصت کا مقصد اصطلاح میں عنوان ناموں کا معنی ہے۔

### چٹھویں :-

جن بڑی عادتوں کا تعلق زبان سے ہو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کو سنگین ٹھہرا اور گناہ عظیم قرار دیا ہو، اور جن سے بچنے اور پرہیز کرنے کی آپ نے سخت ترین تاکید فرمائی ہو، ان سے ایک چٹھویں بھی ہے۔ یعنی کسی کو ایسی بات دوسرے کو پہنچانا جو اس شخص کی طرف سے اس دوسرے کو ہر گمان اور ناواہل کر کے، جو بھی تعلقات کو خراب کرے، یہی بڑی عادت کا نام چٹھویں ہے۔ چنانچہ کہ آپس کے تعلقات کی دینی و دنیوی اور حشر و معاشرت اور باہم عمل و محبت تعلیم نبوی کے تقاضوں سے بڑا بہاؤ تھا کہ ایک حدیث میں بعض محدثوں سے اس کو عبادت بھی اہم قرار دیا گیا ہے، اس لئے جو چیز جو بھی تعلقات کو خراب کر کے بغض و عداوت اور مخالفت و منافرت پیدا کرے، نظر ہے کہ وہ بدترین وجوہ کی سمیت ہوگی۔ یہ چٹھویں چٹھویں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سخت ترین گناہوں میں سے ٹھہرایا ہے، اور کنوت میں سامنے آنے والے ہر سے انجام سے بڑی طرح ڈرایا ہے۔

(۱۸۵) عَنْ سَعْدِ بْنِ عَدِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ

يَقُولُ لَا يَكْفُرُ الْبَشَرُ مَا كَانَتْ عَادَةُ الْبَشَرِ فِي دَوْلَةِ سَعْدِ بْنِ عَدِيٍّ

(ترجمہ) حضرت سعید بن عدی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا

آپ فرماتے تھے کہ چٹھویں آدمی جنت میں داخل نہ ہو سکے گا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(تفسیر) مطلب یہ ہے کہ چٹھویں کی عادت ان سنگین گناہوں میں سے ہے جو جنت کے داخلہ میں رکاوٹ بننے والے ہیں، اور کوئی آدمی اس گندی اور شیطانی عادت کیساتھ جنت میں نہ جا سکے گا، ان

اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے کسی کو صاف کر کے یا اس جرم کی سزا دے کے اس کو پاک کرے تو اس کے  
پسندیدار عمل ہو سکے گا۔

(۱۸۶) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ وَوَضَعَكَ قَالَ يَا رَجُلًا وَاهِبًا اللَّهُ الَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُ  
لَهُ سُلْطَانٌ فِي شَيْءٍ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ مَا يَشَاءُ وَمَا يُخِطُّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَإِنْ يَخْلُقُ  
أَنْتَ أَشْفَقْتَهُ اللَّهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ

(ترجمہ) عبدالرحمن بن عمر اور اسماہ بنت جحش سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں جو نیچے کر اللہ پر دیکھے، اور بدترین بندے وہ ہیں جو سچائیوں کو کھانے والے، دوستوں سے بھارتی ٹانگے والے ہیں اور جو اسکے ظالمیہ اور سامی رہتے ہیں کہ اللہ کے پاک دامن بندوں کو کسی گناہ سے طوفا یا کسی عیبیت اور بدبختی میں مبتلا کریں۔

(مسند احمد، مشعب الامان، اللیثی)

**تشریح** اس حدیث میں اللہ کے اچھے بندوں کی یعنی اللہ والوں کی فضیلتی اور خیر خیر خیر خیر خیر  
انکے دیکھنے سے خدا یا اس کے اور بدترین انسانوں کو قرار دیا گیا ہے جو عادات و عقول میں اور چیلیاں  
کھا کھانے کے دوستوں میں جو مشاغل و نانا جن کی عادت اور جن کا دل کھپ چھتہ ہو، اور جو بندگاہ خدا کو بدنام اور  
پریشان کرنے کے ذریعے رہتے ہوں۔ پس آدمی کو چاہئے کہ وہ عجمت و محبت کچھ ایسے بندگی خدا  
کو تلاش کرے جن کے دیکھنے سے دل کی عظمت دور ہو، اور اللہ یاد آئے، اور جن کے پاس شیخ سے قلب ہے  
زمگی اور بیماری پیدا ہو، اور اسکے برخلاف جو نانا جن میں اور بڑی لوگ دوسروں کی بھلائی کے ذریعے  
رہتے ہوں، اور ان کو بدنام کرنا، اور نقصان پہنچانا جن کا خاصہ مشغلہ ہو ان سے بچنے اور ان کے لئے اثرات  
اپنے کو بچانے کی فکر کرنا ہے۔

(۱۸۷) عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
لَا يُبْرَأُ عَبْدٌ مِنْ أَصْحَابِي عَنِ أَجْرٍ شَيْءًا قَوْلِي أَوْجِبُ أَنْ أَخْرِجَ  
إِلَيْكُمْ وَأَنَا عَلَيْهِمُ الْكَلْبُ

رواہ ابو داؤد۔

(ترجمہ) حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اثر اور فرمایا۔ میرے ساتھیوں میں سے کوئی ایسی دوسرے کی بات مجھے نہ پہنچایا کرتی تھی  
 چاہتا ہوں کہ جہاں میں تم لوگوں میں آؤں تو میرا دل اسب کی طرف سے صاف) اور  
 ہے اور گہرو۔  
 (رسول باری داؤد)

(گفتار صحیح) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کے ذریعہ امت کو سبق دیا کہ  
 دوسروں کے غصوں اور باتیں سننے سے بچیں اور پورے مکرنا چاہتے ہیں سے اپنے دل میں بولگانی کی  
 صورت اور نینوں وغیرہ پہنچانے کا سامان جو (فیکس) واضح رہے کہ میں وہ حق پر مشرعی ضرورت اور  
 ذہنی صحت کا تقاضا ایسی باتیں کہنے یا سننے کا ہونا صحیح ہے اس سے متنبہ ہوں گے۔

**غیبت اور بہتان :-**

جس قسم کے غماز اور جو غلط ناک نیکے جھٹکوری سے پیدا ہوتے ہیں وہی بگڑان سے بھی کچھ  
 زیادہ سنگین قسم کے نیکے غیبت کہنے اور کسی پر بہتان لگانے سے پیدا ہوتے ہیں۔ غیبت چنانکہ  
 کسی بھائی کی ایسی بات یا کسی ایسے فعل یا عمل کا ذکر کیا جائے جس کے ذکر سے اس کو ناگوار یا ناگوار  
 اور تہمیت ہو اور جس کی وجہ سے وہ شخص حقیر و ذلیل یا مجرم سمجھا جائے۔ چونکہ غیبت سے ایک شخص کی عزت اور  
 اور بے آبروی ہوتی ہے اور اس کو بدنامی تکلیف پہنچتی ہے اور دلوں میں فتنہ و فساد کا بیج پڑتا ہے  
 چھلکے ترائی جھل جھل جھل میں بڑے خطرناک اور دلوں میں نکلنے ہیں۔ غیبت کو جس سخت ترین گناہ  
 قرار دیا گیا ہے اور اس کی انتہائی شہادت خود گندگی کو ذہن کشین کرنے کے لئے قرار دیا گیا ہے۔ اپنے  
 اور بھائی کا گوشت کھانے سے اس کو تشبیہ دی گئی ہے۔ ہر حال غیبت کو رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے اپنی تعلیم میں شہادت قرار دیا اور گتونی بدامالی اور گناہ کی بدتر اور ہے۔ اور  
 بہتان کا اور اس سے بھی آگے ہو بہتان اس کا نام ہے کہ اللہ کے کسی بندہ کی طرف ایسی کسی بڑی اور  
 بڑھتی کی نسبت کی جائے جس سے وہ بظاہر بڑی اور پاک ہو تاہم یہ کہہ کر بڑی عقاب کی بات ہو اور  
 ایسا کرنے والے اللہ کے اور اسکے بندوں کے سخت ترین مجرم ہیں۔ اس تیسرے کے بعد رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ چند حدیثیں پڑھئے :-

(۱۸۸) عَنْ أَبِي بَرْزَةَ الْأَسَدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 وَهَكَذَا يَكْفُرُونَ مِنْ أُمَّتِي يَا سَابِقُ وَأَخْرَجَهُ عِلْمُ الْإِيمَانِ كَمَا كُنْتُمْ لَا تَكْفُرُوا

الْمُسْلِمِينَ وَلَا تَلْبِسُوا كُفْرًا بِدِينِكُمْ وَاللَّهُ عَزِيزٌ عَلِيمٌ  
 فَذَرُوا اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ وَرَبَّهُ لِيُخَيِّرَ لَكُمْ دِينَكُمْ وَيُخَيِّرَ لَكُمْ

(رواہ ابو داؤد)

(ترجمہ) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ لوگو! جو زبان سے ایمان لائے ہو اور ایمان بھی ان کے دلوں میں نہیں آتا، ان کو مسلمانوں کی نمونہ نہ کیا کرو اور ان کے پیچھے ہونے سے بچو، کہ پیچھے نہ پڑا کرو (یعنی ان کی بھیجی ہوئی گزندوں کی توجہ نہ لگائے اور ان کی تفسیر کرنے میں دلچسپی نہ لیا کرو) کیونکہ جیسا کہ ہے لفظ کفر تعالیٰ کا معنی ہے، جس کے ساتھ ایسا ہی ہوگا، اور جس کے ساتھ کفر تعالیٰ کی طرف سے یہ معاملہ ہوگا، کفر تعالیٰ اس کو جس کے گھر میں داخل کر دے گا۔

(سنن ابی داؤد)

**تشریح** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی سلطان کی غیبت اور جس کے عیب اور کمزوریوں کی تفسیر میں دلچسپی لینا اور اس کی تائید و حماقت پر جو صرف ایسے ہی لوگوں کے لئے ہے جو صرف دنیا کے مسلمان ہوں اور ان نے ان کے دلوں میں گھر نہ کیا ہو

(۱۸۹) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ لَبَسَ كُفْرًا بِدِينِهِ لَمْ يَلْبَسْهُ إِلَّا لِيُخَيِّرَ اللَّهُ بَيْنَ دِينَيْهِ أَوْ يَلْبَسَهُ لِيُخَيِّرَ اللَّهُ بَيْنَ دِينَيْهِ أَوْ يَلْبَسَهُ لِيُخَيِّرَ اللَّهُ بَيْنَ دِينَيْهِ

(ترجمہ) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ جب مجھے کفر لپسائی تو (اللہ تعالیٰ کے پاس سفر میں) میرا گزر کہہ ایسے لوگوں پر جو ان کے ناموں میں کفر لپسائی ہے، وہ اپنے گھروں اور اپنے سینوں کو توجہ فرمائیے کہ تمہاری کہہ ہے، میں نے جبریل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں جو ایسے سخت عقاب میں مبتلا ہیں، جبریل نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو زندگی میں لوگوں کے گوشت کھا کر تھے

(یعنی اللہ کے بندوں کی غیبتیں کیا کرتے تھے) اور ان کی آرواں سے کھینچتے تھے۔ (سنن ابی داؤد)

(تشریح) ٹھاس کے اسی معنی میں کہیں اور آگ جب بالکل سرخ ہو تو اس کو بھی ٹھاس کہا جاتا ہے اس حدیث میں ٹھاس کے ماحول کا جو ذکر ہے بخلاف اس سے مراد یہ ہے کہ ان لوگوں کے ماحول جہنم کی آگ میں پھرنے شروع ہونے کے ساتھ کہے گئے ہیں اور یہ ان ماحول سے اپنے چہرے اور اپنے سینوں کو توجہ توجہ کے زخمی کر دیتے تھے۔ ان کیلئے عالم برزخ میں خاص طور سے یہ خزاں جسٹے تجویز کی گئی کہ زوی زندگی میں یہ عمر میں اللہ کے بندوں کا گوشت تو ہوا کرتے تھے یعنی غیبتیں کیا کرتے تھے اور یہ ان کا محبوب شغل تھا۔

(۱۹۰) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ فَكَارِبُو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 الْغَيْبَةُ أُمَّةٌ مِنَ الرِّبَا، كَالرِّبَا رِبَا مَوْلَى اللَّهِ وَكَرِهَتْ الْغَيْبَةُ أَكْرَهِي  
 مِنَ الرِّبَا قَالَ رَأَى الرَّجُلُ لِحْفَتِي فَيَكْتُوبُ فَيَكْتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِ دُونَ  
 فِي دِفْئِي فَيَكْتُوبُ فَيَحْفُوا اللَّهُ كَذَلِكَ مَسَابِقُ الْغَيْبَةِ لَا تَقْرَأُ لَهَا  
 كَلِمَةً يَخْتَرُهَا إِلَّا ضَاعَتْ حِسَابًا

(ترجمہ) حضرت ابوسعید خدری اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، غیبت ربا سے بھی زیادہ گنت اور گنہگار یعنی صحابہ نے عرض کیا کہ، حضرت غیبت ربا سے زیادہ گنہگار کو محسوس ہے؟ آپ نے فرمایا، ایسا یہ ہے کہ آدمی اگر بد بختی سے نہ ناکر لیتا ہے تو صرف توبہ کرنے سے اس کی مجال اور غیبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو سکتی ہو، اگر غیبت کرتے ہوں تو جو شخص کہ خود وہ شخص بھائی کرے جس کی جیسے غیبت کی ہو، اس کی حاقی اور شمش اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوگی۔

(شمس الایمان للسیوطی)

(۱۹۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ  
 إِنَّ دُونَ مَا الْغَيْبَةُ؟ قَالَ أَلَا اللَّهُ؟ وَرَسُولُهُ؟ أَعْلَمُ قَالَ وَسُئِلَ  
 أَعْلَمُ مَا يَكْرَهُونَ؟ قَالَ مَا كَرِهَ اللَّهُ لِقَوْمٍ كَانُوا يَكْرَهُونَ وَمَا كَرِهَ  
 لِقَوْمٍ كَانُوا يَكْرَهُونَ كَمَا كَرِهَ لِقَوْمٍ كَانُوا يَكْرَهُونَ وَمَا كَرِهَ  
 كَمَا كَرِهَ

رواہ مسلمہ

زیر تہمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ نصیحت کس کو کتنی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اللہ کے رسول ہی کو زیادہ علم ہے، آپ نے فرمایا: تمہارا اپنے کسی بھائی کو اس طرح ذکر کرنا جس سے اس کو ناگوار ہی ہو اور اس کو نصیحت ہو، کسی نے عرض کیا کہ: حضرت! اگر میں اپنے بھائی کو کسی ایسی بڑائی ذکر کروں جو واقعہً اس میں ہو (کہا گیا یہ بھی نصیحت ہے) آپ نے ارشاد فرمایا: نصیحت جب ہی ہوگی جبکہ وہ بڑائی اس میں موجود ہو اور اگر اس میں وہ بڑائی اور عیب موجود ہی نہیں ہے (جو تم نے اس کی طرف نصیحت کر کے ذکر کیا) تو پھر تو بہریمان ہوا (اور یہ نصیحت سے بھی زیادہ سخت اور سنگین ہے)۔

(صحیح مسلم)

(تشریح) اس حدیث سے نصیحت کی حقیقت، اور نصیحت اور بہتان کا فرق واضح طور پر

معلوم ہو جائے گا اور یہ بھی کہ بہتان نصیحت سے زیادہ سنگین قسم کا گنہگار ہے۔

(ق) یہاں یہ بات بھی ملحوظ رکھنی چاہیے کہ اگر اللہ کے بندوں کی تخریب خواہی یا کسی حضرت

اور مقصد کے انسداد کیلئے کسی شخص یا گروہ کی دائمی بڑائی دوسروں کے سامنے بیان کی جائے، یہ

ہو جائے یا اسکے علاوہ ایسے ہی کسی شرعی، اخلاقی یا تمدنی مقصد کا حاصل ہونا اس پر موقوف ہونا

پھر اس شخص یا گروہ کی بڑائی کا بیان کرنا اس نصیحت میں داخل نہ ہوگا جو شرعاً سلام اور گناہ کیسے چاہے

بلکہ بعض مصلحتوں میں تو یہ کاروبار ہوگا۔

پہاچہ حاکم کے سامنے ظالم کے خلاف گواہی دینا یا کسی پیشہ ورہم کے باڑکی حالت میں گواہی دینا

یا خبر کرنا تاکہ وہ سمجھ سکے دھوکے میں نہ آئیں، اور حضرات محدثین کا غیر تفرقہ اور غیر عادل راہروں پر ہونا

کرنامہ اور دین و شریعت کے محافظ علاوہ حق کا اپنی باطل کی غلطیوں پر لوگوں کو مطلع کرنا یہ سب ہی

قبیل سے ہے۔



(ترجمہ) حضرت محمد بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا میں جو شخص دو روز خا ہوگا (اور دنیا فتنوں کی طرح مختلف لوگوں سے مختلف قسم کی باتیں کہے گا) قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔  
(مسند ابی داؤد)

(تشریح) اچھے اعمال اور اچھے اخلاق جن پر کھوت ہیں، ثواب کے دوسرے ہیں مختلف قسم کے ہیں، اوزان کے دو بھی مختلف ہیں، اس طرح اوزان اور کوسے اخلاق جن پر عذاب کی دویمیں ہیں، دو بھی مختلف قسم اور مختلف اوزان کے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے علم و حکمت سے ہر شے کی اولیٰ کا ثواب و عذاب اس کے مناسب قدر فرمایا ہے، پس دو روز خا ہونے کی مناسبت سے (اس کی مناسبت سے) اس کی سزا قدر فرمائی گئی ہے کہ ایسے کوئی کے منہ میں وہاں آگ کی دو زبانیں ہوں گی، ان کے لئے عذاب ہے کہ جانوں میں سے لیجئے ساروں کی دو زبانیں ہوتی ہیں۔

یہاں یہ بات ہم سب کے لئے سوچنے کی ہے کہ جس بڑا عملیہ اور بڑا اخلاقیان حقیقت میں نہایت خطرناک اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت سنگین ہیں، لیکن ہم لوگ ان کو معمولی بات سمجھتے ہیں اور ان سے بچنے کی جتنی فکر کرنی چاہئے اتنی فکر نہیں کرتے، ایسی ہی برائیوں کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے: **بئس عجباً لو کانوا یعلمون ان کانوا عاقبتہم** "اور تم اس کو معمولی اور ہلکی بات سمجھتے ہو، حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ بہت سنگین اور بہت بڑی بات ہے"۔ یہ بڑی عادت (دو روز خا ہونے) ایسی باسی قبیل سے ہے، ہم جس سے بہت سے اس کو معمولی بات سمجھتے ہیں، اور اس سے بچنے کی فکر نہیں کرتے، حالانکہ ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتنا سنگین اور خطرناک گناہ ہے اور آخرت میں اس پر کتنا سخت عذاب پڑے گا۔



کتاب النبیؐ ..... : (تو انہی نے اسے دیکھا)۔

ان کے چہرے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سچائی کو لا کر پکڑ لو اور جھوٹے سچ ہی لو لو کہو کہ سچ بولنا سچ کے راستے پر مثال دیتا ہے اور سچ کی جنت تک پہنچا دیتی ہے اور آدمی جب ہمیشہ سچ ہی بولتا ہے اور سچائی ہی کو اختیار کر لیتا ہے تو وہ مقام صدقہ ثقیل تک پہنچ جاتا ہے اور اللہ کے یہاں صدقہ ثقیل میں گن لیا جاتا ہے۔ اور جھوٹ سے ہمیشہ بچنے پر جو کہ جھوٹ بولنے کی عادت آدمی کو بدکاری کے راستہ پر ڈال دیتی ہے اور بدکاری اس کو دوزخ تک پہنچا دیتی ہے اور آدمی جب جھوٹ بولنے کا عادی ہو جاتا ہے اور جھوٹ کو اختیار کرتا ہے تو انجام یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے یہاں کواہن میں گن لیا جاتا ہے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ سچ بولنا بڑا ہی نیک عادت ہے اور اس کی خاصیت بھی ہے کہ وہ آدمی کو زندگی کے دو سب سے پہلوؤں میں بھی نیک کر دے اور دھارم دینا کہ جنت کا سستی بنا دیتی ہے اور جھوٹ سچ بولنے والا آدمی مقام صدقہ ثقیل تک پہنچ جاتا ہے اسی طرح جھوٹ بولنا بڑا ہی نیک عادت ہے اور اس کی یہ خاصیت بھی ہے کہ وہ آدمی کے اندر نسل و جور کا میلان پیدا کرے اور اس میں پوری زندگی کو بدکاری کی زندگی بنا کر دوزخ تک پہنچا دیتی ہے نیز جھوٹ کی عادت مثال لینے والا آدمی کذابیت کے درجے تک پہنچ کر پورا لعنتی بن جاتا ہے۔

(۱۹۵) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ كَذَبَ كَذَبَتْ رُوحُهُ إِلَى اللَّهِ فَكَانَ فِي عَذَابٍ مُّهِينٍ قَالَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَذَبَ كَذَبَتْ رُوحُهُ إِلَى اللَّهِ فَكَانَ فِي عَذَابٍ مُّهِينٍ قَالَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَذَبَ كَذَبَتْ رُوحُهُ إِلَى اللَّهِ فَكَانَ فِي عَذَابٍ مُّهِينٍ

ذَلِكَ مَثَلُ ذُنُوبِكُمْ ۖ وَإِن تَتُوبُوا إِلَىٰ اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمُ ۚ  
 (اور اللہ سے توبہ کرو، اور تم لوگوں کی دل چل چکی ہے۔)

ترجمہ: احمد انور بن ابی قزاق سے روایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن وضو کیا تو آسمان کے سماء وضو کا پانی بنے کے گرا ہے چروں اور جھوں پر اترنے لگے، آپ نے فرمایا: مگر تم لوگوں پر اس فعل پر آگاہ کرنی ہے۔ وہ کہنے لگا: کیا تم سے یہ کام گرا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: کہ ہاں۔ اس کے بعد رسول کی بخت اٹھائی کہ یہ جواب سن کر آپ نے فرمایا: جس شخص کی یہ خوشی ہو، اور وہ یہ چاہے کہ اس کو اللہ و رسول سے غیظی بخت ہو، یا یہ کہ اللہ و رسول اس سے بخت کریں تو اسے چاہئے کہ جب وہ باتنا کہے تو ہمیشہ پگ بولے اور عیب کوئی نہ کہے اس کے سپرد کی جائے تو اسے لاشعرا بخت کے بغیر اس کو آؤا کہے اور جس کے بڑوس میں اس کا رہنا ہو اس کے ساتھ بہتر سلوک کرے۔ (شعب الایمان للسیوطی)

ترجمہ صحیح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ و رسول کی بخت ادا کرنے کے ساتھ ہی غیظی کا اقلین تقاضا ہے کہ کوئی ہمیشہ پگ بولے اور اللہ و رسول کو شکار نہ کرے اور عیب اور خیانت سے کامل پرہیز کرے، اگر یہ نہیں تو بخت کا دعویٰ ایک سبب جاہلانہ اور ایک طرح کا نفاق ہے۔

(۱۹۶) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصَّامِتِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا رَأَيْتُمُ الْمَرْءَ إِذَا تَلَا الْقُرْآنَ تَغَيَّرَ لَوْنُهُ أَوْ نَفْسُهُ تَغَيَّرَ لَوْنُهُ أَوْ إِذَا رَأَيْتُمُ الْمَرْءَ إِذَا تَلَا الْقُرْآنَ تَغَيَّرَ لَوْنُهُ أَوْ نَفْسُهُ تَغَيَّرَ لَوْنُهُ أَوْ إِذَا رَأَيْتُمُ الْمَرْءَ إِذَا تَلَا الْقُرْآنَ تَغَيَّرَ لَوْنُهُ أَوْ نَفْسُهُ تَغَيَّرَ لَوْنُهُ

(مدلولہ احمد ابی یوسف، شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت محمد بن ابی عمارت رضی اللہ عنہ سے روایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ تم جو باتوں کے شناس ہو جاؤ اور ان کی قوم پڑھتی پڑھتی

تو میں تمھارے لئے جنت کی ذمہ داری لیتا ہوں (جو وہ فقہ ہاتھی یہ ہیں) جب بات کر دو  
 ہمیشہ پہنچا لو، جب کسی سے وعدہ کرو تو اس کو پورا کرو، جب کوئی امانت تم کو سپرد  
 کی جائے تو اس کو ٹھیک ٹھیک ادا کرو، اور حرام کاری سے اپنی شرکھاہوں کی  
 حفاظت کرو، اور جو چیزیں دہلی کی طرف نظر کرنے سے منع فرمایا گیا ہے ان کی طرف سے  
 آنکھیں بند کرو یعنی کوشش کرو کہ گناہ پر نظر نہ پڑے، اور جن جوتھوں پر ہاتھ  
 روکنے کا حکم دیا گیا ہے وہیں ہاتھ روکو (یعنی ناجی کسی کو نہ مارو نہ مٹاؤ، نہ کسی کی  
 کوئی چیز چھیننے کے لئے ہاتھ بڑھاؤ وغیرہ وغیرہ)۔

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایمان لے آیا ہے اور ذرا نفع و ارکان ادا  
 کرتا ہے اور نہ کورہ بالا چھ بنیادی اخلاق (صدق و امانت وغیرہ) کا بھی اپنے کو پابند بناتا ہے  
 تو پھر یقیناً وہ جنتی ہے، اور اس کے لئے اللہ و رسول کی طرف سے جنت کی ضمانت اور بشارت ہے۔

### تجارت میں صدق و امانت :-

(۱۹۶) مَنْ أَمَّا سَعِيدًا كَانَ خَالِيًا رَسُوْلًا اللَّهُ حَلِيْمًا سَعِيدًا  
 الشَّاحِرُ الظُّكْرُوفِيُّ وَالْمُؤْمِنُ مَعَ الشُّعْبَيْنِ كَالْحَبْلِ فِيْنَ وَاللَّهُ عَدُوٌّ  
 (رواہ الترمذی ولفظہ ما بعدہ عن ابی ہریرہ)

(ترجمہ) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :- سچا اور امانت دار اور سوادنیسا اور صحت مند ہونے اور شہداء  
 کے ساتھ ہو گا۔ (جامع ترمذی و مستدراری، سنن دارقطنی)

(تشریح) اس حدیث نے واضح طور پر یہ بھی بتایا کہ قرب خداوندی کے اہل سے اہل  
 معاملات ہمارے ہونے کے لئے بھی دنیا اور شاہل دایا چھوڑنا ضروری نہیں، بلکہ ایک سوادنیسا  
 میں بیٹھ کر رسول کے احکام کی فرمائش داری اور صدق و امانت جیسے دینی قوانین کی پابندی

کے ذریعہ آخرت میں حضراتِ نبویہ اور صدرِ نبیین و شہداء کی معیت اور رفاقت تک پہنچائی کر سکتا ہے۔

(۱۹۸) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رِجَاءٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الشَّجَارَةُ تُحْسِنُ رُؤْفَتَ الْفِيلِ فَوَجَّاهَا لِيَا مَكِينًا لِيُفِي ذُرِّيَّ وَرُوَّكَاءَ فِي - (رواه الترمذی وابن ماجہ والدارمی)

(ترجمہ) چھوٹے درختوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تاجروں کی تجارت کے دن بڑکارا جائے گا جس سے زمین عام تاجروں کا حشر بڑکاروں کا سا ہوگا (سولے ان ذوالحجہ سن ۱۰۰۰ھ خود پرست تاجروں کے جنموں نے اپنی تجارت میں تقویٰ کی اور حسین صلوک اور سچائی کو برتا ہوگا۔ (جامع ترمذی سنن ابن ماجہ مستدرک)

## جھوٹ اور خیانت ایمان کے مشافی ہیں :-

(۱۹۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ يَجْلِسُ إِلَى النَّاسِ عَلَى الْبَيْتِ لِيَأْتِيَهُمْ وَأَلَّا يَكُونُوا فِي شَيْءٍ إِلَّا وَجَّاهَا لِيَا مَكِينًا لِيُفِي ذُرِّيَّ وَرُوَّكَاءَ فِي - (رواه ابن ماجہ والدارمی)

(ترجمہ) حضرت ابوامرؤا بن ابی رہی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مومن کی طبیعت اور فطرت میں ہر غصہ کی گنجائش ہے۔ مومن نے خیانت اور جھوٹ کے - (مسند احمد شریف لابن ماجہ)

(تفسیر صحیح) مطلب یہ ہے کہ مومن اگر واقعی مومن ہو تو جھوٹ اور خیانت کی اس کی فطرت میں گنجائش نہیں ہو سکتی اور دوسری چیزیں اور کج رویاں اس میں ہو سکتی ہیں لیکن خیانت اور جھوٹ جیسی خاص بات فطرتاً سے مومن کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی ہیں اگر کسی میں یہ چیزیں

عامین موجود ہوں تو اسے جھٹ بھانپتے تو اس کو ایمان کی حقیقت ابھی نصیب نہیں ہوتی ہے اور اگر اپنی اس عروسی پر وہ مطمئن نہیں رہتا جتنا ہے تو اس کو ان تملات ایمان حادثوں سے اپنی زندگی کو پاک کرنا چاہئے

## جھوٹ کی گندگی اور شرابہند :-

۲۰۰ عَنِ ابْنِ مَسْرُودٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
رَدَّ أَكْبَادَ الْعَيْنِ نَسَاخَةً أَمْ كَثْرَةَ الْمَلَائِكَةِ وَمِنْ كَثْرِهِمْ مَا جَاءَ بِهِ  
(رواہ ابن مسعود)

(ترمذی) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتے اس کے جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے ایک میل دور چلا جاتا ہے۔ (جان ترمذی)

دکھتہ شرح اس طرح اس نامی عالم کی نادمی چیزوں میں خوشبو اور بدبو ہوتی ہے اور اچھے اور بُرے اعمال اور کلمات میں بھی خوشبو اور بدبو ہوتی ہے جس کو اللہ کے فرشتے اس طرح سن لیتے ہیں جس طرح ہم یہاں کی مادی خوشبو اور بدبو کو محسوس کرتے ہیں اور گہنی بھی وہ اللہ کے بندوں کو محسوس کرتے ہیں جن کی روحانیت ان کی ادبیت پر غالب آجاتی ہے۔

## بڑی سخت خیانت :-

(۲۰۱) عَنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْجَعْفَرِيِّ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَثْرَةِ عَيْنِ الْخَائِنِ مَا أَجَابَ  
عَنْهَا وَجَّهًا بِمُصَلِّ قَدْ وَافَقَ بِمُصَلِّ قَدْ  
(رواہ ابو داؤد)

دترمجد، سفیان بن اسید حضری سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے آپ فرماتے تھے: یہ بہت ہی بڑی خبیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے کوئی بات جھوٹی بیان کرو، درانحالیکہ وہ تم کو اس بیان میں سچا سمجھتا ہو۔

سنن ابی داؤد،  
 (تشریح) مطلب یہ ہے کہ جھوٹ اگرچہ بہر حال گناہ ہے اور بہت سنگین گناہ ہے لیکن بعض خاص کمزور قبیل میں اس کی سنگین اور نہیں زیادہ بڑھ جاتی ہے، ان ہی قبیلوں میں سے ایک قبیلہ یہ بھی ہے کہ ایک شخص تم پر پورا بھروسہ اور اعتماد کرے اور تم کو باکھل سمجھ سکے اور تمہیں کے اعتبار اور سچائیوں سے نا بجا لڑاؤ نہ اٹھا کر تم سے جھوٹ بولو، اور اس کو دھوکا دو۔

جھوٹی گواہی :-

(۲۰۳) عَنْ حُرَيْرِ بْنِ قَانِدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَبْدُوا إِلَى الصَّبِيحِ قَالُوا أَنْصَرَفَتْ قَائِمٌ فَأَمَّا قَتَالُ بْنُ عَبْدِ كَثَّابٍ فَكَهَانَهُ النَّوْزُ وَالْبُؤْسُ الْمَلِكُ بِاللَّهِ تِلْكَ مَعْرَافَتُكُمْ مَنْ فَاخْتَبَيْتُمُوهُ لَمْ يَجْعَلْ بَيْنَ الْأَذْقَانِ وَاجْتَبَيْتُمُوهُ قَوْلُ الْمَرْءِ رِخْفَةٌ وَإِيْدُو عَسِيرٌ مُشِيرٌ حَسِينٌ يَمُحُ  
 رواه ابوداؤد وابن ماجه

دترمجد اشرف بن قانک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صبح کی نماز پڑھی، جب آپ اس سے فارغ ہوئے تو ایک دم کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ۔ جھوٹی گواہی اشراک باللہ کے برابر گوی گئی، یہ بات آپ نے تین دفعہ ارشاد فرمائی، اور قرآن مجید (سورہ حج) کی آیات تلاوت فرمائی: لَمْ يَجْعَلْ بَيْنَ الْأَذْقَانِ وَاجْتَبَيْتُمُوهُ قَوْلُ الْمَرْءِ رِخْفَةٌ وَإِيْدُو عَسِيرٌ مُشِيرٌ حَسِينٌ يَمُحُ، اور تین کی یعنی بُت پرستی کی گندگی سے بچو

اور بھوٹی پاستا کھنے سے بچتے رہنا صرف ایک اللہ کے ہو کر کسی کو اس کے ساتھ  
شریک نہ کرتے ہوئے۔  
رسول اللہ ﷺ اور اہل بیت علیہم السلام

تشریح) ابھی اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ ہر بھوٹ گناہ ہے لیکن اس کی بعض قسمیں  
اور بعض صورتیں بہت ہی بڑا گناہ ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ کسی تھنہ اور معاملہ میں  
بھوٹی گوہی دی جائے اور اس بھوٹی گوہی کے ذریعہ کسی اللہ کے بندہ کو نقصان پہنچایا  
جائے۔ سورہ حج کی مذکورہ بالا آیت میں بھوٹ کی اس قسم کو شریک اور بت پرستی کے ساتھ ذکر  
کیا گیا ہے اور دونوں سے بچنے کی تاکید کے لیے ایک ہی لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ قرآن مجید کے  
اسی طرز بیان کا حوالہ دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں یہ ارشاد فرمایا کہ  
بھوٹی گوہی ایسی گندگی میں اور اللہ کی ناراضی اور لعنت کا باعث ہوتی ہے شریک باللہ کے  
ساتھ جوڑ دی گئی ہے اور یہ بات تکب نے تین بار ارشاد فرمائی، اور کھڑے ہو کر ایک شخص بلالی  
انداز میں ارشاد فرمائی۔

اور چنانچہ ترمذی کی ایک دوہری روایت میں ہے کہ آپ نے ایک دن صحابہ سے ارشاد  
فرمایا، اور تین دفعہ ارشاد فرمایا: کیا میں تم لوگوں کو بتاؤں کہ سب سے بڑے گناہ کون کون ہیں؟  
پھر آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شریک کرنا، اللہ کی ناراضی کرنا اور معاملات میں بھوٹی  
گوہی دینا اور بھوٹ بولنا، راوی کا بیان ہے کہ پہلے آپ مبارک انگلی سے بڑے بیٹھے تھے لیکن  
پھر سیدھے ہو کر بیٹھے گئے اور بار بار آپ نے اس ارشاد کو دہرایا، وہاں تک کہ ہم نے کہا کہ کاش  
آپ تکب خاموش ہو جاتے۔۔۔ یعنی اُس وقت تکب پر ایک ایسی کیفیت طاری تھی اور  
آپ ایسے جوش سے فرما رہے تھے کہ ہم عسوی کر رہے تھے کہ آپ کے قلب مبارک پر اس وقت  
بڑا جھٹکا ہے، اس لیے جی چاہتا تھا کہ اس وقت تکب خاموش ہو جائیں، اور اپنے دل پر  
اتنا بوجھ نہ ڈالیں

## جھوٹی قسم :-

(۲۰۳) عَنْ اَبِي اَسْمَاءَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 وَمَنْ مَنَّ مِنْكُمْ عَلَى يَمِينٍ صَبْرًا وَهُوَ لَيْسَ بِهَا جَارٍ فَصَلَّاهُمْ بِهَا مَا لَمْ  
 يَمُرَّ بِمُسْلِمٍ فَقِي: اللَّهُ يَوْمَ الْاَعْتَابَةِ وَهُوَ عَلَيْهِمْ قَضَابَانِ

(رداوا البخاری و مسلم)

ترجمہ حضرت ابو اسماء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے حاکم کے سامنے جھوٹی قسم کھائی تاکہ اس کے نزدیک کسی مسلمان آدمی کا مال مارے، تو قیامت کے دن اللہ کے سامنے اس حال میں اس کی پیشی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اس پر تین غضبناک اور نادموں پر اسے لگے۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۲۰۴) عَنْ اَبِي اَسْمَاءَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 وَمَنْ مَنَّ تَمِيًّا اَوْ كَلَمَةً حَقًّا اَمْرًا مَشِيئًا يَسْبِيهِمْ فَقَسَدَ اَذْيَابُ اللَّهِ  
 لَهُ النَّسَاءَ وَخَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ كَقَالِ كَذَّابٌ وَرَانَ كَمَا  
 تَرَى تَجْرِيسًا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ كَرَانَ كَمَا تَقْضِيهَا مِنْ اَرَافِكِ

(رداوا مسلم)

ترجمہ حضرت ابو اسماء باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق ناجائز طور سے مار لیا، تو اللہ نے ایسے آدمی کے لیے وہ رخ ڈھب کر دیا ہے اور جنت کو اس پر حرام کر دیا ہے۔ حاضرین میں سے کسی شخص نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! اگرچہ وہ کوئی مسرتی ہی چیز ہو (یعنی اگر کسی نے کسی کی بہت معمولی

سکا چیز قسم کھا کر ناجائز طور سے حاصل کر لی۔ تو کیا اس صورت میں بھی روزِ خ  
اس کے لیے واجب اور جنت اس پر حرام ہوگی؟ آپ نے فرمایا: ہاں  
اگرچہ جنگلی درخت پہلو کی شمشیر ہی ہو۔

(تشریح) یعنی اگر بالکل جموٹی اور بالکل بے حیثیت قسم کی کسی کی کوئی چیز بھی جموٹی  
قسم کھا کر کوئی حاصل کرے گا تو وہ بھی روزِ خ میں ڈالا جائے گا۔

(۲۰۵) عَنْ الْأَسْعَدِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ لَا يَنْتَهِي بَعْضُ مَا لَا يَنْتَهِي الْفَلَا وَهُوَ أَشْبَهُكُمْ —

(رواہ ابو داؤد)

ازرحمہ اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی کا مال جموٹی قسم کھا کر مارے گا وہ اللہ کے سامنے  
کوڑھی ہو کر پیش ہوگا۔ (سنن ابی داؤد)

(تشریح) ان تینوں حدیثوں میں اس شخص کا انجام بیان کیا گیا ہے جو کسی معاملہ اور مقدمہ  
میں جموٹی قسم کھا کر دوسرے فریق کا مال مارے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو والی پہلی حدیث میں فرمایا  
گیا ہے کہ قیامت کے دن جب خدا کے دربار میں اس کی پیشی ہوگی تو اس شخص پر اللہ تعالیٰ کا کلمہ  
غضب ہوگا۔ كَلِمَةٌ بِاللَّهِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ۔ اور حضرت ابو امامہ والی

دوسری حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ ایسے شخص پر جنت حرام ہے اور روزِ خ کا اس کے لیے لازمی  
دور طعی فیصلہ ہے۔ اور اشعث بن قیس کی اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ ایسا شخص تباہی کے  
دن کوڑھی ہو کر خدا کے سامنے پیش ہوگا۔ اللہ کی بناء اکتفی جنت ہیں یہ تینوں ترائیں اور  
ظاہر ہے کہ ان میں باہم کوئی منافات اور تضاد نہیں ہے، لہذا اگر یہ شخص اس گناہِ عظیم سے توبہ  
اور تلافی کر کے دنیا سے نہیں گیا ہے۔ تو پھر ان حدیثوں کا تقاضا یہی ہے کہ اس کو یہ سب کچھ  
پیش آئے گا، اور وہ یہ سارے عذاب چلے گا۔

اور واقعہ ہے کہ حاکم کی حدیث میں خدا کی قسم کھا کر اور خدا کو گواہ بنا کر اور بڑے جھوٹے  
 بولنا اور کسی بندہ کو ان بارے کے لیے یا ان کو بے آبرو کرنے کے لیے خدا کے ایک نام کو استعمال  
 کرنا ہے بھی ایسا ہی بڑگانہ کہ اس کی سزا جہنم میں سخت دی جائے میں حکمت ہے۔

وہم و من ابین و ذرین انکسین خلقی اللہ عذبتکم و ستکم قال انکسین  
 لا یستدکونہم اللہ یوم القیامت و لا یظنر الیہم و لا ینزلہم  
 و لہم من ابین الیوم قال انیو ذرینا بو او نصیر و امن ہم  
 یادشون اللہ مانی انکسین و انکسین و انکسین سیدتہم  
 بالحقین انکسین و منہم ..... رواہ مسلم

(ترجمہ) حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں کوئی ایسے نہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ  
 سے اس سے ہر کلام ہوگا اللہ ان پر عنایت کی نظر کرے گا اور نہ گناہوں اور گناہوں  
 سے ان کو پاک کرے گا اور ان کے لیے دوزخ ہوا ہے۔ ابو ذر غفاری نے  
 عرض کیا: یہ لوگ تو ناراد ہوشے اور بولے میں پڑے ہیں، ان میں کون کون میرا  
 آپ نے فرمایا: اپنا تہجد صبح سے شے لگانے والا درجیا کر شکرہوں اور مضرہوں  
 کا طریقہ ہے اور احسان پینانے والا اور جھوٹی قسمیں کھانے والا اور اجلاسے والا۔

(صحیح مسلم)

(تشریح) جس طرح حاکم اور صحیح کے سامنے کسی معاملہ میں جھوٹی قسم کھانا اللہ تعالیٰ کے  
 ایک نام کا عنایت غلط اور ناپاک استعمال ہے اسی طرح اپنے سوا کسی کو لینے کے لیے گواہی کے  
 سامنے جھوٹی قسم کھانے کے اس کو عقین والا نام بھی اسم آسمی کا عنایت ہے عمل استعمال اور بڑی دنی  
 حرکت ہے، اس لیے یہ بھی جھوٹ کی عنایت سنگین قسم ہے اور قیامت میں ایسے غمیں کو دردناک  
 عذاب دیا جائے گا اور اپنی اس ذلیل یہ کہنا رہی کی وجہ سے یہ کہ اب تا آخرت میں اللہ تعالیٰ

کی ہم کلامی اور اس کی نظر کریم اور گناہوں کی بخشش سے مردم رب کا۔

جھوٹ کی بعض خفیہ قسمیں :-

جھوٹ کی چند سنگین قسموں کا ذکر تو اوپر ہو چکا، لیکن بعض جھوٹ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو بہت سے لوگ جھوٹ ہی نہیں سمجھتے، بلکہ ان کو وہ بھی جھوٹ ہی میں داخل ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بھی پرہیز کرنے کی تاکید فرمائی ہے، ذیل کی حدیثوں میں جھوٹ کی بعض ایسی ہی صورتوں کا ذکر ہے۔

(۲۰۶) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : مَا وَرَاءَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعٌ فِي بَيْتِنَا فَقَالَ لَيْسَ هَذَا تَعَالَى مُعَلِّمُكَ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا آرَدْتَ أَنْ تُعَلِّمِي ؟ فَقَالَ لَهَا : آرَدْتُ أَنْ تُعَلِّمِي فَهَمَزَةٌ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَمَا أَفَدَيْتِ كَوْفَرُ تَعَلِّمِي فَكَيْفَ تَعَلِّمِي كَيْفَ تَعَلِّمِي ؟

(ترجمہ: اے عوام! وہاں وہاں ہے اللہ تعالیٰ کی تعلیم (ایمان))

انور رحیم، عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چارے گھڑیں تشریف فرما تھے، میری والدہ نے مجھے پکارا اور کہا بڑھ کے آؤ میں تجھے کچھ دوں گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری ماں سے فرمایا: تم نے اس بچے کو کیا چیز دی ہے؟ کا ادا وہ کیا ہے؟ میری ماں نے عرض کیا میں نے اس کو ایک بھردہ دیئے گا، ادا وہ کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ادا وہ کچھ اگر اس کہنے کے بعد تم اس بچے کو کوئی چیز نہ دے سکتی، تو تمہارے نامہ اعمال میں ایک جھوٹ لکھا جاتا۔ (سنن ابوداؤد، مشعب الامان، البیہقی)

ان شریح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا اصل منشا ایسے کہ بچوں کو بھلائے

کے لیے بھی جھوٹ کا استعمال نہ کیا جائے اور جو کوئی اس کی زبان جھوٹ سے آلودہ ہوئی، وہ نہ چاہیے  
 مظلوم اور اس کی ایک بڑی محنت یہ بھی ہے کہ ماں باپ اگر خود سے جھوٹ بولیں گے اگر چنانچہ  
 بقصد صرف سہارا دہی جو پھر بھی نپتے اُس سے جھوٹ بولنا سیکھیں گے اور جھوٹ بولنے میں نہ  
 کوئی تباہت نہ سمجھیں گے۔

(۲۰۹) عَنْ نَجْرَةَ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَيْنَا لَيْعُونَ يُعْتَدُونَ لَكَ فَكَيْفَ ذَكَرْتُ لَيْعًا جَلِيدًا الْقَوْمِ  
 وَتَيْنَا لَيْعًا ذَلِيلًا لَعَنَ (رواه: محمد، والعزيمى وابو داود والنسائي)

(ترجمہ) ہم نے ان لیسوں پر واسطہ ہے، والد معاد یہ کہ اپنے دادا احدیہ سے روایت کرتے ہیں  
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لوگوں کو بٹسانے کے لیے اپنے بیان  
 میں جھوٹ بولے اُس پر اٹھویں آس پڑا تو سوس۔

(مسند احمد، جامع ترمذی، مشن الیہ ماؤد اور ارباب)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ صرف اُلف و محبت اور پیوستہ ہنسائے کے لیے جھوٹ بولنا بھی بڑی  
 آیت اور بڑی عادت ہے، اگر چہ اُس سے کسی کو نقصان نہیں پہنچتا، لیکن افسوس خود بولنے والے  
 کی زبان جھوٹ سے آلودہ ہوتی ہے، دوسرے جھوٹی باتوں سے اہل ایمان کے دل میں جو نفرت  
 بونی چاہیے، اس میں بھی کمی آتی ہے، اور تیسری خرابی یہ ہے کہ لوگوں میں جھوٹی باتیں کرنے کی  
 عادت اس سے پیدا ہوتی اور جھوٹ کے رواج کو مدد ملتی ہے۔

(۲۱۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صَلُّوا بِالنَّسْرَةِ كَيْفَ تَبَايَنَ يُعْتَدُونَ لَكَ بِصَلِّيْنَا نَا نَعِيمَةً (رواه: مسلم)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے فرمایا کہ: آدمی کے لیے یہی جھوٹ کافی ہے کہ وہ جو کچھ سنتے اُسے

(صحیح مسلم)

بیان کرتا پھرے۔

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ ہر قسمی منافی بات کو بغیر تحقیق کے بیان کرتے پھرنا بھی ایک وجہ کا بھوٹ ہے اور جس طرح جان بوجھ کر بھوٹ بولنے کی عادت دیکھنے والا آدمی قابلِ مبالغہ نہیں ہوتا اسی طرح یہ آدمی بھی لائقِ عقاب نہیں رہتا۔ — بہر حال مومن کو چاہئے کہ وہ نفسی قسم کے ان سب بھوٹوں سے بھی اپنی زبان کی حفاظت کرے۔

### خیانت کی بعض نفی قسمیں :-

جس طرح بعض بھوٹ ہیں قسم کے ہیں کہ بہت سے لوگ ان کو بھوٹ ہی نہیں سمجھتے، اسی طرح خیانت کی بھی بعض صورتیں ایسی ہیں کہ بہت سے لوگ ان کو خیانت ہی نہیں جانتے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں بھی امت کو واضح طور پر آگاہ ہی دی ہے، اس سلسلہ میں ذیل کی حدیثیں پڑھئے۔

(۲۰۹) حَقٌّ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: **كُلُّ بَيْعٍ بَرٍّ اَوْ نَكِيٍّ اَوْ اَلَيْسَ بِرَبِّهِ اَوْ اَلَيْسَ بِرَبِّهِ**

(رواه الشرحی)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ابو ایبشیر بن التیمان سے فرمایا: جس سے کسی معاملہ میں مشورہ کیا جائے، وہ ان میں امین ہے اور اس کے سپرد امانت کی جاتی ہے۔

(جامع ترمذی)

(تشریح) ابو ایبشیر بن التیمان نے ایک معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ چاہا، اس موقع پر آپ نے ان سے ارشاد فرمایا: تمیں کا مطلب یہ تھا کہ جس سے کسی معاملہ میں مشورہ لیا جائے، اُسے چاہیے کہ وہ عیبی کو سے مشورہ چاہئے، ورنہ ہی کو اعتماد اور بھروسہ کے قابل سمجھ کر اُس سے مشورہ چاہا ہے اور اپنی ایک امانت ہی کے سپرد کی ہے، لہذا

آئے جاہلے کہ جی امانت ادا کرنے میں کوتاہی نہ کرے، یعنی اپنی طرح سوچ کچھ نہ شور و  
 ذہن پر اس کی بات کو مانیں گئے، اگر ایسا نہیں کرے گا تو ایک درجہ کی نجات کا مجرم ہوگا۔

(۲۱۰) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ الشَّيْخِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 قَالَ إِذَا كُنْتَ مِنَ الْوَسْطِ فَتَلْعَبْ بِلِسَانِكَ فَتَقْتَلِبْ فِيهَا مَا سَأَلَ —

رداء (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ  
 ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنی کوئی بات کہے اور پھر ادا کر دیکھے  
 تو وہ امانت ہے۔ (جابر ترمذی سنن ابی داؤد)

انتہائی مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص غم سے بات کہے اور وہ زبانی تم سے نہ کہے کہ  
 اس کو راز رکھنا، لیکن اس کے کسی عذر یا نذر سے نہیں محسوس ہو کہ وہ نہیں چاہتا ہے کہ اس کی یہ بات عام  
 لوگوں کے علم میں آئے تو پھر اس کی یہ بات امانت ہی ہے، اور امانت کی طرح تم کو اس کی ضمانت  
 کرنی چاہئے، اگر ایسا نہ کیا اور دوسروں کو بتائے پھیرا یا، تو تمہاری طرف سے امانت میں نجات  
 ہوگی اور تمہیں خدا کے سامنے اس کا جواب دینا ہوگا۔

لیکن دیکھ دو دوسری حدیثوں میں ضمانت فرمایا گیا ہے کہ: اگر کسی بندہ کے ناخن قتل یا لہجی  
 آبرو پر لڑی یا اس کو مالی نقصان پہنچانے کی کوئی سازش تمہارے علم میں آئے، تو پھر ہرگز اس کو  
 دائر میں نہ رکھو، بلکہ غلطی سے اس سے مطلع کرو۔ وہ حدیث بھی یہیں پڑھی ہے۔

(۲۱۱) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 يَقُولُ بَيْنَمَا نَفِي وَأَنَا نَائِمٌ تَلَعَبْتُ بِلِسَانِي فَتَقَلَّبْتُ فِيهَا مَا سَأَلَ  
 فَذُوقْ حَوَارِظًا وَرَأْمًا قَطَا حَيْ مَالٍ بَعْدَ حَيْ

رداء (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں، امانت داری کے ساتھ تو، (جیسی کسی مجلس میں  
 رازداری کے ساتھ جو مشورہ یا فیصلہ ہو، اپنی مجلس امانت سمجھ کر اس کو راز میں  
 رکھیں، لیکن تین مجلسوں اس سے مستثنیٰ ہیں۔) ایک وہ جس کا تعلق کسی کے  
 خونِ ناسق کی سزاؤں سے ہو، اور دوسرے وہ جس کا تعلق کسی کی عصمت و عفت  
 لوٹنے کے مشورہ سے ہو، اور تیسرے وہ جس کا تعلق بھروسے کی حق کے کسی کو مان  
 چھیننے سے ہو۔" (سنن ابن ماجہ)

(تفسیر صحیح) ان تین باتوں کو بھی صرف خالص سمجھنا چاہئے اور دشمنی سے کہہ کر کسی مجلس  
 میں کسی عصمت اور ظلم کے لئے کوئی سازش اور کوئی مشورہ کیا جائے، اور تم کو بھی اس میں شریک  
 کیا جائے تو پھر ہرگز اس کو راز میں نہ رکھو، بلکہ اس صورت میں تمہاری دیانت داری اور امانت داری  
 کا تقاضا یہ ہے کہ ظلم و عصمت کے اس منصوبہ کو ناکام بنانے کے لئے جن کو اس سے باخبر کرنا تم  
 ضروری سمجھو، ان کو ضرور باخبر کر دو، اگر ایسا نہ کرو گے تو اللہ کے سن میں بھی خیرات نہ ہوگی اور جہنم  
 کے عذاب میں ہوگی۔

اختلاف اور فتنہ کو ختم کرنے کیلئے اپنی طرف سے کچھ کھدینا چھوٹ نہیں ہے۔

(۲۱۲) عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ كَانَتْ أَيْدِيهِ تَبْتَغِي الْبِرَّ وَالنَّجَاتِ وَالْحَيَاةَ  
 وَالْخَيْرَ خَيْرًا... (رواه البخاری، مسلم)

(ترجمہ) ام کلثوم (رضت علیہا السلام) سے روایت ہے کہ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ آویں بھولنا اور گنہگار نہیں ہے جو باہم لانے  
 والے آدمیوں کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کرے، اور اس سلسلہ میں  
 ایک فریق کی طرف سے دوسرے فریق کو خیر اور صلح کی باتیں پہنچائے، اور

راہ چھانڈنے والے اچھے باپ ہیں کہہ سکتے ہیں۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

اگر کسی طرح کی بھی دیرسا ہو اسے کہ وہ شخصوں یا دو پارٹیوں کے درمیان سخت نزاع اور  
 دشمنی ہے اور ہر فریق دوسرے کو اپنا دشمن سمجھتا ہے، اور ہر ایک کے نتیجے میں بڑے بڑے اثر  
 اور نقص پیدائے ہوئے ہیں، میں کہیں تو خون، نوابیہ، قتل و غارت اور آبرو و عزت کی تکلیف تہ تیغ  
 ہوتی ہے، انہی حالات کے باعث میں ہر طرف سے ظلم اور تعدی کو اپنا حق سمجھا جاتا ہے، ان حالات  
 میں اگر کوئی شخص اور یہ غرض بندہ ان دونوں برسوں جنگ فریقوں کے درمیان صلح کرانے کی  
 کوشش کرے، اور اس کے لئے وہ ضرورت محسوس کرے کہ ایک فریق کی طرف سے دوسرے  
 فریق کو ایسی چیز اندیشی کی باتیں سننا پڑتی ہوں گی جس سے جنگ و عداوت کی آگ بجھے، اور صلح  
 اور مصالحت کی تھاپا پڑے، ہونا اس مقصد کے لئے اگر اللہ کا وہ بندہ ایک فریق کی طرف سے  
 دوسرے فریق کو ایسی باتیں کہے اور صلح جو یا نہ باتیں بھی سننا پڑے، جو وہ مقصد میں اس فریق نے  
 لڑی ہوں، تو اس شخص بندہ کا یہاں کرنا ایسی جھوٹ میں شمار نہ ہوگا، جو صحیحیت اور گناہ کی پیمائش  
 میں بھی نہیں حدیث کا نشانہ ہے۔ اور یہی مطلب ہے حضرت صدیق شیرازی رضی اللہ عنہما کے  
 اس بقول کا کہ: "وہ عداوت و مصالحت کے درمیان ہونا۔ ہستی اللہ تعالیٰ کے حکم سے"

### ایفاء و عذر اور وعدہ خلافی :-

وعدہ کر کے پورا کرنا اور تعینت چھانی جی کی ایک عملی قسم ہے، اور وعدہ خلافی ایک طرح کا  
 عملی جھوٹ ہے، یا سب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اخلاقی تعلیم میں وعدہ خلافی سے بچنے  
 اور ہمیشہ وعدہ پورا کرنے کی بھی سخت تاکید فرمائی ہے۔  
 چند ہی صفحے پہلے وہ حدیث گذر چکی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 پندرہ دفعہ اخلاق کا ذکر کر کے فرمایا کہ:۔ جو شخص ان باتوں کی پابندی کی تو خداوندی کے ایسے بندے کے  
 لئے جنت کا دروازہ کھولتا ہوں۔ اور ان میں آپ نے ایفاء و وعدہ کو بھی گناہ کیا۔



حَلَّى اللَّهُ قُلُوبَهُمْ وَجَمَعَهُم بِالْعِدَّةِ ذَوِي الْحِجَّةِ

(رد المحتار الطبرانی فی الاوسط)

ترجمہ: حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود بنی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: وہ وہ بھی ایک طرح کا قرعہ ہے اور اس کو ادا کرنا چاہیے۔ (بحوالہ اوسط الطبرانی)

(تشریح: مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کو کچھ دینے کا یا اس کے ساتھ کوئی مسلوک کرنے کا یا اسی طرح کا کوئی اور وعدہ کیا گیا ہے تو وہ نہ کرنے والے کو چاہیے کہ وہ اس کو پختہ پختہ کر لے اور اس کو پورا کرنے کی فکر کرے۔ لیکن اگر بالفرض کسی بڑے کام میں ساتھ دینے کا یا کسی اور ایسے کام کے کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے جو خرچہ بھی نہیں ہے یا اس سے کوئی نفع کی حق تلفی ہوتی ہے تو اس وعدہ کا پورا کرنا ضروری نہ ہوگا، بلکہ اسکے خلاف ہی کرنا ضروری ہوگا، اور اس وعدہ خلافی میں کوئی گناہ نہ ہوگا، بلکہ تیاراً شریعت کا ثواب ہوگا۔

(۲۱۵) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَحْسَانَ قَالَ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَلٍ أَوْ بَيْعَتٍ وَبَيْعَتٍ كَمَا بَيْعَتُهُ فَوَعَدَنِي أَنَّهُ أَنْ أَيْبَسَ بِهِ فَا فِي مَكَانِهِ فَاسْتَفْتَيْتُ عَنْكَ فَقَالَ لَا تَلَا مِثَّ فَإِذَا هُوَ فِي مَكَانِهِ فَعَالَ كَقَوْلِي سَقَطَتْ حَلَّى أَا كَاهُ هَذَا مَثَلِي كَالْبَيْعَةِ الْبَيْعَتِ لَكَ

(رد المحتار ابوداؤد)

ترجمہ: عبداللہ بن ابی نحسان سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت سے پہلے (یعنی آپ کے نبی ہونے سے پہلے) اپنے خرید و فروخت کا ایک معاملہ کیا (پھر جو کچھ مجھے دینا تھا اس کا کچھ حصہ تو میں نے وہیں سے لیا) اور کچھ ادا کرنا باقی رہ گیا تو میں نے اپنے وعدہ کیا کہ میں اس جگہ پہنچ کر آتا ہوں پھر میں بھول گیا اور میں دن کے بعد مجھے یاد آیا (میں اسی وقت لے کر پہنچا) تو

دیکھا کہ آپ اسی جگہ موجود ہیں، آپ نے فرمایا کہ وہ تو بسے مجھے بڑی شکل میں اٹھا اور بڑی رحمت دی، میں آٹھارے انتظار میں تھیں وہیں سے یہیں پہنچی۔

(سنن ابی داؤد)

**(تشریح)** گویا نبی ہونے سے پہلے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وعدہ کی ایسی پابندی فرماتے تھے کہ تین دن تک ایک جگہ رہ کر ایک شخص کا انتظار فرماتے رہتے۔  
 واضح رہے کہ وعدہ کی اس عزت تک پابندی کرنا شرطِ غرضوری نہیں سمجھنا چاہیے کہ اسکے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہو جائے گا، لیکن اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت میں جو "ظلمتِ عظیم" ودیعت فرمایا تھا، اس کا تقاضا یہی تھا۔

(۲۶۹) عَنْ كَثِيرِ بْنِ أَذْهَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَعَى رَجُلًا فَلَمْ يَأْتِ بِأَكْرَمِ مَا لِي فِيهِ فَسَلِّمْ لَهُ ذَهَبَ الَّذِي بَعَثَ لِيَّ مُحَمَّدًا فَقَالَ لَمْ يَكُنْ

(رواہ ذہبی)

(ترجمہ) حضرت زبیر بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص کے کسی دوسرے شخص سے (کسی جگہ) کھانے کا وعدہ کیا، پھر نماز کے وقت تک اس میں سے ایک نہیں آیا (اور دوسرا وقت حسین پر نظر ہو جگہ پر پہنچ گیا، اور نہ آنے والے کا انتظار کرنا اور نہ یہاں تک کہ نماز کا وقت آگیا) اور یہ پہنچ جائے والا نماز پڑھنے کے لئے مقررہ جگہ سے چلا گیا، تو اس کو کوئی نثار نہ ہو گا۔

(ذہبی)

**(تشریح)** مطلب یہ ہے کہ جب وعدہ کے مطابق یہ شخص مقررہ جگہ پہنچ گیا، اور کچھ دیر تک دوسرے آدمی کا انتظار بھی کرتا رہا، تو اسے اپنا حق ادا کر دیا، اب اگر نماز کا وقت آجائے، پھر یہ شخص نماز پڑھنے کے لئے پہنچ جائے، یا اپنی کسی دوسری ضرورت سے چلا جائے، تو

اس پر وعدہ نقلانی کا التزام نہیں آئے گا۔ اور یہ گناہگار نہیں ہوگا۔

(۲۱۷) عَنْ زَيْنَبِ بْنِ أَبِي ظَهْرٍ عَنِ الْمَسْكِينِ عَمَلِيٍّ إِذْ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ وَصَلَةٌ  
قَالَ إِذَا وَصَلْتُ أَكْفَأُكَ وَ مِنْ يَوْمِكَ بِهِ أَنْ يَفِيَّ وَ كُنْتُ بِحَدِيثِي  
رَبِّي عِنْدَ فَكْرٍ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ ----- (رواہ ابو داؤد و الترمذی)  
(ترجمہ) حضرت زینب بن اہم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم سے نفل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:۔۔۔ جب کسی آدمی نے اپنے کسی بھائی  
سے آئے گا وعدہ کیا، اور اس کی نیت یہی تھی کہ وہ وعدہ پورا کرے گا، لیکن اگر اس  
کو چھوڑے، وہ نظریہ وقت پر آیا نہیں، تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

(سنن ابی داؤد، جامع ترمذی)

(تشریح) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص نے کوئی وعدہ کیا، اور نیت اس کو  
پورا کرنے کی ہی تھی، لیکن کسی وجہ سے وعدہ پورا نہ کر سکا تو عند اللہ گناہگار نہ ہوگا، لیکن  
اگر نیت ہی وعدہ پورا کرنے کی نہ تھی، اور اس کا یہ وعدہ ایک طرح کا فریب تھا، تو اس کے گناہ  
بوسلے میں شہد نہیں۔

## توضیح و خاکساری اور غرور و تکبر۔

توضیح یعنی فروغی اور خاکساری ان خاص اخلاق میں سے ہے جن کی قرآن و حدیث میں  
بہت زیادہ تاکید فرمائی گئی ہے، اور بڑی ترغیب دی گئی ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ انسان بے تکبر  
اور بندہ کاشن و کمال ہی ہے، کہ اسکے عمل سے زندگی اور نیا زندگی ظاہر ہو، اور تواضع اور  
خاکساری زندگی اور وحدیت ہی کا مظہر ہے، جیسے کہ اسکے بالکل برعکس تکبر و کبر وائی کا مظہر ہے،  
اور اس لئے وہ مشابہت زندگی کے قطعاً خلاف اور صرت خدا ہی کے لئے زیادہ ہے۔

(۲۱۸) عَنْ عِكْرِمِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ أَوْسَىٰ كَيْفَىٰ أَنْ تَوَاصَعُوا حَتَّىٰ لَا يَبْقَىٰ أَحَدٌ مِّنْ أَحَدٍ  
وَلَا يَبْقَىٰ أَحَدٌ مِّنْ أَحَدٍ عَلَىٰ أَحَدٍ ..... رواه أبو داود

(ترجمہ) عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی اور حکم بھیجا ہے کہ تو اضع اور خاکساری اختیار کرو جس کا نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ کوئی کسی پر ظلم و زیادتی نہ کرے، اور کوئی کسی کے مقابلہ میں فخر نہ کرے۔ (سنن ابنی داؤد)

(۲۱۹) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْهُ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْبَيْتِ بَرِيًّا  
أَيْهَا النَّاسُ تَوَاصَعُوا أَيُّهَا النَّبِيُّ كَيْفَىٰ رَسُوْلُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ تَوَاصَعَ لِلَّهِ وَكَرِهَ اللَّهُ فَمَوْتِي فِيهِ صَغِيرٌ  
وَفِي آخِرِي النَّاسِ عَظِيمٌ وَمَنْ تَكَرَّرَ وَضَعَهُ اللَّهُ فَهُوَ رَجُلٌ  
أَخْبِرَ النَّاسَ صَغِيرٌ وَفِي نَفْسِهِ كَبِيرٌ حَتَّىٰ يَهْوَىٰ هَوْنٌ عَلَيْهِ حَيْثُ  
مِنْ حَكْلَيْبٍ أَوْ خَيْرٍ شَيْءٍ ..... رواه أبو يعقوب في شعبه وحيان

(ترجمہ) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک دن خطبہ میں برسر منبر فرمایا: لوگو! فروتنی اور خاکساری اختیار کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے: جس نے اللہ کیلئے (یعنی اللہ کا حکم سمجھ کر) اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے، خاکساری کا زور اختیار کیا اور بندگانِ خدا کے مقابلہ میں اپنے کو اونچا کرنے کے بجائے نیچا رکھنے کی کوشش کی، تو اللہ تعالیٰ اس کو بلند کرے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنے خیال اور پس منظر میں تو چھوٹا ہوگا، لیکن عام بندگانِ خدا کی نگاہوں میں اونچا ہوگا۔ ..... اور جو کوئی تکبر اور بڑائی کا زور دے، اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو نیچے گرا دے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ عام لوگوں کی نگاہوں

بروز پلین دستیر ہو جائے گا، اگر یہ خورد پینے بھانپ میں کر لو گا، لیکن دوسروں کی نظروں سے وہ کٹوں اور غصہ بیروں سے بھی زیادہ ذلیل اور بے وقعت ہو جائے گا۔

(شعب الایمان ص ۱۰۱)

۱۴۳۳ ع۔ عن ابی ہریرۃ عن ذہب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من شرب ماءً من ماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یضرب منہ فی النار۔  
 ۱۴۳۴ ع۔ عن ابی ہریرۃ عن ذہب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من شرب ماءً من ماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یضرب منہ فی النار۔  
 ۱۴۳۵ ع۔ عن ابی ہریرۃ عن ذہب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من شرب ماءً من ماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یضرب منہ فی النار۔

بخاری ص ۱۰۱

۱۴۳۶ ع۔ حضرت عمار بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو آؤں کہ تمہی کون ہے؟ ہر شخص جو معاملہ میرا نہیں کرتا اور سخت نہیں، بلکہ عاجزوں کو دردوں کا ماساں کا رویہ جو، اور اسلئے لوگ اس کو گرد رکھنے ہوں اور دشمن کے ساتھ اس کا تعلق ایسا ہو کہ ہاگروہ اللہ پر قسم کھائے، تو دشمنوں کی قسم پوری کرو گائے۔ اور کیا میں تم کہ تمہاؤں کہ دو دشمنی کون ہے؟ ہر اکٹرا، تو خوا اور غمزد شخص۔  
 (بخاری ص ۱۰۱)

(تشریح) اوس حدیث میں دل جنت کی صفت، ضعیف، متضعف، مبتلائی لکھی ہے۔

اس سے مراد وہ شخص دکروری نہیں ہے جو قوت و طاقت کے مقابلہ میں ہونی جاتی ہے، جو کچھ

دشمن دکروری کوئی قابل تعریف صفت نہیں ہے، بلکہ ایک حدیث میں تو مراد فرمایا گیا ہے

کہ: الضعیف من الضعیف، المتضعف من المتضعف، والمبتلائی من المبتلائی، (بخاری ص ۱۰۱)

(طائفہ مسلمان خدا کے نزدیک کر و مسلمان سے زیادہ بہتر اور محبوب ہے)۔ بلکہ اس کا

ترجمہ میں واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے یہاں ضعیف و متضعف سے مراد وہ شریف، الطبع

متضعف اور نرم خو شخص ہے جو معاملہ اور برتاؤ میں عاجزوں اور کمزوروں کی طرح دوسروں سے



وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ  
آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی ہے

(جاقبہ ۲۰۷) زبردست اور حکمت والا۔

یہ اس جو پر خود غلط انسان کبریائی اور شرفی کا دعویٰ کر رہا ہو اور اللہ کے بندوں کے ساتھ غرور تکبر اس کا رویہ ہو۔ وہ گو یا اپنی حقیقت بھول کر اللہ تعالیٰ کا مزین بنتا ہے، اس لئے وہ بہت ہی بڑا عزم ہے، اور اس کا عزم ہماری ہی سنگین ہے، اور اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا ہے کہ اپنی اس فرعونی صفت کی وجہ سے وہ جنت میں نہ جاسکے گا۔

یہ اصولی بات پورے تفصیل سے پہلے واضح کی جا چکی ہے کہ جن حدیثوں میں کسی بد عمل یا بد خلقی کا انجام یہ بتایا جاتا ہے کہ اس کا مرتکب جنت میں نہ جاسکے گا، ان کا مطلب عموماً یہ ہوتا ہے کہ یہ بد عمل یا بد خلقی اپنی اصل تاثیر کے ساتھ جنت سے محروم کرنے والی ذور و ذرخ میں پھونچانے والی ہے۔

یہ مطلب ہوتا ہے کہ ایسے مرتکب اپنے ایمان والوں کے ساتھ اور ان کی طرح یہ جنت میں نہ جاسکیں گے، بلکہ ان کو جہنم کا عذاب ملے گا، اس لئے اس حدیث کا مطلب بھی اس اصول کی روشنی میں ہی سمجھنا چاہئے کہ فرورد و دیگر اپنی اصلیت کے ساتھ جنت سے دور کر کے دوزخ میں ڈالوانے والی صفت ہے، یہاں کہ فرورد اور دیگر شخص پیدا جنت میں نہ جاسکے گا، بلکہ اس کو دوزخ میں اپنے فرورد و دیگر کی سزا، سنگسار پڑے گی، اور جب وہیں آگ میں تپا کے لئے ٹھیکے کے مادہ کو بڑا دیا جائے گا، اور فرورد کی گندگی سے اس کو پاک دھوا کر دیا جائے گا، تو اگر وہ صاحب ایمان ہے تو ایسے ہی جنت میں جاسکے گا۔

(۲۴۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ

سَلَّمَ قَدْ أَتَيْتُكَ لَيْسَ لَكَ إِيمَانٌ لَكَ وَهُوَ تَوْبَتُهُ وَلَا يُرَى كَيْفَهُ

وَفِي تَوْبَتِهِ وَلَا يُشْكِرُ إِلَّا بِعَمَلٍ وَهُوَ عَنِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ

زبان و کلام کی آواز و قافیوں میں مستحکم ہو۔  
 رواہ مسند۔

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمی ہیں جن سے اللہ قیامت کے دن کلام نہیں فرمائے گا، اور ان کا ترکہ نہیں کرے گا۔۔۔۔۔ اور ایک مرد استیصال سے بھی ہو گا کہ ان کی حرکت نکلے بھی نہیں کرے گا۔۔۔۔۔ اور ان کے لئے آخرت میں نذرناک غذا ہے۔ ایک بڑھا زانی مرد مسرا بھوٹا فرما تو رواہ اور تیسرا نادار و غریب بکبر۔

(صحیح مسلم)

(تشریح) (۱) جن مصیبتیں بذات خود بھی سنگین اور گناہ کبیرہ ہوتی ہیں، لیکن بعض حالتوں میں اور خاص و شخاص سے، اگر ان کا مسدود ہونا، تو ان کی سنگینی اور زیادہ بڑھ جاتی ہے، مثلاً چوری بذات خود بڑی مصیبت ہے، لیکن اگر چوری کرنے والا کوئی دولت مند ہو، جس کو چوری کی کوئی ضرورت نہ ہو، یا مسکادی سپاہی اور چوکیدار ہو، تو پھر اس کا چوری کرنا اور بھی زیادہ سنگین و مجرم ہو گا، اور اس کو قابل معافی نہیں سمجھا جائے گا۔۔۔۔۔ اس حدیث میں یہی قسم کے تین بھروسوں کے حق میں، اعلان فرمایا گیا ہے کہ ان بد بختوں پر نصیبوں سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہم کلام نہ جو گا، اور ان کا ترکہ بھی نہ فرمائے گا، اور اس وقت میں یہ عزم دیتا کہ ہم کی نظر کر رہے ہیں، یعنی غریب و نادار، اور مسرا بھوٹا فرما، اور تیسرا نادار و غریب کی حالت میں بکبر کرنے والا۔۔۔۔۔ اور یہ اسلئے کہ جوانی کی حالت میں اگر کوئی شخص ناگوار رنگ ہوا، تو اس کا یہ گناہ کبیرہ ہونے کے باوجود قابل درگزر بھی ہو سکتا ہے، کیونکہ جوانی کی حالت میں شہوت سے مغلوب ہونا ایک فطری کمزوری ہے۔۔۔۔۔ لیکن اگر کوئی بوڑھا بڑھاپے میں بہ حرکت کرے، تو یہ اس کی طبیعت کی سخت خجاست کی نشانی ہے، یہی طرح اگر کوئی بیچارہ عام آدمی اپنی ضرورت کھانے کے لئے بھوٹ بول جائے، تو اس کا گناہ بھی کبیرہ ہونے کے باوجود قابل معافی ہو سکتا ہے، لیکن ایک صاحب اقتدار اگر ان اگر بھوٹ بولتا ہے، تو یہ اس کی طبیعت

کی انتہائی گنتی اور خود سے بہ خوبی کی مثال ہے۔۔۔۔۔ ایسے ہی کوئی دولت مند اگر  
 بچکر کہے تو انسان کی حاکم قدرت کے کلام سے کچھ زیادہ مستبند نہیں۔ ۳  
 ”چوبہ دولت ہر ہی مست نہ گری مری“

لیکن اگر میں غمزدانہ کے درجو و اگر کوئی شخص غرور و تکبر کی پال پلنا ہے تو پوچھو کہ انکی انتہائی  
 زراعت اور کینہ پر ہے۔۔۔۔۔ الغرض تمہوں قسم کے یہ مجرم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ  
 کی ہم کلاسی سے اور اس کی نظر کو ہم سے اندر کر کے سے عروم دیں گے، تزکیہ نہ کیے جائے گا طلب  
 بظاہر یہ ہے کہ ان کے گناہ معاف نہیں کیے جائیں گے، اور صرف عقیدہ و بعض اعمال صالحہ کی  
 بنیاد پر ان کو زمینیں میں کبھی شامل نہ کیا جائے گا، بلکہ ان کو سزا بھگتنی ہی پڑے گی۔ حاشا لعن

### شرم و حیاء۔

شرم و حیاء ایک ایسا اہم فطری اور بنیادی وصفت ہے جس کو انسان کی سیرت سادگی میں  
 بہت زیادہ دخل ہے، یہی وہ وصفت اور خلق ہے جو آدمی کو بہت سے برے کاموں اور بُری  
 باتوں سے روکتا، اور فحش و منکر سے اس کو بچاتا ہے، اور لہجہ اور شرفیہ نہ کاموں کیلئے  
 آمادہ کرتا ہے، الغرض شرم و حیاء انسان کی بہت سی خوبیوں کی بڑی زیادہ اور فحش و منکر سے  
 اس کی محافظ ہے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیم و تربیت میں اس پر بہت  
 زیادہ زور دیا ہے۔

اس سلسلہ کے آپ کے چند ارشادات ذیل سے پڑھئے، اور اس وصفت کو اپنے اندر پیدا کرنے  
 اور تقویت دینے کی کوشش کیجئے۔۔۔

(۲۲۳) عَنْ زَيْنَبِ بْنِ خَلْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِعَجَلٍ وَبَيْنَ عَجَلًا وَشَقِيًّا أَوْ سَلَامًا عَجَلًا

وَالْعَجَلُ مَن سَأَلَ وَرَدَّ أَيْدِيَهُنَّ مَكْرَهُهُ وَالْعَجَلُ فِي شَيْءٍ إِذَا

عقبات آتش فشاں بن گئیں

ترجمہ ازید بن طلحہ سے روایت ہے کہ وہ نفل کرنے میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :- ہر دین کا کوئی امتیازی وصفت ہوتا ہے اور دین اسلام کا امتیازی وصفت جیسا ہے۔

(موظا امام مالک - سنن ابن ماجہ و شعب الایمان علیہما)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ ہر دین اور ہر شریعت میں اخلاق انسانی کے کسی خاص پہلو پر نسبتاً زیادہ زور دیا جاتا ہے اور انسانی زندگی میں انہی کو نمایاں اور غالب کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، جیسا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو تعلیم اور شریعت میں رحمان اور حضور پرست زیادہ زور دیا گیا ہے لہذا ان تک کی بھی تعلیمات کا مطالعہ کرنے والے کو حیرت محسوس ہوتی ہے کہ رحمانی اور حضور پرور گری گویا ان کی شریعت کا مرکز ہی نقطہ انسانی کی تعلیم کی روشنی میں ہے۔ اسلام یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت اور تعلیم میں جتنا بزرگ خاص زور دیا گیا ہے۔

یہاں یہ بھی کہ لینا چاہئے کہ قرآن وحدیث کی اصطلاحات میں جتنا کا مفہوم بہت وسیع اور ہمارے علم اور مادیات میں تو سچا کا تقاضا آٹھواں ہی سمجھا جاتا ہے کہ آدمی خواہ مخواہ سے بچے کچھ شریعت یا تہذیب اور شریعت کا کام کرنے سے پرہیز کرے، لیکن قرآن وحدیث کے استعمالات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جتنا طبیعت انسانی کی اس کیفیت کا نام ہے کہ ہر نامناسب بات اور ناپسندیدہ کام سے اس کو انقباض اور ہٹسکا کر رکھتا ہے اور یہی پھر قرآن وحدیث کا سے پہلے معلوم ہوتا ہے کہ جتنا کا تعلق صرف اپنے انما و نفس ہی سے نہیں ہے، بلکہ کچھ کا سب سے زیادہ متعلق وہ تعلق مالک ہے جس نے بندہ کو وجود بخشا اور جس کی ہم درگاہی سے وہ ہر اک صحت یار ہے، اور جس کی نگاہ سے اس کا کوئی عمل اور کوئی حال چھپا نہیں ہے، اس کا یوں ہی سمجھا جاسکتا ہے کہ شرم و حیا کرنے والے انسانوں کو جب تک زیادہ شرم و حیا اپنے ان بات

کی، اور پٹنے بڑوں، اور محسنوں کی ہوتی ہے، اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ سب بڑوں سے بڑا، اور سب محسنوں کا محسن ہے، لہذا بندہ کو جب زیادہ شرم و حیا انسی کی ہوتی چاہئے، اور اس حیا کا تقاضا یہ ہوگا کہ جو کام اور جو بات بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کے حکم کے خلاف ہو، آدمی کی طبیعت اُس سے خود انقباض اور ذیبت محسوس کرے، اور اس سے باز رہے، اور جب بڑا کام یا یہ حال ہو جائے، تو اس کی زندگی جیسی پاک، اور اس کی سیرت جیسی پسندیدہ اور اللہ کی مرضی کے مطابق زندگی ظاہر ہے۔

(اس حدیث کو امام فاکلث نے موطا میں زید بن طلحہؓ سے روایت کیا ہے (بخاری) اور ابن مسعود کا ذکر نہیں کیا، جن سے یہ حدیث زید بن طلحہ کو پہنچی تھی، لیکن ابن ماجہ اور ابن ابی عمیر نے اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صحابہوں حضرت انسؓ اور حضرت زید بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے)۔

(۲۲۴) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 كَانَ يَحْتَلِي نَجْوِي مَنْ أَلَانَ صَارٍ وَهُوَ يَحْطَأُ أَخَاكَ فَإِنِ أَخْبَأَكَ فَمَا تَحْبَأُكَ  
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَقَّاهُ فَإِنَّ الْخَبَاءَ مِنَ الْإِيمَانِ  
 (رواہ ابن ماجہ و مسلم)

(ترجمہ) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزرا انصار میں سے ایک شخص پر ہوا، اور وہ اُس وقت اپنے بھائی کو سینکے بارہ میں کچھ نصیحت و ملامت کر رہا تھا، تو آپ نے اُس سے فرمایا کہ:۔  
 اس کو اسکے حال پر چھوڑ دو، کیونکہ جیسا تو ایمان کا جز یا ایمان کا پھل ہے۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(تشریح) حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انصار میں سے کون صاحب تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے شرم و حیا کا ذوق خاص طور سے عطا فرمایا تھا، جس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنے معاملات

میں روم ہوں گے، سخت گیری کے ساتھ لوگوں سے اپنے حقوق کا مطالبہ بھی نہ کرنے ہوں گے اور بہت سے دشمنوں پر اسی شرم و حیاء کی وجہ سے کھل کر یا نہیں بھی نہ کھر پاتے ہوں گے، جیسا کہ اہل خیابا کا مشورہ تھا، نہ تو تاسی ہے اور ان کے کوئی بھائی تھے، جو ان کی ایس حالت اور روش کو پسند نہیں کرتے تھے، ایک دن یہ بھائی ان صاحب جیابھائی کو اس پر ملامت اور سرزنش کو دے رہے تھے کہ تم اس قدر شرم و حیاء کیوں کرتے ہو، اسی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان دونوں بھائیوں کو گورہوا اور آپ نے ان کی باتیں سن کر ملامت انہیں نہ کہنے والے بھائی سے ارشاد فرمایا کہ اپنے ان بھائی کو ان کے حال پر چھوڑ دو، ان کا یہ حال تو بڑا مبارک حال ہے۔ شرم و حیاء تو ایمان کی ایک شاخ یا ایمان کا پھل ہے، اگر اس کی وجہ سے فرض و نبیہ کے مفادات کچھ فوت ہو جاتے ہوں تو آخرت کے درجے بے استثناء گرتے ہیں۔

(۲۲۵) كُنْ اَبِي عَمْرٍو نَفَقَانِ كَانِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
اَتَمَّكُمْ اَمْرًا وَاَوْفَىٰ اَمْرًا فَاَلَا يَتَمَّانِ فِي الْجَنَّةِ وَالْبَيْتِ الَّذِي فِي الْاَنْفُسِ  
وَالْجَنَّةِ فِي النَّارِ ..... رواه احمد والترمذي

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جیابھائیوں کی ایک شاخ ہے (یا ایمان کا ثمرہ ہے) اور ایمان کا مقام جنت ہے، اور بے حیائی وہ ہے شرمی جو کاری میں سے ہے، اور بے رونق میں بے چلتے والی ہے۔ (مسند احمد و جامع ترمذی)

**تشریح** اس حدیث میں اور اس سے پہلی حدیث میں بھی جو الھدیٰ من الایمان فرمایا گیا ہے، بظاہر اس کا مطلب یہی ہے کہ شرم و حیاء شجر ایمان کی خاص شاخ یا اس کا ثمرہ ہے، صحیحین کی ایک دوسری حدیث میں (جو کتاب الایمان میں گھر چکی ہے) فرمایا گیا ہے انھما شجرة من الجنة (اور جیابھائیوں کی ایک شاخ ہے) ہر حال میں ان دونوں ایمان میں ایک خاص نسبت اور خاص رشتہ ہے، اور یہ سب اٹھی کی تعبیر یہ ہیں۔ اور اٹھی کی ایک تعبیر

یہ بھی ہے جو اس سے بعد زانی حدیث میں آئی ہے۔

(۲۲۶) ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال  
 رسول اللہ ﷺ ما أحبُّ مني من  
 رجلٍ أتىني فبصغني فإذا رَفَعَ أَسْأَلُ مَسْأَلَةً  
 رَفِخَ أَمَّا نَحْوُ ..... رواه البيهقي في شعب الایمان۔  
 (ترجمہ) حضرت جبریل رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو میرا اور ایمان برداروں جیسے ساتھ آؤ اور کہنے  
 ہی لیتے ہیں، جب ان دونوں میں سے کوئی ایک اٹھایا جائے تو دوسرا بھی  
 اٹھایا جاتا ہے۔

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ ایمان اور حیا میں ایسا گہرا تعلق ہے کہ اگر کسی آدمی یا  
 کسی قوم میں سے ان دونوں میں سے ایک اٹھایا جائے تو دوسرا بھی اٹھ جائے گا، اگر فرض  
 کسی شخص یا جماعت میں حیا اور ایمان یا تو دونوں ہوں گے یا دونوں میں سے ایک بھی نہ ہوگا۔

(۲۲۷) عن عثمان بن عفان قال قال رسول الله  
 ﷺ ما أحبُّ مني من رجلٍ أتىني فبصغني  
 ..... رواه البخاري وصلى)

(ترجمہ) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو میرا اور حیا برداروں میں سے کوئی ایک  
 (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(تشریح) بعض اوقات سرسری نظر میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ شرم و حیا کی وجہ سے  
 آدمی کو کبھی کبھی نقصان بھی پہنچ جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں  
 اسی شبہ کا ازالہ فرمایا ہے، اور آپ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ شرم و حیا کے نتیجے میں کبھی کوئی  
 نقصان نہیں ہوتا بلکہ یہ شرم و حیا ہی پر ہے جس کی وجہ سے کوئی آدمی کو عیاں نہ ہوگا۔

سے نقصان کا شہہ ہوتا ہے وہاں بھی اگر ایجابی اور اسمعی وسیع نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو سب نقصان کے نفع ہی نفع نظر آئے گا۔

یہاں جن لوگوں کو ایک اور بھی شہہ ہوتا ہے اور وہ یہ کہ شرم و حیا کی زیادتی جنس اوقاف اور بی فراغی اور کرنے سے جن رکاوٹیں جاتی ہے، مثلاً جس آدمی میں شرم و حیا کا مادہ زیادہ ہو وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسے فراغی ادا کرنے اور اللہ کے بندوں کو نصیحت کرنے اور بھروسے کو سزا دینے جیسے اعلیٰ دینی کاموں میں بھی ڈھیلا اور کمزور ہوتا ہے۔ لیکن یہ شہہ دراصل ایک مخالفہ پر مبنی ہے، انسان کی طبیعت کی جو کیفیت اس قسم کے کاموں کے انجام دینے میں رکاوٹ بنتی ہے وہ دراصل حیا نہیں ہوتی، بلکہ وہ اس آدمی کی ایک فطری اور وطنی کمزوری ہوتی ہے، لوگ ہوا قس سے اس میں اور حیا میں فرق نہیں کر پاتے۔

(۲۲۸) عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَى مَنًا أَدْرَكَ الْكَاسِمَ مِنْ كَلَامِهِ الْكَلْبُ وَالْحَبَشِيُّ إِذَا رَأَى كَلْبًا كَلَبَتْهُ كَمَا كَلَبْتُمْ مَا نَبِئْتُمْ ..... رواه البخاری

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ اٹلی بھون کی باتوں میں سے لوگوں نے جو کچھ پایا ہے اس میں سے ایک یہ قول بھی ہے کہ: جب تم میں شرم و حیا نہ ہو تو پھر جو چاہو کرو! (صحیح بخاری)

(تشریح) ایسے سائنسوں کی پوری تعلیمات اگرچہ محفوظ نہیں رہیں لیکن ان کی کچھ پہنچتی ہیں یا تیس ضرب الشکل کی طرح ایسی مقبول عام اور مشہور عام ہو گئیں کہ سیکڑوں ہزاروں لوگوں کو دیکھنے پر بھی وہ محفوظ اور زبان زد خلایق رہیں، انھیں میں سے ایک تعلیم پر بھی ہے جو حضور کے زمانہ تک معلوم ضرب الشکل لوگوں کی زبان پر چلی ہوئی تھی "إِذَا الْكَلْبُ كَلَبَتْ كَمَا كَلَبْتُمْ مَا نَبِئْتُمْ" جس کو فارسی میں کہا جاتا ہے "تیرا باش دہر چہ خواہی باش"۔ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں تصدیق فرمائی کہ یہ حکیمانہ اور آسانہ مقولہ اگلی نبوت کی تعلیمات میں سے ہے۔

۲۲۹) بِعَن عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِسْتَشِيرُوا مِنَ اللَّهِ حَقَّ الْبَيِّنَاتِ وَالْحَيَاءُ مُخَلَّتْ أَكْفَانُكُمْ مِنْهُ وَمَنْ أَتَى اللَّهَ بِأَدْوَمِ لُحْيٍ فَلَهُ مَا لَمْ يَلِدْ وَمَنْ أَتَى اللَّهَ بِمِثْقَلِ ذَرَّةٍ مِنْ الْبُخْلِ وَرَمَاهُ فِي حَقِّهِ كَانَ لِغَنَمِهِ مَا فِي الْبَطْنِ وَمَنْ أَتَى اللَّهَ بِمِثْقَلِ ذَرَّةٍ مِنْ الْكِبْرِ انْقَضَتْ وَاقِعَاتُ رَأْسِهِ وَأَكْرَمُ الْبُخْلِ تَرَكَ زِينَةَ الدُّنْيَا وَأَتَى الْإِخْوَانَ عَلَى الْإِقْرَابِ فَهُنَّ تُعْكَرُ ذَلِكَ كَقَوْلِ اسْتَشِيرُوا مِنَ اللَّهِ حَقَّ الْبَيِّنَاتِ

(رواہ الشریضی)

(ترجمہ) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سے ایسی حیا کرو جیسی اُس سے حیا کرنی چاہئے۔ مخالفین کے عرض کیا۔ اللہ! ہم اللہ سے حیا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ یہ نہیں (یعنی حیا کا مفہوم اتنا محدود نہیں ہے جتنا کہ تم سمجھ رہے ہو) بلکہ اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے کا حق یہ ہے کہ سر اور سر میں جو انگار و خیالات ہیں ان سب کی نگہداشت کرو اور پیٹ کی اور جو کچھ اُس میں پھرا ہے اُس سب کی نگہبانی کرو یعنی جب بے خیالات سے دماغ کی اور حرام و ناجائز نغز سے پیٹ کی حفاظت کرو (اور نبوت اور موت کے بعد قبر میں جو حالتیں ہوتی ہیں) اس کو یاد کرو اور جو شخص آخرت کو اپنا مقصد بنائے وہ دنیا کی آرائش و عشرت سے دستبردار ہو جائے گا، اور اس چند روزہ زندگی کے عیش کے مقابلہ میں آگے آنے والی زندگی کی کامیابی کو اپنے لئے پسند اور اختیار کرے گا۔

ہیں جس نے یہ سب کیا، لہذا کہ اللہ سے جفا کرنے کا حق اس نے ادا کیا۔

از جامع ترمذی ۱

(تشریح) اس سلسلہ کی پہلی حدیث کی تشریح میں حینا کے معنی کی وسعت کی علت جو اشارہ کیا گیا تھا، ترمذی کی اس حدیث سے اس کا توشیح ہی نہیں، بلکہ مزید توضیح و تشریح بھی ہو جاتی ہے، نیز حدیث کے آخری حصہ سے ایک معمولی بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ اللہ سے جفا کرنے کا حق وہی بندے ادا کر سکتے ہیں جن کی نظر میں اس دنیا اور اسکے عیش و عشرت کی کوئی قیمت نہ ہو، اور دنیا کو ٹھکرانے کے اثرات کو انہوں نے اپنا طبع نظر نہ لیا ہو، اور موت و موت کے بعد کی سزائیں ان کو ہر وقت یاد رہتی ہوں۔ اور جس کا یہ حال نہ ہو وہ خواہ کیسی بھی باتیں بھانپتا ہو، اس حدیث کا فیصلہ ہے کہ جس نے اللہ سے جفا کا حق ادا نہیں کیا۔

تقاعث و استغناء اور حرص و طمع :-

بنی اخلاق کی ہر قسم و انسان اللہ تعالیٰ کا محبوب اولا اس دنیا میں بھی بہت بلند ہو گیا اور دل کی بے چینی اور کوسن کے تحت عقاب سے بھی اس کو نجات مل جاتی ہے، ان میں سے ایک تقاعث اور استغناء بھی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ کو جو کچھ ملے اس پر وہ راضی و مطمئن ہو جائے اور زیادہ کی حرص و لاپرواہی نہ کرے۔ . . اللہ تعالیٰ آپسے جس بندے کو تقاعث کی یہ دولت عطا فرمائے، بلاشبہ اس کو بڑی دولت عطا ہوگی اور بڑی نعمت سے نوازا گیا۔ . . ایک بار سے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشاد و اقوال میں چڑھے۔

ر (۳۳) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللَّهُ بِمَا أَكْفَأَهُ

(تعمیر) حضرت عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا۔ کیا اب اور باہر ادھوا دھو دھو جس کو حقیقت اسلام نصیب ہوئی  
اور اس کو روزی بھی بقدر کفالت ملی یا اور اللہ تعالیٰ سے اس کو اس قدر کفالت

روزی پتکالیج بھی بنا دیا (صحیح مسلم)

(تشریح صحیح) بلاشبہ جس بندہ کو ایمان کی دولت نصیب ہو اور ساتھ ہی اس میں نیامیں  
گوارے کا کچھ ضروری سامان بھی، اور پھر اللہ تعالیٰ جسکے دل کو تقاضا سمیت اور طمانیت کی  
دولت بھی نصیب فرماوے، تو اس کی زندگی بڑی مبارک اور بڑی خوشگوار رہے اور اس پر  
اللہ کا بڑا ہی فضل ہے۔۔۔۔۔۔ یہ تقاضا اور دل کی طمانیت وہ کیسا ہے جس کے

غیر کی زندگی باوجود اس کی زندگی سے زیادہ قدر اور پرستش بن جاتی ہے۔ عطا  
ہیں کیا ہے بہت سی قاروں کتہ گدانا

آدمی کے پاس اگر دولت کے ذخیرے ہوں، لیکن اس میں اور زیادہ کے لئے طمع اند  
ہو، اور وہ اس میں اضافہ نہیں کی فکر اور کوشش میں لگا رہے، اور وہ دل میں مین  
ہی کے پھیر میں پڑا رہے، تو اسے کبھی قلبی سکون نصیب نہ ہوگا، اور وہ دل کا تقیر ہی رہے گا  
برخلاف اسکے اگر آدمی کے پاس صرف پیسے کا مختصر سامان ہو، مگر وہ اس پر غلطی اور قانع  
توفیق و اخلاص کے باوجود وہ دل کا ضمنی رہے گا، اور اس کی زندگی بڑے اطمینان اور زندگی  
کی زندگی ہوگی۔۔۔۔۔۔ اس حقیقت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسری  
حدیث میں ان الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے۔

(۲۳۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
عَلَى كَيْسٍ أَيْعَى هَوَى كَثْرَةَ الْعُرُوجِ وَكَثْرَةَ الْبُحْبُوحِ هَوَى الْكَيْسِ۔

(رواہ البیہقی)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ دولت مندی مال و ارباب کے حاصل

نہیں ہوتی۔ بلکہ اصلی دولت سندی دل کی سیدہ نمازی ہے۔ (صحیح بخاری)  
 اور اس سے میں زیادہ، خلافت اور نصیب کے ساتھ جو بھی تحقیق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 ایک دفعہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو مخاطب بنا کر اس طرح کہا ہے۔

(۲۳۲) عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا  
 أَبَا ذَرٍّ أَتَدْرِي كَيْفَ أَمْرُ الْمَالِ الْفَيْعِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ تَقْوَى  
 وَكَلَامُ اللَّهِ أَوْ تَقْوَى وَكَلَامُ نَعَمْ قَالَ ذَاكَ لَوْ كُنَّا نَعْلَمُ قَالَ  
 يَا فَيْعِي فِي الْمَالِ وَالْفَيْعِي فِي الْقَلْبِ

(دردانہ لفظیوں میں اس کا معنی ہے)

(ترجمہ) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے ایک دن مجلس ارشاد فرمایا۔ ابوذرؓ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ مال زیادہ  
 ہونے کا نام تو نگرہی ہے؟ میں نے عرض کیا۔ ہاں حضورؐ ایسا ہی سمجھا جاتا ہے  
 پھر آپ نے فرمایا۔ کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ مال کم ہونے کا نام فقیری اور محتاجی  
 ہی سے عرض کیا۔ ہاں حضورؐ ایسا ہی خیال کیا جاتا ہے۔ یہ بات آپ نے مجلس سے  
 تین دفعہ ارشاد فرمائی۔ ایک بعد ارشاد فرمایا۔ اصل دولت سندی دل کے  
 اندر ہوتی ہے اور اصلی محتاجی اور فقیری بھی دل ہی میں ہوتی ہے۔

(ترجمہ سید لطیف)

(تشریح) تحقیق یہ ہے کہ تو نگرہی اور محتاجی شوخمانی اور بے حالی کا تعلق روح  
 سے زیادہ آدمی کے دل سے ہے۔ اگر دل غنی اور سیدہ نمازی ہے تو آدمی بخت اور خوشحال ہے  
 اور اگر دل غصن و خلی کا گرفتار ہے تو دولت کے صحیروں کے باوجود وہ خوشحالی سے محروم اور  
 محتاج و پریشان حال ہے۔ سندی طیبہ الرحمۃ کا مشہور قول ہے :-

”تو نگرہی بدن است نہ مال“



ہو جاتی ہے اور کسی بندہ کو بھی صبر سے زیادہ وسیع کوئی نعمت عطا نہیں ہوتی۔

(سنن ابنی داؤد)

(تشریح) اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ بندہ اگر چاہتا ہے کہ وہ وسیع بخندوں کا مزاج بنے اور ان کے جاننے اس کو دو صفت سوال دراز کرنا نہ پڑے اور صاحبِ مشکلات اس کو اپنی بگڑے سے بڑا نہ لگے تو اسے چاہئے کہ اپنی استطاعت کے حد تک وہ خود ایسا بنے کی کوشش کرے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی پوری پوری مدد فرمائے گا اور یہ سب چیزیں اس کو نصیب ہو جائیں گی۔

حدیث کے آخری حصے میں فرمایا گیا ہے کہ: "کسی بندے کو صبر سے زیادہ وسیع کوئی نعمت عطا نہیں ہوتی۔" واقعہ یہ ہے کہ "صبر" دل کی جس کیفیت کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی عنایت وسیع اور نہایت عظیم نعمت ہے، اسی لئے قرآن مجید کی آیت: "وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْأَعْلَىٰ" میں "صبر" کو صلوة یعنی نماز پر بھی مقدم کیا گیا ہے۔

(۲۳۳) عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَّانٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَانِي بِمَنْ سَأَلَهُ فَأَخْبَانِي لَيْسَ قَالَ لَوْ يَأْتِيكُمْ رَجُلٌ مِنْ هَذِهِ السَّائِلِينَ فَجَاءَكُمْ فَسَأَلَكُمْ فَوَضَعَا يَدَيْهِمَا عَلَىٰ رِجْلَيْكُمْ فَفَتَدَّ مِنْكُمْ بِأَيْدِيهِمَا فَتَنَسَّ لَمْ يَمَسَّكُمْ لَعَنَ قَوْمٌ كَانُوا كَالَّذِينَ بَشَعُوا فِي الْأَشْجَارِ وَالْأَعْلِيَاءِ حَتَّىٰ رَوَى الْمَيْمُونُ الشَّعْلَىٰ قَالَ سَمِعْتُهُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَالَّذِي بَشَعَكَ بِالْمَلُوقِ كَمَا أَرَادَ أَحَدًا مِنْكَ لَيْسَ يَمَسُّكَ إِلَّا كَمَا رَوَى اللَّهُ نَبِيًّا

(رداء الجنادی و سلم)

(ترجمہ) حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مال طلب کیا اس پر نے مجھے عطا فرمایا میں نے پھر اس کو

آپ نے ہر خطا فرما دیا اور آپ نے مجھے نصیحت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ:۔۔۔ اے حکیم! یہ  
 ماں سب کو بھل گئے والی اور لذت پذیر شیریں چیز ہے، پس جو شخص اس کا بغیر جو عمل و صلح کے  
 چیز شہی اور نفس کا فیاضی کے ساتھ لے سکے واسطے اس میں برکت ہی جیسا ہے گی اور جو  
 شخص دل کے لالچ کے ساتھ لے گا اس کا واسطے اس میں برکت نہیں ہوگی اور اس کا حال  
 جوع البقر کے اس عرصے کا سا ہو گا جو کھائے اور پیٹ نہ چھوے۔۔۔ اور

اور یہ الہام تو نہیں ہے، اس لئے ہاتھ سے بستر ہے (یعنی دینے والے کا مقام اور نجات اور ہاتھ  
 پھیلا کر لینا ایک گھٹیا بات ہے لہذا جو اس کا کلمہ کہے اس سے بچنا چاہئے)۔۔۔

حکیم جو حرام کھتے ہیں کہ دستور کی نصیحت سن کر، میں نے عرض کیا:۔۔۔ یا رسول اللہ!  
 قسم ہے جس پاک ذات کی جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے، آپ آپ کے بعد نرنے دم  
 تک کسی کسی سے کچھ نہ لیں گا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(گفتار صحیح) اسی حدیث کی صحیح بخاری ہی کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حکیم ہیں عوام نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عورت میں جو عہد کیا تھا اس کو پورا مہا نیا ہا کہ حضور کے بعد حضرت ابو بکر  
 اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے پہلے اپنے ذوق خلافت میں رہا کہ سب ہی کو وظیفے اور عیال دینے  
 جلتے تھے ان کو بھی چاکر بار بار کچھ وظیفہ یا عیال دینا چاہا لیکن یہ لینے پر آمادہ ہی نہیں ہوئے۔۔۔  
 اور صحیح بخاری میں حافظ ابن حجر نے مسند سماق بن راہبہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ شیخین کے بعد حضرت  
 عثمان بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے زمانہ خلافت و امارت میں بھی انھوں نے کبھی کوئی وظیفہ یا عیال  
 قبول نہیں کیا، یہاں تک کہ حضرت معاویہ کے دورِ امارت میں ایک شوہر میں سنان کی عمر میں ۵۳۰ھ میں  
 وفات پائی۔

(۲۳۵) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَطَّكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 وَرَبَّكَ فَقَالَ رَأَيْتُكَ وَاللَّهِ لَوْ كُنَّا كَمَا كُنَّا لَمُنَّ كَمَا نَكُنَّا وَاللَّهِ لَمَنْعْنَا  
 بِالْمَنْعِ فَبَخَّعُوا وَأَمْرُهُمْ بِالْقِيَامَةِ فَكَطَعُوا وَأَمْرُهُمْ بِالْمَجْدُودِ

دعا ابو داؤد

(مترجمہ) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منیٰ تخلیہ دیا اور اس میں ارشاد فرمایا کہ: "حرم و طبع سے بچو اور کھلم سے چلو تو میں اسی حرم سے تمہارا جوئیں اسی لئے ان کو کھل گئے کہ کماؤ انہوں نے کھل لیا اسی نے ان کو قطع رحمی یعنی حقوق قرابت کی پامالی کے لئے کھلاؤ انہوں نے قطع رحمی اختیار کیا۔" اسے ان کو بچا دے گئے لئے کماؤ انہوں نے بچا دیا ہے۔

(مسند ابی داؤد)

(تشریح) ایسی حرم و طبع صرف ایک ہی نسلت ہی نہیں ہے بلکہ اس کی دو قسمیں انسانی معاشرہ میں دوسری بھی نہایت زیادہ کن خواہیاری پیدا ہو جاتی ہیں جو بالآخر قوموں کو اپنے ڈوبتی ہیں، اس لئے مسئلہ ان کو چھینے کہ اس خطرناک اور تباہ کن جذبہ سے اپنے دلوں اور سینوں کی پوری پوری حفاظت کریں۔

(۲۳۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ

(مترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ ارشاد فرماتے تھے کہ: "انسان میں سے کبھی کبھی بات کہنا ایسے ہی ہے

(مسند ابی داؤد)

(تشریح) یہ حقیقت ہے کہ حرمیں اور لاپچی کوئی ہر وقت اس غم میں گھلنا اور کھٹنا اور بچنا

کہ یہ نہیں ملا اور نہیں ملا، فلاں کے پاس چھوڑ دے پاس یہ نہیں ہے، ہر قسم کی طرح زیادہ زور کوئی خواہ خواہ اور جو مصلحت سے بھی ہر وقت گھبرا سکتا ہے اور اس کو اطمینان کے سانس لینے نصیب نہیں ہوتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کے دل کی ایسی دو تین کیفیتوں کو جو ترقی کی کیفیت بتلایا، اور فی الحقیقت یہ ترقی اور ترقی ترقی حقیقتیں ہیں۔

# صبر و شکر :-

اس دنیا میں دکھ اور غم بھی ہے اور کام اور خوشی بھی اور شادی بھی ہے اور غمی بھی، طیرنی بھی اور تلی بھی، سردی بھی ہے اور گرمی بھی، خوشگوار بھی ہے اور ناخوشگوار بھی، اور سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے اور اس کے حکم اور فیصلہ سے ہوتا ہے۔ بسنے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے بندوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی دکھ اور مصیبت پیش آجائے تو وہ مایوس اور سرسراہلی کاٹھک رہیں، بلکہ ایمانی عیوب و ثبات کے ساتھ اس کا استقبال کریں، اور دل میں اس عین کو تازہ کریں کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، جو عباد کو کرم و رحمت اور دہی ہر کو اس دکھ اور مصیبت سے نجات دینے والا ہے۔

اسی طرح جب ان کے معاملات سادگار ہوں، انہوں کی چاہتیں ان کو مل رہی ہوں، اور خوشی اور شادمانی کے سامان چسویں تو بھی وہ اس کو پشیمان اور اپنی قومیت یا ذکاوت سمجھیں بلکہ اس وقت اپنے بندوں میں اس عین کو تازہ کریں کہ یہ سب کچھ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی بخشش ہے، اور وہ جب چاہے اپنی بخشش جوئی ہر نعمت چھین بھی سکتا ہے، بسنے ہر نعمت پر اس کا شکر ادا کریں۔

یہ اسلام کی خاص تعلیمات میں سے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طرح طرح سے اس کی تزیین و تعظیم دی ہے، اس علم پر عمل کرنے کا ایک نتیجہ تو یہ ہوتا ہے کہ تندرہ ہر حال میں خلا سے وابستہ رہتا ہے اور دوسرا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ وہ کبھی مصیبتوں اور ناکامیوں سے شکست نہیں کھاتا اور نہ غم کے تسلسل سے بھی، اس کی جہاں نہیں غلطی، اور مایوس یا اور دل شکستگی اس کی عملی قوتوں کو ختم نہیں کر سکتی۔

اس سلسلہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چند حدیثیں نقل کر رہے ہیں۔

(۲۳۷) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ بِرُكْبَتَيْهِ الْمَشْرُوبِ زَادَ مَسْرُوعًا مَاءً لَمْ يَكُنْ يَدْرِي بِأَنَّ الرُّكْبَتَيْنِ رُكْبَتَا الْوَضْءِ  
 رَأَى أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ بِرُكْبَتَيْهِ

تو اس کے پیرائے

(ترجمہ) حضرت عیوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: برقعہ نمونے کا معاملہ بھی عجیب ہے جو بھکے ہوئے جانور اور ہر جانور میں اس کے لئے خیر ہی خیر ہے، مگر اس کو خوشی اور راستہ کا کام دینے سے تو وہ اپنے زہب کا شکر ادا کرتا ہے، اور یہ اس کے لئے خیر ہی خیر ہے، اٹھا کر اسے کوئی دلو اور غا پھنچا ہے تو وہ اس کو بھی اپنے حکیم و حکم زہب کا قبلا اور اس کی مشیت مقرر کرتے ہوئے اس پر صبر کرتا ہے اور یہ صبر بھی اس کے لئے سراسر خیر اور موجب برکت ہوتا ہے۔

(اسلم)

(تفسیر صحیح) اس دنیا میں عیوب اور کام نوسبہ ہی کے لئے ہے لیکن اس تکلیف اور آرام سے اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی رضا حاصل کرنا یہ صرف ان اہل ایمان ہی کا حصہ ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا ایمانی رابطہ قائم کر لیا ہے کہ وہ عیوب و آزار اور سرتو خوشی کی ہر گزری میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور جب کسی رنج اور دکھ میں مبتلا کئے جاتے ہیں اور کوئی ناخوشگوار کام ان کو پیش آتی ہے تو وہ زندگی کی پوری شان کے ساتھ صبر کرتے ہیں۔ اور چونکہ وہ اللہ اور خوشی و ناخوشی ایسی چیزیں ہیں جن سے انسان کی زندگی کسی وقت بھی خالی نہیں رہتی اس لئے ان چند گانوں خدا کے طلب بھی صبر و مشرک کی کیفیت نہ سے ہم دم محمود رہتے ہیں۔

(۲۳۴) عَنْ ابْنِ اَمَامَةَ عَنِ ابْنِ اَبِي حَسْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَرَوَاهُ ابْنُ اَبِي حَسْبٍ  
عَنْ اَبِي حَسْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَرَوَاهُ ابْنُ اَبِي حَسْبٍ  
عَنْ اَبِي حَسْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَرَوَاهُ ابْنُ اَبِي حَسْبٍ

(ترجمہ) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بے قرقر آدم اگر تم نے شرع صدیق صبر کیا اور میری رضا اور ثواب کی بہت کی تو میں نہیں دہنی ہوں گا کہ جنت سے کم اور اس کے سوا کوئی ثواب تجھے دیا جائے۔ (ابن ماجہ)

(تفسیر صحیح) ہے، کوئی حد نہ کسی تکوی کو چھوڑتا ہے، اس کا زیادہ اثر امتداد میں ہوتا ہے اور کہہ دیں گے کہ حد تو وہاں شروع ہو کر وہیں ختم ہوجاتا ہے، اس لئے بصرہ و مدینہ و جہاں سے جو حد سے پہنچنے کے وقت اللہ تعالیٰ کا خیال رکھ کر وہاں کی حد اور ثواب کی امید رکھ لیا جائے، اسی کی فضیلت ہے اور اسی پر ثواب کا وعدہ ہے، بعد میں میں ظہور ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی تعین نہیں ہے۔

ابو اسروانی اللہ رحمت کی اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع فرمایا ہے کہ جو صاحب ایمان زندہ کسی حد سے پہنچنے کے وقت اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثواب کی نیت سے صبر کرے گا تو اللہ اس کو جنت ہم درجہ فرمائے گا اور جنت کے سوا اور اس سے کم نہ ہوگی کوئی چیز جسے صبر کے ثواب میں دیکھنا شروع ہو کر خدا تعالیٰ کو راضی نہ ہوگا۔ اللہ اکبر! کس قسم کو زبانِ اظہار ہے، یادداشت زندہ کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے کہ جسے میں اکرم جب تجھے میرے تقدیری حکم سے کوئی حد سے پہنچے اور تو اس وقت میری رضا اور ثواب کی امید پر اس حد سے کا استقبال صبر سے کرے تو تجھے جنت دینے سے نہیں راضی نہ ہوں گا۔ گویا اس صبر کی وجہ سے اللہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو راضی رہنا خاص صفت ہے جو جہاں تک کہ اس زندہ کو جنت دینے بغیر اللہ تعالیٰ راضی نہ ہو سکے۔

(د) یہ کسی زندہ کو کسی قسم کا کوئی حد سے پہنچے تو اگر اس وقت اس حد کو اللہ تعالیٰ کے اس کربان کو یاد کر کے صبر کرے تو اللہ اس صبر میں ایک خاص لذت اور سعادت ملے گی اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یقیناً جنت میں عطا ہوگی۔

(۲۳۹) مَن تَوَلَّىٰ تَحَمُّلًا مِّنْ عَمَلِهِ فَمَا كَانَ يُكْرَمُ بِهَا لَمْ يَكُنْ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَلَٰكِنْ كَانَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُقَاتِلُ

رَدَّهَا الطَّبْرَانِيُّ فِي الْأَوَّلِ

(ترجمہ) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے اللہ تعالیٰ کے لیے لڑنے سے روایت کی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ، جو بڑے کسی کو جانی یا مالی مصیبت میں

بتلا ہو اور وہ کسی سے اس کا اظہار نہ کرے اور نہ لوگوں سے شکوہ شکایت کرے نہ  
 اللہ تعالیٰ کا ذمہ ہے کہ وہ اس کو بخش دیں گے (عجم اور مطہر ان  
 (تشریح) صبر کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اپنی مصیبت اور تکلیف کا کسی سے اظہار بھی نہ ہو  
 اور ایسے عبادوں کے لئے اس حدیث میں مغفرت کا بجز وعدہ کیا گیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اکیس برس  
 کا ذمہ لیا ہے۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ ان سوا غیر پر یقین اور ان سے فائدہ اٹھانے کی تو مستحق  
 حصار بنے۔

(۲۳۹) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَرَسَكَتِ إِثْمَةُ الصَّغِيرِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِ أَيْ إِثْمَانِي فَيَضُّهُ فَإِنَّا قَدْ كُنَّا بَعْضُ الْوَالِدِينَ حُرُ  
 بَعْدَ ذَلِكَ لَقَدْ مَأْخُذٌ وَلَهُ مَا أَسْأَلُ وَسُئِلْتُ عَنْهُ بِأَجْلِ مَسْئَلِ الْخَلِيفِ  
 فَتَحَسِبُتُ فَإِذَا سَأَلْتُ الْبَنِي وَتَقَبَّلْتُ عَلَيْهِ نَبِيًّا فَمَا أَفْكَارُهُ مَعَهُ مَعْلُومٌ  
 حَيَادَةٌ وَمَعَادُونَ بَعْلِي وَأَبِي لَيْسَ كَعَيْبٍ وَذَلِكَ مِنْ نَائِبٍ وَرَجَائِي  
 غَرَبِيغَرَالِي رَسُوْلِي اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّغِيرِ وَنَفْسُهُ مَتَّقَةٌ  
 فَفَاضَتْ حَيْثُ أَذْهَبَتْ فَفَاضَتْ مَا سَأَلْتُ اللَّهُ مَا أَهْدَى فَقَالَ هَلِي بِهِ نَحْمَةً  
 بِحَلْهَا اللَّهُ فِي قُلُوبِ عِبَادِهِ فَإِنَّمَا تُوْحَمَةُ اللَّهِ مِنْ عِبَادِهِ الرَّحْمَاءِ

(رواہ النضاری ومطہر)

(ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے پاس کھلا کے بیٹھا کہ میرے بچے کا آخری دم سٹا اور چل پھٹاؤ کا وقت ہوا لہذا آپ  
 اس وقت لڑھکیں لے آئیں، آپ نے اس کے جواب میں سلام کھلا کے بیٹھا اور پیام دیا کہ  
 بیش اللہ تعالیٰ کسی سے جو کچھ لے گا وہی اسی کا ہے اور کسی کو جو کچھ دے وہی اسی کا ہے  
 اور میں ہر چیز پر حال میں ہی کی ہے اور کسی کو دنیا ہے تو وہی چیز دیتا ہے اور کسی سے

یہ ہے تو اپنی چیز لیتا ہے) اور ہر چیز کو اپنے اس کی طرف سے ایک مدت اور وقت مقرر  
 (اور اس وقت کے آجانے پر وہ چیز اس دنیا سے اٹھالی جاتی ہے) میں جاسیے کہ تم  
 صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے اس عہدہ کے اجر و ثواب کی طالب بنو۔ صاحبزادی صاحبہ  
 نے بھڑک کے پاس پیام بھیجا اور ظہر دی کہ اس وقت حضور ضرور ہی تشریف لائیں،  
 پس آپ نے اٹھا کر چلے گئے اور آپ کے اصحاب میں سے متعدد بنی عباد و عمار و عابدین چل  
 اور آتی ہیں کعب اور زید بن ثابت اور یحییٰ اور زکریاؑ کی کے ساتھ ہوئے، پس وہ بچے  
 اٹھا کر آپ کی گود میں دیا گیا، اور اس کا سانس نکلا، پوچھا، اے اللہ کے اس عالم کو دیکھ کہ  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو پونے لگے، اس پر متعدد بنی عباد نے  
 عرض کیا: حضرت یہ کیا؟ آپ نے فرمایا کہ: یہ رحمت کے اس جذبہ کا اثر ہے  
 جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھ دیا ہے، اور اللہ کی رحمت ان ہی  
 بندوں پر ہوگی جن کے دلوں میں رحمت کا یہ جذبہ ہو، اور جن کے دل سخت اور  
 رحمت کے جذبہ سے بالکل خالی ہوں، وہ عباد کی رحمت کے مستحق نہ ہوں گے۔

(بخاری و مسلم)

(تشریح) بخاری کے نسخے سے معلوم ہوا کہ کسی عہدہ سے دل کا شائبہ ہوتا، اور  
 آنکھوں سے آنسو بہنا صبر کے ساقی نہیں، صبر کا حقیقی حصہ انسان ہے کہ بندہ بصیبت اور عہدہ  
 اللہ تعالیٰ کی مشیت یقین کرتے ہوئے اس کو بندگی کی شان کے ساتھ انگریز کرے، اور اللہ تعالیٰ کی  
 رحمت سے ماہوس، اور اس کا شائبہ نہ ہو اور اس کی مقرر کی ہوئی عہدہ کا پابند رہے۔  
 باقی طبعی طور پر دل کا شائبہ ہونا اور آنکھوں سے آنسو بہنا تو قلب کی وقت اور اس جذبہ رحمت کا  
 دوزی نتیجہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کی فطرت میں ودیعت رکھا ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کی خاص نعمت ہے  
 اور جو دل اس سے خالی ہو وہ اللہ تعالیٰ کی ننگا رحمت سے محروم ہے۔ مستدین عباد نے حضور کی  
 آنکھوں سے آنسو بہتے دیکھ کر تعجب کے ساتھ سوال کیا کہ اس وقت تکسایں کہ یہ بات معلوم ہوئی



موقع دیا اور جب اس کی شبست ہوئی اپنی اس امانت کو تم سے واپس لے لیا اور وہ تم کو اس کا راز اخرویشہ والا ہے۔ اللہ کی خاص نوازش اور اس کی رحمت اور اس کی طرف سے ہدایت لگتی ہے اور اللہ سے ہے اگر تم نے ثواب اور رضا، انہی کی خدمت سے صبر کیا پس اسے معاف اور صبر کرو، اور ایسا نہ ہو کہ جزا و جزا تمہارا ہے اور جزا تمہاری ہے اور جو تمہیں تمام ہوا کہ خدا سے پیوستہ اور جو سے بھی خود کو (اللہ) اور زمین، لیکو کہ جزا و جزا سے کون ترسے والا وہ نہیں ہے اس آلاء اور اس سے دل کا رنج و غم دور ہو جائے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ آتا ہے وہ جو کچھ ہے والا بلکہ یقیناً ہو چکا ہے۔ والسلام۔

(بیم کبیر و عم بوسط)

(تشریح قرآن مجید میں صاحب پر صبر کرنے والے بندوں کو تین چیزوں کی بشارت دی گئی)

ارشاد ہے: "اور انہوں نے جو صبر کیا میں نے ان کو حصہ دیا اور ان کو حصہ دیا اور ان کو حصہ دیا اور ان کو حصہ دیا" اور ان پر اللہ تعالیٰ کی خاص نوازش اور عنایت ہوگی اور وہ رحمت سے نوازے جائیں گے اور وہ جاہلیت یا اب ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تعزیت نامہ میں اسی قرآن بشارت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ: "اگر تم نے ثواب اور صلہ انہی کی خدمت سے اس صدمہ پر صبر کیا، تو تمہارے لئے اللہ کی خاص نوازش اور اس کی رحمت اور نوازش کی بشارت ہے"۔

(فتا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس تعزیت نامہ میں ہر اس صاحب ایمان شکر کے لئے تعزیت و نصیحت اور فیصلی اشغی کا پورا سامان ہے جس کو کوئی صدمہ پہنچے، کاش اپنی نصیحتوں میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ایمان آورد تعزیت و نصیحت سے سکون حاصل کریں؟ اور صبر و شکر کو اپنا شعار بنا لیں۔

(۲۳۳) عن ابي ذرٍّ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَبَا الْكَأْبِ مِنْ اللَّهِ حَاكِيَةً وَمَنْ قَالَ إِنَّ اللَّهَ كَيْفَ دَانَ وَتَعَالَى عَمَّا  
 يَدْعُونَ فَإِنِّي بِأَجْتِ مِنْ تَكْوِينِ لِقَاءِ أَهْلِهَا بِأَهْلِهَا مَا يَحْتَسِبُونَ  
 كَوْنَهُ تِلْكَ اللَّهُ تَعَالَى أَهْلًا بِأَهْلِهِمْ مَا يَنْزِلُهُمْ وَأَهْلُهُمْ سَجْرًا وَهَسْبُهُمْ مَا  
 ذُكِرَ لِحَيْبِهِمْ وَلَا عَقْلٌ فَتَعَالَى مَا ذُكِرَ كَيْفَ تَكُونُ عِلْمُ اللَّهِ مَا كَانَتْ  
 وَلَا عَقْلٌ كَالِ اعْتِبَارِهِمْ مِنْ حَوْلِهِمْ وَوَعْدِهِمْ

(رواه ابو بصير في شعبه الامان)

(ترجمہ) حضرت ابو القدرؓ کی بیوی ہم القدرہ انیس سے روایت ہے، وہ یہاں کرتی  
 ہیں کہ مجھ سے میرے سوا اور اللہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ  
 علیہ وسلم سے سنا، آپ یہاں فرماتے تھے کہ:- اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ  
 اے بیٹے! میں تمہارے بعد ایک آفت پیدا کروں گا جس کی سیرت یہ ہوگی کہ جب  
 اللہ کو ان کی پابست اور خواہش کے مطابق نصیبیں ملیں گی تو وہ جذبہ شکر سے  
 معمور ہو کر اللہ کی حمد و ثنا کریں گے اور جب اللہ پر نافرمانی ہو جائے تو  
 وہ صبر سے ان کا استقبال کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے اس پر اجر و ثواب کے طالب ہوں گے  
 حالانکہ ان میں کوئی خاص درجہ کی برداری اور افضندی نہ ہوگی۔

حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ:- جب ان میں مرد باری اور اولاد افسندی نہ ہوگی تو  
 ان سے خوشحالوں میں شکر اور مصائب پر صبر کیونکر ہوگا؟۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا  
 میں ان کو اپنے علم انہا پر ظلم میں سے کچھ حصہ دوں گا۔ (شعب الامان للسیوطی)

(ترجمہ) صحیبت میں ایسے دلی شکستہ اور سرسید ہو جاتا اور نعمت اور خوشحالی میں  
 مست ہو کر اپنی اصل حقیقت کو اور خدا کو بھی بھول جاتا، انسانوں کی عام کمزوری یہ ہے کہ ان کو ان میں  
 میں فرمایا گیا ہے، اے اللہ! ان کے دل میں شکر اور حمد کا جذبہ پیدا کر اور ان کے دل میں  
 مشورت نہ آئے، اب اگر کسی نعمت اور کھسی گروہ کی سیرت ایسی ہو کہ وہ مصیبتوں میں صابر اور مستعد ہو

شکر جو تو اللہ تعالیٰ کا اس پر خاص فضل ہے اور یہ اس کا بڑا امتیاز ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عام صحابہ اور قریبیوں کے بعد کے صحابہ، جو میں کو اللہ تعالیٰ نے جو نعموں، روحانی صفات عطا فرمائیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ان کو صبر و شکر کی دولت سے بہرہ ور فرمایا، اور ان کے اس صبر و شکر کا سرچشمہ ان کی عقلیت اور علم کی وسعت تھیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ اس نے اپنے علم و علم کے کچھ ذائقے ان بندوں کو عطا فرمادیئے ہیں، اور یہ صبر و شکر انہی کے ثمرات ہیں۔

جس طرح اس امت کے اور بہت سے امتیازات اور خصائص کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء و اہل بیت سے فرمایا، اسی طرح صبر و شکر میں اس کے امتیاز کا ذکر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تاکہ انہیں علوم ہو کر انسانوں کی روحانی تربیت اور صیغہ سازی کا جو کام انہوں نے اور ان سے پہلے اللہ کے پیغمبروں نے کیا اس کی تکمیل ان کے ہنکرنے والے اللہ کے پیغمبر کے ذریعہ ہونے والی ہے، اور اس کے نتیجہ میں ایک ایسی امت کی قسمت نمودار کرنے والی ہے جو صبر و شکر کے تمام پر ناز ہوگی، اور اللہ تعالیٰ کے علم و علم سے وہ بہرہ یاب ہوگی

## توکل اور رضا بالقضاء۔۔

ہم انسانوں کو حقیقتیں حضرات انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ معلوم ہوتی ہیں، ان میں سے ایک اہم حقیقت یہ بھی ہے کہ اس کا رخا اثر ہستی میں جو کچھ ہوتا ہے اور جس کو جو کچھ ملتا یا نہیں ملتا ہے، سب بڑا راست اللہ تعالیٰ کے حکم اور فیصلہ سے ہوتا ہے، اور ظاہری ایسا ہی ایک حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ وہ چیزوں کے ہم تک پہنچنے کے لئے اللہ ہی کے تصرف کے ہونے صرف اور بے اوقات ہیں، جس طرح لوگوں میں پانچ جن لوگوں کے ذریعہ پہنچتا ہے وہ پانی پونچانے کے صرف راستے ہیں، پانی کی تقسیم میں ان کا اپنا کوئی دخل اور کوئی حصہ نہیں ہے، اسی طرح اس عالم وجود میں کارفرمائی و سبب کی بالکل نہیں ہے، بلکہ کارفرما اور نواز صرف اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کا حکم ہے۔

ان حقیقت پر لوگوں سے یقین کر کے اپنے تمام مقاصد اور کاموں میں صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر

اعتقاد اور بھروسہ کرنا، اسی سے لوگ گناہ، اسی کی قدرت اور اسی کے کرم پر نظر رکھتے، اسی سے اُمید یا خوف ہونا، اور اسی سے دعا کرنا، اسی ہی طرز عمل کا نام دین کی اصطلاح میں توحید ہے۔

توحید کی اصل حقیقت میں اتنی ہی ہے۔ ظاہری اسباب و نتائج کا ترک کر دینا، یہ توکل کیسے لازم نہیں ہے۔ حضرت انبیاء علیہم السلام خاص کر سیدنا نبیاً و صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام اور ہر ذمہ کے عارفین کا طین کا توکل ہی تھا، یہ سب حضرات اس کا ثناء و ستیج کیا، انسانی سلسلے کو اللہ تعالیٰ کے امر و حکم کے ماتحت، اور اس کی حکمت کا تقاضا جانتے ہوئے عام حالات میں اسباب کا بھی استعمال کرتے تھے، لیکن دل کا اعتقاد اور بھروسہ صرف اللہ ہی کے حکم پر ہوتا تھا، اور جیسا کہ عرض کیا گیا وہ اسباب کو پانی کے نلوں کی طرح صرف ایک راستہ اور ذریعہ ہی جانتے تھے، اور اسی واسطے وہ ان اسباب کے استعمال میں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا اور اسکے احکام کی تعمیل کا پورا پورا لحاظ رکھتے تھے، نیز یہ بھی یقین رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ان اسباب کی پابندی میں مشغول رہے، اور اگر چاہے تو ان کے بغیر بھی سب کچھ کر سکتا ہے، اور کبھی کبھی وہ اللہ تعالیٰ کی اس قدرت کا مشاہدہ اور تجربہ بھی کرتے تھے۔

الغرض ترک اسباب و توحید کی حقیقت میں داخل ہے نہ اس کے لئے مشروط ہے، ہاں اگر بڑے حال سے اللہ کا کوئی صاحب یقین بندہ ترک اسباب کوشے تو قابل اعتراض بھی نہیں، بلکہ ان کے حق میں جو کمال ہی ہوگا، اسی طرح اگر اسباب سے دل کا تعلق توڑنے کے لئے اور پھانے اسباب اللہ پر بھروسہ پیدا کرنے کے لئے یا دوسروں کو اس کا مشاہدہ اور تجربہ کرانے کیسے لگے، کوئی بندہ خدا ترک اسباب کا ذمہ اختیار کرے، تو یہ بھی بالکل درست ہوگا، لیکن توکل کی اصل حقیقت صرف اس قدر ہے جو اوپر عرض کی گئی، اور قرآن و حدیث میں اس کی ترفیہ و دعوت دی گئی ہے، اور اسی کے خلاف کلام و ثنا کی گئی ہے، اور بلاشبہ یہ توکل، ایمان اور توحید کے کمال کا لازمی ثمرہ ہے، جس کو توکل نصیب نہیں، یقیناً اس کا ایمان اور اس کی توحید کافی نہیں ہے۔

یہ توکل سے بھی آنگے رضا بالقضائے اللہ کا نام ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ سے پر جو بھی

اچھے یا بُرے اعمال آئیں وہ یہ نصیب کرنے ہونے کے بعد حال کا بھیجے والا میرا ناکہ ہی ہے، اسکے کلمہ اور یہ  
 فیصلہ پر دل سے راضی ہو، شہادت ہے اور رحمت و عافیت کے دونوں کی طرح تکلیف و مصیبت کی گھڑ پٹی  
 میں بھی اسکے خدا آتشا دل کی عطا ہے ہی جو کہ ۔

”جو چیز دو دوست میرے ساتھ ہو گئی ہے“

اب تہدی سطروں کے بعد توکل ہے، رضا بالقضاء کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 چند حدیثیں پڑھئے :-

۲۴۲) عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 كل شئ ائتمنته من أمرى سبقت الفأيقية ما أبعد الله بيني وبين  
 كذا وكذا ولا يكفركون وكل شئ سبقتني كذا وكذا

(رواه البخاري ومسلم)

(ترجمہ) حضرت محمد شہداء میں عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے ایشیا اور ماہیا کہ میری ائمت میں سے مشرور ہزار ہا چیزوں کے جنت میں جائیں گے  
 وہ وہ چند گان خواہوں گے جو مشر نہیں کرتے اور شگون بد نہیں لیتے اور اپنے  
 بار و بار دہرائی کرتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

(تشریح) اس حدیث کا مطلب صحیح طور پر سمجھنے کیلئے پہلے یہ جان لینا چاہئے کہ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت بعوث ہوئے اس وقت انہی عرب میں وہ سریا جنت ہی جیوتی بڑی بڑی اشیاء  
 نواشیوں کے علاوہ بہت باریکیاں بھی عام طور پر رائج تھیں۔ ایک یہ کہ جب وہ خود یا ان کے پیچھے  
 کسی بیابان یا اور کو دروہیں جٹکا ہوتے تو اس وقت کے مشر کرنے والوں سے مشر کو اتنے اور سمجھتے کہ یہ  
 مشر مشر دیکھ اور بیابانی کو بھگانے کی ایک آسمان تو ہر سے (اور یہ مشر عموماً جاہلیت کے زمانہ میں کئے گئے)  
 اور وہ مشر سے یہ کہ جب وہ کوئی ایسا کام کرنے کا ارادہ کرتے جس سے نفع اور نقصان، نفاہ و عیبت دونوں کا  
 احتمال ہوتا تو شگون لیتے اور اگر شگون بڑا نکلتا تو سمجھتے کہ یہ کام ہم کو راست نہیں آئے گا، اسکے پھر اس کے

نہیں کرتے تھے۔ انھیں خشکوں کو بھی وہ نقصان سے بچنے کی ایک آسانی تدبیر جانتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں چیزوں کی مختلف موقوفوں پر غرمت فرمائی اور تعلیم دی کہ بیماری دور کرنے کے لئے منتر پڑھنا جائز ہے، اور خشکوں پر پڑھنے اور اس کا اثر قبول کرنے کا یہ طریقہ بھی پھوڑا جائے، اور یقین رکھا جائے کہ بیماری اور تندرستی اور نفع نقصان سب پر اللہ ہی کے اختیار میں ہے، لہذا اس پر بھروسہ کیا جائے اور اپنے مفاد اور ضروریات کے لئے صرف ان اسباب اور علاج پر دستبردار نہ رہے، جو اس کی مرضی کے خلاف نہیں ہیں، کیونکہ وہ اس کا فرما اور مقررہ اسباب نہیں ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کا حکم ہے، لہذا کسی مقصد کے لئے ایسے اسباب استعمال کرنا جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں، غرمت طاقت کی بات ہے۔

پس اس حدیث کا مطلب یہی ہے کہ جنت میں بے حساب جانے والے یہ بندگاہیں حسد اور ہونے والی مصلحتوں کے لئے اللہ پر اعتماد اور بھروسہ کر کے منتر اور خشکوں پر پڑھنے کے ان علاج موقوفوں کو پھوڑا دینا۔ بعض لوگوں نے اس حدیث سے یہ سمجھا ہے کہ یہ لوگ اسباب کا استعمال مطلقاً ترک کر کے توکل کرنے والے ہوں گے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے، اگر یہ مقصد بڑا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی صراحت فرماتے، اس موقع پر اسباب میں سے صرف ان ہی دو چیزوں پر منتر اور خشکوں پر پڑھنے کے ذکر کرنے سے یہ جو کہ شریعت میں خود ہی منع ہے، اصاف معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کا مطلب یہی ہے کہ یہ بندگاہیں وہ ہوں گے جو اپنے مفاد اور ضروریات میں اللہ تعالیٰ ہی پر اعتماد اور بھروسہ کرنے کی وجہ سے اور اسی کی مشیت اور اس کے حکم کو اصل کار فرما اور مؤثر سمجھنے کے سبب، ان اسباب کو استعمال نہیں کرتے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔ پس یہ حدیث خود ہی اس کی دلیل ہے کہ جو اسباب اللہ تعالیٰ نے جن مفاد کے لئے اپنی حکمت سے مقرر فرمائے ہیں اور شریعت سے ان کی اجازت دی ہے، ان کا ترک کر دینا توکل کا تقاضا نہیں ہے، بلکہ صرف ان اسباب اور تدابیر کا ترک کرنا توکل کا تقاضا ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں اور شریعت سے جن کو مطلقاً قرار دیا ہے۔

لے حضرت شاہ ابوالفتح ابن عربی نے اس حدیث کو توکل ہی کے بیان میں نقل کرنے (بغیر حاشیہ پر)



صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ ارشاد فرماتے تھے کہ۔ اگر تم لوگ ہفت روزہ تو کوئی اور  
 اعتماد کرو جیسا کہ میں تو کوئی کرنے کا حق ہے، تو تم کو وہ اس طرح روزی دے جس طرح کہ  
 پڑعوں کو دیتا ہے، وہ صبح کو بھوکے اپنے آشیانوں سے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے  
 واپس آتے ہیں۔ (نزدی، ابن ماجہ)

(تشریح صحیح) مطلب یہ ہے کہ اگر تم کو روزی کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ پر ایسا اعتماد اور بھروسہ  
 کریں جیسا کہ انہیں کرنا چاہئے، تو اللہ کا معاملہ ان کے ساتھ یہ ہو کہ جس طرح وہ پڑیوں کو سولت سے  
 روزی دیتا ہے کہ انہیں آہستہ آہستہ کی محنت و مشقت کے بغیر معمولی نقل و حرکت سے روزی مل جاتی ہے،  
 صبح کو وہ خالی پیٹ نکلتی ہیں اور شام کو پیٹ بھری اپنے آشیانوں میں واپس آتی ہیں، اسی طرح پھر  
 اللہ تعالیٰ آدمیوں کو بھی سولت سے روزی پہنچائے، اور انہیں زیادہ کر دے گا اور شام خالی پڑے جیسا  
 آپ آسمانی پڑتی ہے۔

۲۴۴۴ عن عمرو بن العاص قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 ما أحب إلي من أن يأتى رجل منكم من غير أن يملك من الدنيا شيء  
 فأتىه الله من غير أن يملك من الدنيا شيء فأتىه الله من غير أن يملك  
 من الدنيا شيء فأتىه الله من غير أن يملك من الدنيا شيء  
 (رواه ابن ماجہ)

(ترجمہ) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔ آدمی کے دل کیسے ہر میدان میں ایک شاعر ہے، یعنی ہر  
 میدان میں آدمی کے دل کی غمازیں پھیلی ہوئی ہیں، ایسی جو آدمی اپنے دل کو ان سب  
 شاخوں اور غواہوں میں لگا دے گا، اور لگے لگے ہر طرف اٹھائے گا تو اللہ کہ  
 پرہیز ہوگی، کہ جس وادی اور کس میدان میں اس کی لامنت ہو اور جو آدمی اللہ پر  
 کرے اور اپنی حاجتیں اسکے سپرد کرے، اور اپنی زندگی کو اس کا تابع قرار دے،  
 تو اللہ تعالیٰ اس کی ساری ضرورتوں کیلئے کفالت کرے گا (اور اس کو دل کی اطمینان

سکون کی وہ دولت نصیب ہوگی جو اس دنیا کی سب سے بڑی دولت و نعمت ہے۔  
 (تشریح صحیح حدیث کا تفسیر مطاب ترمذی کے ساتھ واضح کیا جا چکا ہے اور اس میں اصل پیغام  
 اس حدیث کا یہ ہے کہ حضور انبی ساری ضروریات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے اور اس پر توکل کرنا  
 کرے اور اس کے احکام کا پابند ہو کر زندگی گزارے اور فوری ضرورتوں کے سلسلہ میں ہی چلے جائے  
 کوئی ایسا کام نہ کرے، پھر اللہ اس کے لئے کافی ہوگا اور وہی اس کی ضرورتیں پوری  
 فرمائے گا۔

(۲۳۵) عَنْ زَيْنِ كَابِيْنَ قَالَ كُنْتُ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ أَنْ يَأْتِيَنِي بِأَمْرٍ أَحْضِرُ اللَّهُ بِهِ مَخَافَتِي أَوْ أَحْضِرُ اللَّهُ بِهِ مَخَافَتِي وَرَأَيْتُ مَا لَمْ يَأْتِيَنِي بِهِ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنِي بِهِ مَخَافَتِي أَوْ أَحْضِرُ اللَّهُ بِهِ مَخَافَتِي قَالَ كَتَبَ اللَّهُ لَكَ وَرَأَيْتُ مَا لَمْ يَأْتِيَنِي بِهِ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنِي بِهِ مَخَافَتِي أَوْ أَحْضِرُ اللَّهُ بِهِ مَخَافَتِي قَالَ كَتَبَ اللَّهُ لَكَ وَرَأَيْتُ مَا لَمْ يَأْتِيَنِي بِهِ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنِي بِهِ مَخَافَتِي أَوْ أَحْضِرُ اللَّهُ بِهِ مَخَافَتِي

اور اس میں اصل (الشرعی) ہے

(ترجمہ) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن میں  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ہی سواری پر آپ کے پیچھے سوار تھا کہ آپ  
 مجھے مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا، اے لڑکے تو اللہ تعالیٰ کا خیال رکھو یعنی  
 اس کے احکام کی تعمیل اور اس کے حقوق کی ادائیگی سے غافل نہ ہو، اللہ تعالیٰ تیرے خیال  
 فرمائے گا اور تیرا آخرت کی آفات و بلیات سے تیری حفاظت کرے گا، تو اللہ کو  
 یاد رکھو، جب کہ یاد رکھنا چاہئے، اس کو تولینہ ماننے یا نہ ماننے اور جب تو کسی چیز کو  
 اتناں چاہے تو میں اللہ سے مانگ، اور جب کسی ضرورت اور نعم میں تو مدد کا محتاج ہو

طالب ہو تو اللہ ہی سے ادا و اعانت طلب کہ، اور اس بات کو دل میں ٹھہالے کہ اگر  
 ساری انسانی برادری بھی باہم متعلق ہو کر اُتر پڑا کر چاہے کہ تجھ کو کسی چیز سے نفع پہنچا  
 تو صرف اسی چیز سے تجھ کو نفع پہنچا سکے گی جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے مقدر کر دی ہے  
 اسکے سوا کسی چیز سے نہیں، اور اسی طرح اگر ساری انسانی دنیا تجھ کو کسی چیز سے  
 نقصان پہنچانا چاہے تو صرف اسی چیز سے نقصان پہنچا سکے گی جس سے نقصان پہنچانا  
 اللہ تعالیٰ نے پہلے سے ہی تیرے لئے مقدر کر دیا ہے، اسکے سوا کسی چیز سے تجھے کوئی  
 نقصان نہیں پہنچایا جاسکے گا، اٹھو پکے ظم اور خشک بھی ہو جائے۔

(مسند احمد و جامع ترمذی)

(تشریح صحیح) حدیث کا مطلب و مفہام اس کی روح ہی ہے کہ ہر قسم کا نفع و نقصان تو  
 دکھا، آدم صرف اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے، اسکے سوا کسی کے بس میں کچھ بھی نہیں، حتیٰ کہ اگر ساری دنیا  
 کے انسان مل کر کسی بندہ کو کوئی نفع یا نقصان یاد دکھیا، یا کوئی آگام پہنچانا چاہیں تب بھی اللہ کے حکم اور  
 جسکے فیصلے کے خلاف کچھ نہیں کر سکتے، وجود میں وہی آگے گا اور وہی ہو گا جس کا اللہ تعالیٰ کی  
 طرف سے پہلے ہی فیصلہ ہو چکا ہو، اذ ظلم تقدیر جس کا آئینہ ہست پہلے لکھ کر فرارغ ہو چکا ہے، اور  
 اس کی تحریر خشک بھی ہو چکی ہے۔۔۔ ایسی صورت میں اپنی حاجات کے لئے کسی مخلوق سے  
 سوال کرنا، اس سے مدد مانگنا صرف نادانی اور گمراہی ہے، لہذا جو مانگا ہو اللہ سے مانگا اور اپنی  
 حاجات کے لئے کسی کے آگے ہاتھ پھیلاؤ، اور اس سے لینے کی صورت یہ ہے کہ اس کو اور جسکے احکام و  
 حقوق کو یاد رکھو، وہ تمہیں یاد دلائے گا اور تمہاری ضرورتیں پوری کرے گا، اور دنیا و آخرت میں تم پر  
 فضل فرمائے گا۔

چونکہ کتاب لایمان میں تقدیر کے بیان میں پوری وضاحت اور تفصیل سے لکھا جا چکا ہے کہ  
 تقدیر کا مطلب کیا ہے، اور تقدیر کو مانع کے باوجود عمل اور تدبیر کی ضرورت کیوں ہے، اسکے لئے  
 اس پر نور و وسوسہ کے متعلق یہاں کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ ناظرین میں سے اگر کسی کو

اس باب سے میں غلیبان ہو تو معارف احمدیہ جلد اول میں فقیر کا بیان فرمایا جائے۔

(۲۳۷) عرب ابن مسعود روکاں قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله  
 ليس من شيئا يكفر من شيء الا يكفره ويكفره من الكافر الا كافر  
 امرتكم به وليس شيئا يقربكم من الشرك الا ما بعث الله من الخلق  
 الا كل ما يكفره عنه وان الكفر من الايمان كفر في ذواته وان  
 كفر العدل من كفره في ذواته ان نفسا كثر تكفرت حتى تكفر كل  
 رذيلة الا كافرت بالله واخبرنا في التلخيص ولا يحصى ذنوبكم  
 استرطاعة التورق ان تظلموا لا يباعي الله كما كلف ولا يمتدح  
 ما حدثك الله الا بطاعته

(رد المحتار، المغرور، شرح المشتمل، السهقي في شرحه)

(ترجمہ) حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے ارشاد فرمایا کہ۔۔۔ لے لوگو! نہیں ہے کوئی چیز ایسی جو جنت سے تم کو قریب اور  
 دوزخ سے تم کو بعید کرے، مگر اس کا حکم میں تم کو لے چکا ہوں اور اسی طرح نہیں ہے  
 کوئی چیز ایسی جو دوزخ سے تم کو قریب اور جنت سے بعید کرے، مگر میں تم کو اس کا  
 سینے کر چکا ہوں (یعنی کوئی نیکی اور ثواب کی بات ایسی باقی نہیں رہی جس کی تعلیم  
 میں نے تم کو نہ دے دی ہو، اور کوئی بدی اور گناہ کی بات ایسی نہیں رہی جس کی  
 میں نے تم کو نہ منع نہ کر دی ہو، اس طرح ادا کرو اور وہی کی پوری تعلیم میں تم کو لے چکا  
 ہوں، اور اللہ کے تمام مثبت و منفی احکام جو مجھے نے تم کو پہنچا چکا ہوں،  
 اور اللہ کے تمام ایمان کے اور ایک حدیث میں ہے کہ روح القدس نفاذ اور دونوں کے  
 مراد جو شریعت میں ہے) ابھی میرے دل میں یہ بات نکالی جو (یعنی اللہ کی طرف سے  
 یہ وہی پہنچائی ہو) کہ کوئی شخص اس وقت تک نہیں مرنے تا جب تک کہ اپنا رزق

پیدا نہ کرے (یعنی ہر شخص کو اس کے پہلے اس کا مقدر رزق مختار یا ضرور مل جاتا ہے) اور جب تک رزق پورا نہ ہو جائے اس کو موت آ رہی نہیں سکتی (یہ لفظ لے لو گا اخصاص سے مراد اور غائب رزق کے سلسلہ میں تکی اور پیریشیا گاری کا روتہ اختیار کرو اور روزی میں کچھ تاخیر ہو جانا تمہیں اس پر آمادہ نہ کر دے کہ تم اللہ کی نافرمانیوں اور نامشروع طریقوں سے اس کے حاصل کرنے کی فکر کو پیش کرنے لگو، کیونکہ جو کچھ اللہ کے قبضہ میں ہے وہ اس کی فرمائش واری اور طاعت گزاری ہی کے قدیم اس سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

(شرح السنۃ شعبان و بیان الیقین)

(تفسیر صحیح) حدیث کا ابتدائی حصہ صرف تمہید ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح پر دراصل وہی خاص بات اپنے مخاطبین کو بتلانا اور پہنچانا چاہتے تھے جو جبریل ائیس نے اس وقت آپ کے دل میں ڈالی تھی، لیکن مخاطبین کے ذہنوں کو پوری طرح متوجہ کرنے کے لئے آپ نے پہلے ارشاد فرمایا کہ لوگو! حلال و حرام اور گناہ و ثواب کی پوری تفسیر میں تم کو لے چکا ہوں، اب ایک اہم کھیل بات جو ابھی جبریل امین نے مجھ پر پہنچائی ہے، میں تم کو بتانا چاہتا ہوں۔

اس تمہید کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے مخاطبین کے ذہنوں کو بیدار اور متوجہ کیا، اور اسکے بعد وہ خاص بات ارشاد فرمائی جس کا حاصل یہ ہی ہے کہ ہر شخص کا رزق مکتوب اور مقدر ہو چکا ہے، وہ مرتے سے پہلے پہلے اس کو ہی کر رہے گا، اور جب معاملہ یہ جو قرآوی کو چاہئے کہ اگر روزی میں کچھ تنگی اور تاخیر بھی ہو جب بھی وہ اسکے حاصل کرنے کے لئے کوئی ایسا اقدام نہ اٹھائے جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو، اور جس میں اس کی نافرمانی ہوتی ہو، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر یقین رکھتے ہوئے صرف حلال اور مشروع طریقوں ہی سے اسکے حاصل کرنے کی کوشش کرے، کیونکہ اللہ کا فضل و انعام اس کی فرمائش واری اور طاعت



اللہ تعالیٰ سے مانگنے کے لئے گئے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ کر کے اس نے  
 تیراری شروع کر دی اور اللہ کرپٹی کے پاس آئی اور اس کو تیار کیا تاکہ اللہ تعالیٰ  
 کے حکم سے کہیں سے کچھ نکلے تو جلدی سے اس کو جیرا جاسکے (پھر وہ تیر کے  
 پاس گئی اور اس کو گرم کیا تاکہ آگلا پس جانے کے بعد پھر روٹی پکانے میں دیر  
 نہ لگے) پھر اس نے خود بھی دعا کی اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے مالک! یہی نیت  
 ہے۔ اب اس کے بعد اس نے دیکھا کہ کھٹی کے گرد و گرد آٹے کے لئے جو کچھ بنی ہوئی ہے  
 (جس کو کھٹی کا گڑا تھا اور کہیں کہیں کھٹی کی پھر بھی کہتے ہیں) وہ آٹے سے بھری ہوئی  
 ہے پھر وہ تیر کے پاس گئی تو دیکھا کہ تیر وہی ریشوں سے بھرا ہوا ہوا (دراختی) دنیا  
 اس میں لگ بھگ تھی ہے (گئی ہوئی ہے) اس کے بعد اس بیوی کے شوہر واپس آئے اور  
 بیوی سے پوچھا کہ میرے جانے کے بعد تم نے کچھ پایا یا؟ بیوی نے بتایا کہ ہاں آپ  
 اپنے پروردگار کی طرف سے ملا ہے (یعنی براہ راست خزانہ عجبیکہ اس طرح ملا ہے)  
 یہ سن کر یہ بھی کھٹی کے پاس گئے اور اس کو اٹھا کر دیکھا یعنی تیر نے وہ شوق میں غالب  
 اس کا پاٹ اٹھا کر دیکھا) پھر جب یہ امیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر  
 کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ سلوم یہ ناپا ہے کہ اگر یہ اس کو اٹھا کر نہ دیکھتے  
 تو اپنی قیامت تک ہر ہی علقی ریشی اور اس سے ہمیشہ آگلا کھٹا رہتا۔

(مسند احمد)

(تشریح) اس روایت میں جو واقعہ نقل کیا گیا ہے وہ عوامی کے قبیل سے ہے جو اس  
 دنیا میں عام طور سے اللہ تعالیٰ کی عطا میں ایسا ہی کے سلسلہ سے ملتی ہیں، لیکن کئی کئی  
 کی قدرت کا یہ تماشا بھی ظہور میں آتا ہے کہ عالم ایسا کچھ عام دستور کے خلاف براہ راست  
 اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ایسے واقعات ظاہر ہوتے ہیں۔ ————— بیشک اللہ تعالیٰ جو زمین  
 آسمان کا پیدا کرنے والا ہے، اس کے لئے یہ کچھ بھی مشکل نہیں۔ ————— پھر اس قسم کے واقعات

اگر اللہ کے کسی پیغمبر کے ہاتھ پر مظاہر ہوں تو ان کو تجزہ کھنا جاتا ہے، اور اگر ان کے کسی شیخ ائمہ  
کے ہاتھ پر ایسے واقعہ کا ظہور ہو تو اس کو کواقتد کہا جاتا ہے۔

ان دونوں میں ایسی بیوی نے اللہ تعالیٰ پر پوری طرح یقین کر کے اس سے روزی مانگی تھی،  
اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو اس طرح قبول کیا کہ عاقبتی عادت طریقہ سے ان کے لئے روزی کا  
سامان بھیجا، غیب سے کھانے میں رکھا گیا، اور تنہا میں روٹیاں پک گئیں۔

جو لوگ یقین اور توکل کی دولت سے محروم اور اللہ کی قدرت کی وسعت سے نا آشنا ہیں  
ان کے دلوں میں شبہ اس قسم کی روزیات پر شبہات اور وساوس پیدا ہوتے ہیں، لیکن اللہ کے  
جن بندوں کو یقین و توکل اور اللہ تعالیٰ کی صفات کی معرفت کا کچھ جھٹکا ہے ان کے لئے تو  
ایسے واقعات میں کوئی اچھٹے کی بات نہیں۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے: **وَمَا كُنْ**  
**لِيُخَوِّعَ عَنكُمُ اللَّهُ فَتُؤَخِّرَكُمْ بِهِ إِزْمَاتٍ حُلَاوِقٍ** اور جو کوئی اللہ پر توکل کرے (جیسا کہ  
توکل کا حق ہے) تو اللہ اس کے لئے اور سکے کام بنانے کے لئے کافی ہے۔

(۳۳۸) عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مَنْ سَعَا لِي بِرَأْسِهِ أَدْرَهُ مَاؤُهُ بِمَا أَفْعَى اللَّهُ لَهُ وَحِينَ شَقَاؤُهُ رَأَيْتُ  
أَدْرَهُ لِرُكْنِهِ إِمْتِنًا رَأَيْتُ رَأْيًا شَقَاؤُهُ رَأَيْتُ رَأْيًا شَقَاؤُهُ رَأَيْتُ رَأْيًا  
أَفْعَى اللَّهُ لَهُ.....  
دعا: **اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى**

(ترجمہ) حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے ارشاد فرمایا کہ۔ آدمی کی نیک ساقی اور خوش نصیبی میں سے یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ  
کی طرف سے اس کے لئے جو فیصلہ ہو وہ اس پر راضی رہے، اور آدمی کی بد ساقی اور  
بد نصیبی میں سے یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے خیر اور بھلائی کا طالب نہ ہو  
اور اس کی بد نصیبی اور بد ساقی یہی ہے کہ وہ اپنے باپ سے میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے سے  
ناخوش ہو۔  
(مسند صحیح جامع ترمذی)

(تشریح) اللہ کے فیصلہ اور اس کی تقدیر سے بعض اوقات بندہ پر ایسے حال آتے ہیں جناس کی طبیعت اور جاہل کے غلام ہوتے ہیں۔ ایسے موقع پر بندہ کی سعادت تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کو علم کل اور حکم مطلق اور رؤف باعباد و یقین کرتے ہوئے اسکے فیصلے پر رضی ہو۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے، **يَعْلَمُ مَا فِي سُرُوحِكُمْ وَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ وَ مَا فِي نَفْسِكُمْ وَ مَا فِي رُءُوسِكُمْ وَ مَا فِي كُنُوفِكُمْ وَ مَا فِي أَعْيُنِكُمْ وَ مَا فِي أَسْفَلِ أَعْيُنِكُمْ وَ مَا فِي سُرُوحِكُمْ وَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ وَ مَا فِي نَفْسِكُمْ وَ مَا فِي رُءُوسِكُمْ وَ مَا فِي كُنُوفِكُمْ وَ مَا فِي أَعْيُنِكُمْ وَ مَا فِي أَسْفَلِ أَعْيُنِكُمْ**۔ (یوسف ص ۱۰۱)۔ جو چیز کو برا سمجھو اور حقیقت اور انجام کے لحاظ سے اس میں تمہارے لئے بھتری ہو، اور اسی طرح ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو اور چاہو اور حقیقت اور انجام کے لحاظ سے اس میں تمہارے لئے برائی اور غمزدگی ہو، علم حقیقی صرف اللہ کو ہے اور تمہیں نہیں ہے۔

دوسری بات اس حدیث میں یہ فرمائی گئی ہے کہ بندہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے برابر دعا کرتا رہے کہ جس کے نزدیک بندہ کے لئے بونہیر ہو اسی کا اس کے لئے فیصلہ کیا جائے۔ حضور نے فرمایا کہ بندہ کا اپنے لئے اللہ تعالیٰ سے خیر نہ مانگنا بندہ کی بڑی بد نصیبی اور بد بختی ہے۔ اسی طرح یہ بھی بد بختی اور بد نصیبی ہے کہ بندہ اللہ کی قضاء و قدر اور اس کے فیصلوں سے ناخوش اور ناراض ہو۔

ظاہر ہے کہ رضا بالقضاء کا یہ مقام بندہ کو جب ہی حاصل ہو سکتا ہے جب کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی ان صفات کمال و جمال پر پورا پورا ایمان و یقین حاصل ہو جو قرآن مجید نے اولا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر کیا ہے اور پھر اس معرفت اور اس ایمان و یقین کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی محبت اسکے دل میں رہ جائے۔ ایمان و محبت کے اس مقام پر پہنچ جانے کے بعد بندہ کے دل کی صدا یہ ہوتی ہے۔

زندہ کنی عطاے تو اور کیشی خدا سے تو دل شدہ بنلاے تو ہر کچی رضائے تو

## اخلاص و نیت اور نام و نود

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک انسانی دنیا کو اخلاقِ حسنہ کی جو تعلیم و ہدایت ملی ہے اس کا بہت نزدیک اس کی نیت اور اخلاص و نیت کی تعلیم سے جوتی ہے یعنی اخلاص و نیت کتاب و اخلاق کا آخری تکمیلی سبق اور وصاف اور اخلاقی بلندی کا آخری ذریعہ ہے۔

اس اخلاص و نیت کا مطلب ہے کہ ہر ذرا چھ لاکھ یا کسی کے ساتھ چھ لاکھ یا صرف اس کے اور اس نیت کے لیے چاہئے کہ چھ لاکھ خالص و پروردگار ہم سے راجعی ہے ہم پر رحمت فرمائے اور اس کی نافرمانی اور نیت کے ہم مصیبت ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

یہ فرمایا ہے کہ تمام اچھے اعمال و اخلاق کی نیت اور جان ہی اخلاص و نیت ہے۔ اگر نیت اچھے سے اچھے اعمال و اخلاق اس سے قائل ہوں اور ان کا مقصد و رضا آگے نہ ہو بلکہ نام و نیت اور کوئی ایسا ہی جنہاں کا ٹھکانہ اور باعث ہو تو اللہ کے نزدیک انکی کوئی قیمت نہیں اور ان پر کوئی ثواب نہیں والا نہیں۔ اسی کو دو سر سے لفظوں میں یہ پودہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ

اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کا ثواب جو اعمال کا حصہ اور اخلاقِ حسنہ کا اصل سبب اور نتیجہ ہے اور انسانیوں کا اصل مطلوب و مقصود ہونا چاہئے وہ صرف نیت و اعمال و اخلاق پر نہیں بلکہ جب نیت ہے

جبکہ ان اعمال و اخلاق سے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور آخری ثواب کا مادہ بھی کیا گیا ہو اور وہی ان کے لئے اصل محرک ہو۔ اور ایسا ہی ہونا بھی چاہئے اپنے معاملات میں خود

بھلا جائیے اور صوابی ہو۔۔۔۔۔ فرض کیجئے کوئی شخص آپ کی فری خدمت کو تائب آپ کو ہر طرح اکرام پہنچانے اور خوش رکھنے کی کوشش کرتا رہو لیکن پھر کسی ذریعہ سے آپ کو یہ

علوم ہو جائے کہ آپ کے ساتھ کوئی خلوص نہیں ہے بلکہ اس کا یہ بڑا اہل نفاق ذاتی

عرض کے لئے ہر پیمانہ کے کسی دوست یا عزیز کو ترغیب دہانے والا ہے۔ اس کا نتائج بہت بڑے اور صریح اس کے  
 دکھانے کیلئے آپ کے ساتھ اس کو یہ برتاؤ ہے، تو پھر آپ کے دل میں اس کی اور اس کے اس برتاؤ کی کوئی  
 قدر نہیں سمجھتی ہے۔

میں یہی خواہتا تھا کہ اس کا وہ ذوق انا پھر کرم و مروت کے  
 دلوں کا حال نہیں جانتے، اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوس اور ان کی غفلتوں کا حال جانتا ہوں۔ اس کے  
 حرم بندوں کا یہ حال ہے کہ وہ، شکر، تشکر اور رحمت کو بھلا کر دیکھتا ہے، اور اس کے  
 ان اعمال کو قبول کر کے ان سے باہمی ہوتا اور ان پر دقتیں تامل کرتا ہے اور آخرت بود اور ہوتا ہے  
 اس میں، ان کی اس رضا اور رحمت کو پورا کرنا ہوگا۔ اور جو لوگ اپنے اعمال و اخلاق کا نظارہ  
 کرتے ہیں ان کو تو تمہیں اور نیک مانی و شہرت طلبی کے لئے پابندی دے، اور انہیں تقاضہ کیلئے  
 کرتے ہیں ان کو یہ دوسرے مقاصد چاہئے، تو یہاں سے غافل ہو جائیں لیکن وہ اللہ کی رضا اور رحمت  
 سے محروم رہیں گے، اور ان کی اس محرومی کا پورا پورا ظور بھی آخوت ہی میں ہوگا۔

اس باب میں اصل نبی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور حدیث میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ  
 پر ایسی بات، اللہ تعالیٰ سے بڑی ہو جائے تو اس کے مالک نہیں رہتا، اور جو اور وہیں آئی تشریح  
 بھی یہاں تفصیل سے کی جا چکی ہے، اس لئے یہاں اس کے بعد ان کی ضرورت نہیں ہے، جب تک علاوہ  
 اس سلسلہ کی دوسری چند حدیثیں یہاں دینا کہ چاہی ہیں، اور ان حدیثوں پر یہ سلسلہ ختم  
 ہو چکا ہے۔

۱۳۹۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْلُقُ إِلَّا الْبِرَّ وَالْإِيمَانَ وَالْحَيَاءَ وَالْإِحْسَانَ وَالْحَقَّ وَالْحَقَّ وَالْحَقَّ  
 وَالْحَقَّ وَالْحَقَّ

ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تعالیٰ ہر نیکی اور ایمان سے اللہ کو نہیں دیکھتا اور لیکن  
 تعالیٰ دلوں اور تمہارے عملوں کو دیکھتا ہے۔ (صحیح مسلم)

تشریح سے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں مغرب و صبح کا عیاں کسی کی شکل و صورت یا  
 اس کی دوست مندی یا بیگانگی کے ذریعہ اور نہ کسی اور کسی بندے کے کلمے اور  
 رحمت کا فیصلہ اس کی شکل و صورت یا اس کی دوست مندی کی بنیاد پر نہیں کرتا، بلکہ جس کے دل یعنی  
 اس کی نیت کے صحیح و غلط اور اس کی نیکیاں اور برائیوں کی بنیاد پر کرتا ہے۔

بلکہ اس حدیث کی بعض جگہ ایسے ہیں جیسے مذکورہ بالا الفاظ کے یہ الفاظ ہیں :-  
 وَإِنْ زَلَّكَ الْبَصَرُ مَا فِي الْبَصَرِ وَتَوَلَّى وَوَجَّهْنَا بِنُورِنَا  
 لِلَّذِينَ هُمْ عَنْ حَتَّىٰ تَخْرُجُوا مِنْهَا لَيْلًا ۚ وَتَوَلَّى وَوَجَّهْنَا  
 بِنُورِنَا لِيَوْمٍ يُخْرِجُ الْكَافِرِينَ ۚ  
 اور تعالیٰ تمہاری سمجھ اور تمہاری سمجھوں کو نہیں دیکھتا  
 بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔

الفاظ اس حقیقت کے اندر گہرے کیلئے زیادہ واضح اور زیادہ صریح ہیں کہ تقویٰ کا اصل دار مدار  
 دل کے رخ کی ہمت یعنی نیت کی تدبیر ہے، پس اگر کسی شخص کا عمل بظاہر پچھے سے اچھا ہو لیکن  
 اس کا دل اخلاص سے خالی ہو، اور اس کی نیت درست نہ ہو تو وہ عمل ہرگز قبول نہ ہوگا۔

### اخلاص کی برکت اور تاثیر و طاقت :-

(۲۵۰) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا  
 نَحْنُ فِي نَجْرٍ بَيْنَ مَكَّةَ وَمَدِينَةَ إِذْ نَزَّ إِلَيْنَا نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 عَلَى كَبْشٍ عَابِدٍ مِنْ مَكَّةَ كَانَتْ عَلَيْهِ حُرَّةٌ فَقَالَ لِمَنْ هَذِهِ  
 بَعْضُ أَتْلُفَاتِ الْأَعْمِيَّةِ نَوْمًا وَاللَّهِ مَا لِي بِهَا مِنْ نَوْمٍ وَاللَّهُ رِيحًا  
 تَحْتَهُ يُغْرِجُهَا حَقًّا أَلَمْ تَرَ أَنَّهَا كَانَتْ لِي وَكَانَ ابْنُ سَعْدٍ  
 كَيْتَابًا وَرَبِّي صَبِيحَةٌ وَخَارَ لَيْلًا أَرْمَى عَلَيْهِ حُرَّةٌ وَأَرْمَتْ عَلَيْهِ  
 حَقَائِدُ بَنَاتٍ بِوَالِدِي أَسْقِيَهُمَا قَبْلَ قَوْلِي وَأَنَّكَ كُنْتَ تَأْتِي

فِي الشَّجَرِ فَمَا أَهْبَتْ حَتَّى أَصْبَيْتُ فَوَعَدْتُهَا فَأَنَا نَائِمٌ فَتَمَرَّتْ  
 كَمَا كُنْتُ أَهْبَتْ فِيهِمْ بِالْجَلَابِ فَصَبَّتْ نَادِرٌ فَوَجِدُنَا نَائِمَةً  
 أَنْ أَدْبَرْنَا وَأَلْتَمَسْنَا أَنْ أَبْدَأُ بِالْوَسِيَّةِ قَبْلَهُمَا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ سَعَادَةً  
 بَعْدَ كُلِّ شَيْءٍ فَكُنْتُ مَوْلَى ذَلِكَ ذَاتِي وَدَأْبُهُمْ حَتَّى طَلَعَتِ الْفَجْرَ فَإِنِ  
 كُنْتُ تَعْلَمُ أَيُّ فَطَلْتُ ذَلِكَ الْبَيْعَ وَجَعَلْتُ فَأُفْرِحُ لَهَا فَرِحَةٌ  
 تَرَى مِنْهَا السَّمَاءَ فَفَرِحَ اللَّهُ رَحْمَةً بِرُؤْيُ الْبَيْعِ أَفْكَالَ الْبَيْعِ  
 الْبَيْعِ وَالْبَيْعُ كَانَتْ فِي بَيْتِ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو كَمَا كَانَتْ مَا بَيْعُ الرِّجَالِ  
 النِّسَاءِ فَطَلَبْتُهَا لَهَا نَفْسَهَا فَأَنْتَ حَتَّى أَيْبَهَا وَبِأَنَّهَا  
 فَصَبَّتْ حَتَّى جَعَلْتُ مَا حَتَّى دِينًا وَفِيهَا بَيْعًا فَطَلَبْتُهَا  
 بَيْنَ رِجْلَيْهَا فَأَنْتَ يَا عَبْدَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ وَلَا تَقْبَلُوا نَعَامَةً  
 فَطَلَبْتُ عَنْهَا اللَّهُمَّ فَإِنِ كُنْتُ تَعْلَمُ أَيُّ فَطَلْتُ ذَلِكَ الْبَيْعَ  
 وَجَعَلْتُ فَأُفْرِحُ لَهَا مِنْهَا فَفَرِحَ اللَّهُ رَحْمَةً وَقَالَ الْإِسْحَاقُ  
 اللَّهُمَّ أَيُّ كُنْتُ أَسْتَأْجِرُ أَحِبَّ رَأْفَتِي أَرْبِي فَكُنْتُ حَتَّى  
 عَمَلُهُ قَالَ أَعْطَيْتُ حَتَّى تَعْرِضْتُ سَلْبِي حَقَّهُ فَأَرْكَبُهُ وَ  
 رَغِبَ مِنْهُ فَلَمَّا رَأَى أَنْ أَرَاكُمْ حَتَّى جَعَلْتُ مِنْهُ بَقْرًا وَرَاعِيهَا  
 فَجَاءَنِي فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ وَلَا تَكْلِمُونِي وَأَعْطَيْتُ حَتَّى فَطَلَبْتُ  
 رَاذِلَتِي إِلَى الْبَقْرِ وَرَاعِيهَا فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ وَلَا تَكْلِمُونِي فَطَلَبْتُ  
 أَيُّ لَا أَفْطُرُ أَيُّ فَطَلْتُ ذَلِكَ الْبَيْعَ وَرَاعِيهَا فَكُنْتُ فَطَلَبْتُ  
 بِهَا فَإِنِ كُنْتُ تَعْلَمُ أَيُّ فَطَلْتُ ذَلِكَ الْبَيْعَ وَجَعَلْتُ فَأُفْرِحُ  
 مَا بَقِيَ فَطَلَبْتُ اللَّهُ رَحْمَةً

رواه البخاري ومسلم

(ترجمہ) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔ "میں ناری نہیں چلے جا رہے تھے کہ انکو مٹھونے  
آئی، وہ پہاڑ کے ایک غار میں گھس گئے، پہاڑ سے غار کے مٹھیر ایک پتھر کی چٹان  
آڑی اور غار کو بند کر دیا۔ تینوں میں سے ایک نے دوسروں سے کہا، اپنے اُن  
نیک عملوں پر نظر ڈالو جو خاص طور پر خدا کے لئے کیے جوں، انو اُن عمل کے وسیلہ  
سے خدا سے دعا مانگو، امید ہے کہ خداوند تعالیٰ اس پتھر یا اس مصیبت کو دور کرے۔  
ایک نے ان میں سے کہا کہ اے اللہ! میرے اہل باپ بہت بوڑھے تھے اور میرے کئی  
چھوٹے بچے تھے، میں بگریاں غیر چرایا کرتا تھا کہ اہل کا دودھ ان سب کو پلاؤں جب  
تمام ہو جاتی تو میں گھرا تا دودھ دوتتا اور سبکے پیٹے اپنے اہل باپ کو پلاتا پھر  
بچوں کو دیتا، ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ چراگا کے درخت بھوکو دور لے گئے اور میں  
بھریوں کو پلاتا پرتا میں رو کر گیا اور وقت پر میں گھرا پس نہ کھا کھا کھا  
شام ہو گئی، جب گھر پہنچا تو دیکھا کہ میرے اہل باپ دونوں سو گئے ہیں، میں نے  
سب سہول دودھ دوا پھر دودھ کا برتن لیکر اہل باپ کے پاس پہنچا اور اُن کے  
مہانے کھرا جو گبان کھو کو اُن کو بھگانا بھی بڑا معلوم ہوا، اور یہ بھی کہ اہل باپ کے  
پیٹے چھل کو دودھ پلا دوں سبکے میرے پاؤں کے پاس ٹپسے بھوک سے روتے اور  
چلاتے تھے، اور میں دودھ لے کھرا تھا، اسی تک یہی کیفیت رہی، یعنی میں دودھ  
لے کھرا اور بچے روتے رہے، اور اہل باپ پڑے سو تے رہے، اے اللہ! اگر  
تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام محض تیری رضا مندی اور تیرے شکر دی کیلئے کیا تھا تو تو  
اس پتھر کو اترا کھوئی جسے کہ ہم آسمان کو دیکھ سکیں، چنانچہ خداوند تعالیٰ نے پتھر کو  
اترا ہٹا دیا کہ آسمان نظر آنے لگا۔ دوسرے شخص نے کہا کہ اے اللہ! میرے چچا  
کی ایک بیٹی تھی، اُس سے انتہائی محبت، کھاتا تھا، ایسی محبت جیسی کہیں مرد کو  
کسی عورت کے ساتھ زیادہ سے زیادہ ہو سکتی ہے، میں نے اُس سے جناح کی خواہش

نظارہ کی، اٹھتے کہا کہ سب تک ہوا شرقی مزد دئے ایسا نہیں ہو سکتا، میں نے کوشش شروع کی، اور ہوا شرقیوں جمع کر لیں، اور ان کو لیکر میں اٹھنے پاس پہنچا، پھر یہاں اُس کی دلوں مانگوں کے درمیان پھیر گیا (یعنی جھانک کیلئے) تو اٹھتے نے کہا کہ اے خدا کے برہمن سے خدا سے ڈرو اور خمر کو نہ توڑو! میں خدا کے خون سے خود اٹھ کر اڑا ہوا اور میں اُس سے جماع نہیں کیا، اے اللہ! اگر تیرے نزدیک میرا یہ فعل بعض تیری رضا مستردی اور خوشنودی کیلئے تھا، تو اس پتھر کو چٹا دے اور جلا دے، نئے راستہ کھول دے، خداوند تعالیٰ نے پتھر کو چٹا کیا، اور میرا یہ تیسرے شخص نے کہا اے اللہ! میں نے ایک شخص کو پتھر پر لگایا تھا، ایک خرق (سیٹا) پھاڑنے کے معنا وضو پر جب وہ شخص اپنا کا ختم کر چکا تو کہا میری مزدوری بھگدو لواتے، میں اُس کی مزدوری تیرے لگاؤ وہ اس کو چھوڑ کر چلا گیا، اور پھر اپنے حق لینے کیلئے آیا تو میں نے اس کی مزدوری کے چاؤلوں سے کاشت شروع کر دی، اور ہمیشہ کاشت کرتا رہا، یہاں تک کہ ان چاؤلوں کی قیمت میں نے بہت سے بیل اور اُن کے چرواہے بیچ کر لئے، پھر مدت کے بعد وہ مزدور میرے پاس آیا اور کہا، خدا سے ڈرو اور بھوکے ظلم نہ کرو، اور میرا حق میرے والد کو دینے، تمہارا کہانی بیلیوں اور چرواہوں کو بے جا لاکر وہ تیرا حق ہے، اٹھتے نے کہا ہندسے خدا سے ڈرو اور مجھ سے خالق نہ کرو، میں نے کہا کہ میں تجھ سے مذاق نہیں کرتا، ان بیلیوں اور چرواہوں کو بے جا یہ سب تیرے ہی ہیں، چٹا پتھر اٹھتے، میں سب کو بیچ کیا اور لیکر چلا گیا، اے اللہ! اگر تیرے نزدیک میرا یہ فعل بعض تیری خوشنودی اور رضا مستردی کے لئے تھا، تو تو اس پتھر کو بالکل پٹا دے، چٹا پتھر خداوند تعالیٰ نے پتھر کو چٹا دیا، اور نئے کھول دیا۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(تشریح صحیح) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں جن جن صحابہوں کا قصہ بیان

فرمایا ہے، یہ ظاہر ہے کہ ان کے پیغمبر کے اتنی تھے، حضور نے اپنی امت کی سب سے کمزوری کیلئے اس قصہ کو

بیان فرمایا اس واقعہ میں لڑنے کے ان بدواں نے اپنے من اعمال کو خدا کے حضور میں پیش کر کے جس سے دعا کی ہے اگر سزا مخصوص نہیں قابل کاٹنا ہے۔

جبکہ ہیں اور جبکہ ہم خصوصیت میں کامور میں صراحتہ ذکر بھی ہے یہ ہے کہ تینوں عمل خیرت اللہ کی رضا جوئی میں کیئے گئے ہے اور ان اعمال کی اسی خصوصیت کی بنا پر ان بندوں نے اللہ کے حضور میں ان کو پیش کیا تھا۔

دوسری ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ تینوں عمل اللہ کے حکم و مرضی کے تقابلی میں اپنے من کی چاہت کو جانے اور قرآن کریم کی اعلیٰ مثال ہیں۔ خدا سوچے پہلے شخص کا تہا ہرہ نفس کشا سکتا ہے اور ان بھروسہ جانوروں کو جنگل میں چرتا رہا ہے اور شام کو در سے اٹھا کر آیا کیا جو قدرتی طریقہ اس کا ہی سونے کو یہ دیکھتا ہو گا۔ ہنگ وہ سونے کیلئے مضطر اور بیقرار ہو گا لیکن چونکہ ماں یا اپنے والد ہے سو گئے تھے اور یہ اللہ کی رضا ہی میں گھنٹا تھا کہ جس وقت نیند سے اٹھی آنکھ کھلے یہ من کو دودھ بھرا دے اسلئے شخص ذات پر روئے کہ تین ہاتھوں کے ان کے سر پر لے کر اور پھر اسکے پیچھے اسکے قدموں میں پڑے بھوک سے روئے چلائے رہے لیکن اسے نہ باپ کے حق کو مقدم جان کر اللہ ہی کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے یہ مجاہد بھی کیا کہ پڑھے ماں باپ سے پہلے اپنے پیارے بچوں کو بھی دو دو دہلا یا یہ سناج تک کہ اسی حال میں جگ ہو گئی۔

اسی طرح اور سبب شخص کے عمل کی یہ خصوصیت بھی نظر آ رہی ہے ایک جوان ایک لڑکی سے عشق رکھتا اور جب ایک شہزادہ فرمے ہو جاتی ہے اور کسی طرح وہ فرم دیا کہ اس کو نہ بھی دیتا ہوا اور زندگی کی سبب شہزادی تمنا پوری کرنے کا ہے جو وہ موقع مل جاتا ہے اور کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہتی تو ٹھیک اس وقت اللہ کا نام پڑے گا اور وہ بندہ اپنے نفس کی خواہش پوری کے بغیر اللہ سے شکر اور اس کی رضا طلبی میں اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ ہر نفس رکھنے والا انسان اندازہ کر سکتا ہے کہ یہ کتنا سخت مجاہد ہے اور اللہ کی رضا کے تقابلی میں خواہش نفس قرآن مجسم کی جگہ اعلیٰ مثال ہے۔

اسی طرح تیسرے شخص کے عمل کی یہ خصوصیت بھی ظاہر ہے۔ ایک مرد کو کچھ

پہاؤں ایک شخص کے پاس رہ گئے، اچھے، اسی چاہا لوں گا یہی زمین میں بویا پھر جو پیدا ہوگا اس کو اچھے اسی مزدور کی ملکیت قرار دینے کو اسی کے حساب میں اُس کو لگا سنا اور بڑھانا اور یہاں تک کہ اُس کے اتنی دولت فراہم ہو گئی کہ جانوروں کا ایک ریوڑ کا پوتہ ہو گیا۔ پھر جب کچھ مدت کے بعد وہ مزدور آیا تو اس امانت دار کو مزید کہہ کر دار بندہ نے وہ ساری دولت چھوڑا اس کی اپنی محنت اور کوشش سے فراہم ہوئی تھی وہ سب کی سب اُس مزدور کے ہونے لگی اور اپنے نفس کی کتنی شہرت خود اُس ہی کی دولت چھوڑنے اور اپنی محنت سے بہانہ لگائی ہے اور جس کا اُس مزدور کو کوئی علم بھی نہیں ہے اس کو پانے پانی میں کھا سکا لیکن ان اثرات کے اس بندے سے رہنا اور ان کی طلب میں اپنے نفس کی اس حاجت کو نظر نہ کیا اور وہ ساری دولت اس بیچارے مزدور کے ہونے کو دیکھی۔

اسی طرح ان تینوں عالموں کا ایک خصوصیت یہ بھی تبدیل کا صلاحیت ہے کہ ان میں سے کوئی بھی اسی طور پر عام اور نہیں بنا بلکہ ایک کا خلق باب معاشرت سے ہے ایک کا نام معاملات سے اور ایک کا نوعیت یہ ہے کہ اللہ کے ایک بندہ سے خدمت گزار اور اس کی رضا قبولی میں ایک نیچے گناہ کو چھوڑا ہے جو اُس کی انتہائی لذت اور خواہش تھی اور جس کے سارے دماغ میں اچھے فراہم کر لئے تھے۔

اس خصوصیت سے ایک ذات بھی معلوم ہوئی کہ اگر بندہ اپنے کسی ایک عمل کے متعلق یہ اندازہ رکھتا ہے کہ وہ اعلیٰ میں کی کیفیت کے ساتھ اور جو ہے تو اپنی رعایا میں بطور وسیلہ کے اللہ تعالیٰ کے حضور میں اُس کو پیش کر سکتا ہے۔

ریا ایک اور چیز کا شرک اور ایک قسم کا اتفاق ہے :-

اعمال و شہرت یعنی ہر نیک عمل کا اللہ کی رضا اور رحمت کی طلب میں کرنا جس طرح ایمان و توحید کا تقاضا اور عمل کی جامع ہے اسی طرح ریا و شکر یعنی مخلوق کے دیکھنے اور دنیا میں شہرت اور ناموری کے لئے نیک عمل کرنا ایمان و توحید کے مخالف اور ایک قسم کا شرک ہے۔

(۲۵۱) مَنْ شَكَرْنَا مِنْ شَرِّكَائِهِمْ قَالُوا سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ  
فَلْيَدْعُوا مَنْ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ فَخْطًا وَمَنْ جَاءَهُمْ يُورِثُونَ  
فَلْيَدْعُوا الشُّرَكَاءَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا لَشُرَكَاءُ اللَّهِ

(مدعا سجد)

(ترجمہ) اللہ پر ہے اس شرک سے اور بت جو کہیں نہ ہو سولہ اشرف علیہ السلام سے سنا آپ فرماتے تھے۔ میں نے کہا اس کے لئے انہوں نے شرک کیا اور میں نے کہا اس کے لئے روز رکھا اسے شرک کیا، انہوں نے رکھا اس کے لئے سید خیرات کیا اسے شرک کیا۔ (مسند احمد)

(تشریح) حقیقی شرک تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات یا اس کے افعال اور اس کے نامی صفات میں کسی حد تک شرک کیا جائے یا اللہ کے ناموں اور ان کی جملات کو بدلے یا وہ شرک نہیں اور شرک جلی امور شرک اگر ہے، جس کے متعلق قرآن مجید میں اعلان فرمایا گیا ہے اور ہم سب اللہ کا بنیاد ہی عقیدہ ہے کہ اس کا کرنے والا ہرگز نہیں بننا ہوتا ہے۔ لیکن بعض ممالک اور مذاہب ایسے ہیں جو اگرچہ اس حقیقی شرک نہیں ہیں لیکن ان میں اس شرک کا تقاضا بہت شائبہ ہے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کوئی شخص اللہ کی عبادت یا کوئی اور نیک کام اللہ کی رضا جوئی اور اس کو رکت طلبی کے بجائے لوگوں کے دکھاوے کے لئے کرے یعنی اس فرض سے کہے کہ لوگ اس کو عبادت گزار اور نیک کار سمجھیں اور اس کے عقیدہ کو جانیں، اسی کو دیکھا جاتا ہے، یہ اگرچہ حقیقی شرک نہیں ہے لیکن ایک حد تک شرک تو ایک قسم کا اتفاق اور محنت سے جوگا گیا ہے۔ ایک دوسری صورت میں اس کو شرک نہیں کہ ان ایک اور صورت میں شرک سمجھا گیا ہے، یہ دونوں صورتیں آگے سے کہا جا رہی ہیں۔ واضح رہے کہ اس صورت میں نماز روزہ اور صدقہ و خیرات کا ذکر صرف مثال کے طور پر کیا گیا ہے، ہزاروں کے طور پر بھی ہو سکتا ہے لوگوں کے دکھاوے کے لئے اور ان کی نظر میں جو عزت و احترام بننے کے لئے یا ان سے کوئی ڈیڑھی فائدہ حاصل کرنے کے لئے کیا جائے گا وہ بھی ایک حد تک

شُرک ہی ہوگا اور اس کا گورنہ والا بھائے تو اس کے خدا کے تحت غلامی کا سنی ہوگا۔

(۲۵۲) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ عَزِيمٌ عَلَيْنَا ذُنُوبٌ مَلِكٌ صَلَّى  
تَعَالَى وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَعْبُدُ أَكْرَبَ الْمَسِيحِيِّمُ الْكُفَّانِ قَالُوا لَا تُخْبِرُكَ  
بِمَا هُوَ أَسْوَفُ عَلَيْكَ مِنْ عَذَابِ عِزِّ بْنِ مَرْثَدَةَ الْغَسْبِيِّمُ الَّذِي جَاءَ فَقُلْنَا بَلَى  
يَا زَيْدُكَ اللَّهُ قَالَ الشَّرْكَ أَنَّ الْخَبِيثَ أَنْ يَكْفُرَ عَمَّا رُجِلَ يُصَلِّي  
فَيَزِيْلُ صَلَاتَهُ لَمَّا يَزِيْلُ مِنْ أَفْئِدَةِ رَجُلٍ

(رواحا بن ماجہ)

(ترجمہ) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بھائی کو مل کر جانے پاس تشریف لائے اس وقت ہم لوگ آپس میں مسیح و کفار کا ذکر کر رہے تھے تو آپ نے ہم سے فرمایا۔ کیا میں تم کو وہ چیز بتاؤں جو میرے نزدیک تمہارے لئے دنیا سے بھی زیادہ خطرناک ہے ہم نے عرض کیا۔ حضور! حضور! بتلائیں وہ کیا چیز ہے۔ آپ نے فرمایا۔ وہ شرک خفی ہے جس کی ایک مثال یہ ہے کہ آدمی نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو، پھر اپنی نماز کو ایسے ایسا کرے کہ کون آدمی اس کو نماز ٹھنڈا دیکر رہے۔

(مسند ابن ماجہ)

(تشریح) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب خالص یہ تھا کہ دنیا جس کیلئے شرک و کفر کی دعوت ہے، گناہوں کے لئے وہ لوگوں کو تیار کرے گا۔ بلکہ اس کا زیادہ خطرہ نہیں ہے کہ میرا کوئی بھائی ہستی اس کی بات ماننے کے لئے آمادہ ہوگا لیکن مجھے اس کا خطرہ ضرور ہے کہ شیطان تم کو کسی ایسے شرک میں مبتلا کرے جو بالکل کھلا ہوا شرک نہ ہو، بلکہ خفی قسم کا شرک ہو جس کی مثال آپ نے یہ دی کہ نماز ایسے ایسی اور بہتر طریقے سے پڑھنے والے معتقد ہو جائیں۔

سنن ابن ماجہ میں کہ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص  
اپنی امت کے شرک میں مبتلا ہونے کا خطرہ ظاہر فرمایا تو بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ  
کیا ایسا ہوگا کہ آپ کے بعد آپ کی امت شرک میں مبتلا ہو جائے؟ آپ نے فرمایا: یہ تو اللہ کا  
کریمہ امتی چاہے سوچ لو اور پتھروں والو تمہیں کو نہیں پڑیں گے لیکن یہ جو مسک ہے اور جو گا کہ  
ربا والے شرک میں رہ جتلا ہوں۔

(۲۵۴) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي لَيْلَى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
كَانَ إِذَا أَخَذَ مِنْ مَاءِ الْبَيْتِ عَلَى كَعْبِ الشِّرْكِ الْأَخْضَرِ قَالَ  
يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا الشِّرْكَ الْأَخْضَرُ؟ قَالَ الرِّبَا —  
(رواه احمد)

(ترجمہ) محمد بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا: جب تمہارے پاس سے بیت کا تیار ہو گیا اور شرک افسر کا پتھر لگا دیا  
تو عرض کیا کہ رسول اللہ! شرک افسر کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا:  
ربا یعنی کوئی آپ کا کام لوگوں کے دکھاوے کے لئے کرنا۔ (مسلم احمد)  
(تفسیر صحیح) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کا اصل مقصد انشاء اپنے  
امتوں کو اس خطرہ سے خبردار کرنا ہے تاکہ وہ پوشیدہ میں موجود اس غلط قسم کے شرک سے بچ سکیں اور اس کی  
خطا طاعت نہ کریں۔ ایسا نہ ہو کہ شیطان ان کو اس غلط قسم کے شرک میں مبتلا کر کے تباہ کرے۔

جس عمل میں شرک کی ذرا بھی آمیزش ہوگی وہ قبول نہ ہوگا۔

(۲۵۴) عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَمَا لَكُمْ إِذَا كَانَ اللَّهُ يُكَلِّمُ الْغُلَامَ مِنْ السَّمَاءِ فَكَانَتْ  
عَيْنُ عَبْدٍ أَوْ شَرِكٍ يَرِيهِ عَيْنِي فَكَيْفَ تَكُونُونَ وَتُشْرِكُونَ —

وَأَقْرَبُهَا بَلَدِي فَأَنَا وَوَلَدِي يُرَوِّجُ هُوَ الَّذِي سَيُحْمَلُكَ

(رواہ مسلم)

(ترجمہ) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا دار شریک ہے کہ جس شریک اور شریک سے سب سے زیادہ بے نیاز ہوں (یعنی جس طرح اور شریک اور شریک پر راضی ہو جاتے ہیں اور اپنے ساتھ کسی کی شریک نظر کر لیتے ہیں اس طرح میں راضی نہیں ہوتا اور کسی کی اور کسی شریک کو لا نہیں کر سکتا، ترجمہ کی شریک سے بالکل بے نیاز اور نعمت بیزار ہوں) پس شخص کوئی عمل رجاوت وغیرہ کہے جس میں کسی کے ساتھ کسی اور کو بھی شریک کہے (یعنی اس سے اس کی غرض میری رضا اور رحمت کے علاوہ کسی اور سے بھی) کہ حاصل کرنا یا اس کو مستعد بنا نا ہو) تو اس اس کو اور جس کے شریک کو دونوں کو چھوڑ دینا ہوں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ میں اس سے بیزار ہوں یہ تعلق ہوں وہ عمل دوسرے کے ہاتھ نہیں بلکہ میری اس دوسرے کے لئے ہے جس کے لئے شریک کیا زمین جس کا شریک

شریک کیا۔ (صحیح مسلم)

(۲۵ھ) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ بِنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا جَاءَكُمُ اللَّهُ الْإِسْمَاسُ فَيَوْمَرُ الْقِيَامَةِ فَيُؤْتِيكُمْ مِنْهُ فَيُؤْتِيكُمْ كَأَدَى مُنَاقِبٍ مِمَّنْ كَانَ أَشْرَكَ فِي عَمَلٍ عَمَلْتُمْ لَهُمْ أَحَدًا فَخَلِطَتْ شِرْكُكُمْ مِنْ عَمَلِ عَمَلْتُمْ اللَّهُ فَمَا أَفَلَا أَعْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشُّرُوكِ

عَنِ الشُّرُوكِ

(ترجمہ) ابو سعید بن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جس کے آئے میں کوئی شریک نہیں ہے سب کے دیوں اور ان کے دشمنوں کو جمع کرے گا تو ایک نماز یا یہ اعلان کرے گا کہ

جس شخص نے اپنے کسی ایسے عمل میں جو اللہ کیلئے کیا کسی اور کو بھی شریک کیا تھا وہ اس کا ثواب بھی وہ شخص سے بیکوٹ طلب کرے یہ کیونکہ اللہ تعالیٰ سب شرفوں سے تبارک ہے تبارک ہے شریک سے۔ (مسند احمد)

(تشریح) اوہوں محدثوں کا معاملہ اور پیغام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف اس تک عمل کو قبول کرتا ہے اور کسی پر ثواب نہ لگا جو اخلاص کی کیفیت کے ساتھ صرف اس کی رضا اور رحمت کی طلب میں کیا گیا جو اور کسی کو بھی اس میں شریک نہ کیا گیا ہو اور اس کے برخلاف جس عمل سے اللہ کے سوا کسی اور کی بھی خوشنودی یا اس سے کسی قسم کی نفع اندوزی مطلوب و مقصود ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو بالکل قبول نہ کرے گا اور نہ اس سے تبارک اور شریک کی لگاؤٹ سے بھی بیزار ہے۔

یہ انہماک تو ان اعمال کا ہے جو اللہ کے لئے کیے جائیں لیکن نیت میں پورا اخلاص نہ ہو بلکہ کسی طرح اللہ کے سوا کسی اور کی بھی لگاؤٹ ہو لیکن جو نیک اعمال کا بعض ریاکارانہ طور پر کیے جائیں جن سے صرف نام و نمود دکھایا اور شہرت اور لوگوں سے خودی و عقیدت وصول کرتا ہی مقصود ہو تو وہ نہ صرف بیکوٹ و قرار سے کراہت عمل کرنے والوں کے زمرہ میں شمار کیے جائیں گے بلکہ یہ ریاکارانہ ہی اعمال کی نوعیت سے محرم ہی ٹالے جائیں گے۔

## ریا کاروں کو فضیحت اور سوائی کی سزا۔

(۲۵۷) عَنْ عَبْدِ بْنِ قَائِلٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ  
سَلَكَ سَبِيلَ اللَّهِ رِيَاءً وَنَمِنَ نِيْرَانِيًّا يَزِيْرَانِي اللَّهُ رِيَاءً

(رواہ ابوالخازری وصحیح)

(ترجمہ) حضرت عبد بن قائل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کوئی عمل اللہ کی شہرت لینے کیلئے کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو شہرت دے گا اور جو کوئی دیکھا دے کیلئے کوئی نیک عمل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دکھائے گا۔

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ دکھاوے اور شہرت کی غرض سے نیک اعمال کرنے والوں کو ایک سزا دینے کی مناسبت سے یہ بھی دی جائے گی کہ انکی اس ریاکاری اور منافقت کو خوب مشہور کیا جائے گا اور سب کو شاہد ہو کر دیا جائے گا کہ یہ بد بخت لوگ ریاکار اعمال اللہ کیلئے نہیں کرتے تھے۔ بلکہ نام و نمود اور دکھاوے اور شہرت کے لئے کیا کرتے تھے۔ غرض ہنر پر عذاب پہلے ان کو ایک سزا پہنچے گی کہ ہر مشرک کی ریاکاری اور منافقت کا پردہ چاک کر کے سب کو انکی ریاکاری دکھا دی جائے گی۔ **اللَّهُمَّ اَخْطِئْنَا!**

دین کے نام پر دنیا کمانے والے ریاکاروں کو سخت تنبیہ :-

۱۷۵۱ عَنِ ابْنِ مَرْزُوقٍ قَالَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَخْرُجُ فِي أَيْحِرِ الزَّمَانِ رِيحًا لَا يَخْتَلُونَ إِلَّا ثِيَابَ اللَّهِ مِنْ بَلْمَعُونَ  
لِلنَّاسِ مِنْ خَلْقِ الْعَمَلِينَ مِنَ الَّذِينَ كَانُوا يَخْتَلُونَ مِنَ السُّورِ  
فَلَوْ بَدَّاهُمْ فَغَوَّبَ اللَّهُ نَابَ فَقَوْلَ اللَّهِ بَلْمَعُونَ بَلْمَعُونَ  
بَلْمَعُونَ رَفَعُوا خَلْقًا لَا تَعْلَمُونَ عَنِ ابْنِ مَرْزُوقٍ . . . وَبَشَّرَهُ  
رَدُّ شَرِّ النَّاسِ فِيهِمْ حَتَّى أَنْ

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس بخیر زمانہ میں کچھ ایسے نکار لوگ پیدا ہوں گے جو دین کی آڑ میں دنیا کا شکار کریں گے وہ لوگوں پر اپنی درویشی اور سستی ظاہر کرنے اور ان کو تشاروفیہ کے لئے بھیڑوں کی کھال کا لباس پہنیں گے انکی زبانیں شکر سے زور پھٹی ہوں گی، مگر ان کے سینوں میں بھینٹوں کے سہ سے دل ہونگے۔ انکے ہار سے مس اللہ تعالیٰ کا فرمایا ہے، کیا یہ لوگ میرے مخلصین و مخلصین سے دھوکہ کھا رہے ہیں یا میرے مکرر ہو کر میرے مقابلے میں برأت کر رہے ہیں، پس مجھے اپنی قسم ہے کہ میں ان نکاروں

انہی میں سے ایسا فتنہ کھڑا کروں گا جو ان میں کے عقلمندوں اور نادانوں کو ہمیں حیرت  
 بنا کے چھوڑے گا۔  
 (بیان صحیح ترمذی)

(تفسیر صحیح) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ریاکاری کی یہ خاص قسم کہ عابدوں نادانوں کی  
 صورت بنا کر اور اپنے اندرونی حال کے بالکل برعکس ان خاصا بن خدا کی سی نرم و شیریں باتیں کر کے  
 اللہ کے سادہ لوح بندوں کو اپنی عقیدت کے حال میں بھانسا جائے اور ان سے دنیا کی مانگیں لیا جائے  
 جو تین قسم کی ریاکاری ہے اور ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی غیر سچا کہ وہ مرتے سے پہلے اس دنیا  
 میں بھی سخت فتنوں میں مبتلا کئے جائیں گے۔

ریا کار عابدوں اور عالموں کو جو تم کا سخت ترین عذاب ہے۔

(۲۵۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ تَعَذُّبُ رِيَاءِ اللَّهِ مِنْ جُحُودِ النَّحْوِيَّةِ! قَالَ لَوْ يَا رَسُولَ اللَّهِ  
 وَمَا جُحُودُ النَّحْوِيَّةِ؟ قَالَ ذَا ذِي جَعَلْتُمْ يَتَعَوَّذُ مِنْكُمْ جَعَلْتُمْ  
 كُلُّ يَوْمٍ أَنْ تَبْعُوا مَا تَقُولُونَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا جُحُودُ النَّحْوِيَّةِ؟  
 قَالَ أَلْتَكْفُرُوا بِالْمَشْرُوقِ بِأَعْيُنِهِمْ..... (رواه الترمذی)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ جو جُحُودِ النَّحْوِيَّةِ (انہی قسم کے کفر میں یا تم کے کفر میں  
 سے پناہ مانگا کرو۔ یعنی عبادت سے عزم کیا، حضرت! جُحُودِ النَّحْوِيَّةِ کیا چیز ہے؟  
 آپ نے فرمایا: جہنم میں ایک داہی (یا خندق) ہے (جس کا حال تشاؤنگی)  
 نور جہنم ہر دن میں چار سو مرتبہ اس سے پناہ مانگتی ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ  
 اس میں کون لوگ جاؤں گے؟ آپ نے فرمایا: وہ بڑے عبادت گزار اور پادہ  
 زیادہ قرآن پڑھنے والے جو دوسروں کو دکھانے کے لئے اچھے اعمال کرتے ہیں۔

(تشریح) جہنم کے اس خندق "جُبُّ الشَّعْوَنِ" میں ڈالے جانے والوں کو کھینچنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "الْقُرْآنُ" کا لفظ بولا ہے، ایسے معنی زیادہ جہالت کرنے والے کے لیے ہو سکتے ہیں، اور قرآن کے علم اور قرآن پڑھنے میں خصوصیت اور تیز رفتاری کے لیے بھی ہو سکتے ہیں۔ پس حضور کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جہنم کے اس خاص کنوئیں یا خندق میں وہ لوگ جھوٹے جہاد میں گئے جو بظاہر اللہ اور جہاد کے دیندار اور علم قرآن کے سربراہی دار اور بڑے جہاد نگار ہوں، لیکن حقیقت میں اور باطن کے لحاظ سے ان کی یہ مساری دینداری اور جہاد نگاری، ریا کارانہ ہوگی۔

قیامت کے دن دو تہ میں ڈالے جانے کا پہلا فیصلہ ریا کار عالم و عابد، ریا کار مجاہد و شہید اور ریا کاری کے بارے میں کیا جائیگا۔۔

(۲۵۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَوَّلَ النَّاسِ يُعْطَىٰ عَنِّي يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ سَمِعَ عَشْرًا قَاتِيًا بِهٖ فَعَرَفَهَا وَعَمَةً فَعَرَفَهَا فَغَالَ فَمَا عَمِلَتْ فِيهَا؟ قَالَ فَأَمَّا رَجُلٌ سَمِعَ عَشْرًا فَغَالَ فَغَالَ كَذَّبَتْ ذَلِكُ كَذَّبَتْ فَكَلِمَتِ لَأَنْ يَكْفَالَ جَرِيٌّ فَقَدْ قَبِلَ اللَّهُ مِنْ يَه تَحْسِبُ عَلَىٰ وَجْهِهِ كَيْفَ أَلْفِي فِي النَّارِ وَرَجُلٌ سَمِعَ الْعِلْمَ وَعَلِمَهُ وَهَرَأَ الْفِرَادَ، فَأَتَىٰ بِهٖ ذَمًّا فَهٖ وَعَمَةً فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلَتْ فِيهَا؟ قَالَ سَمِعْتُ الْعِلْمَ كَسَمِعْتُهُ وَهَرَأْتُ فِيكَ الْقُرْآنَ، قَالَ كَذَّبَتْ وَكَرِهَتْ نَعَمْتُ الْعِلْمَ لِيَعَالَ أَكْرَهَ كَالِهٖ وَكَرِهَتْ الْقُرْآنَ لِيَعَالَ هُوَ قَارِيٌّ فَقَدْ قَبِلَ اللَّهُ مِنْ يَه تَحْسِبُ عَلَىٰ وَجْهِهِ كَيْفَ أَلْفِي فِي النَّارِ وَرَجُلٌ وَفَعَلَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَكَلِمَةً مِنْ أَحْسَابِ النَّاسِ كَلِمَ فَأَتَىٰ بِهٖ فَعَرَفَهَا نَعَمَةً فَعَرَفَهَا قَالَ

فَمَا لَكُمْ فِيهَا قَالَ مَا تُرَكَّتْ مِنْ سَيْبِي تُحِبُّونَ بِمَقُولِهَا  
 لَوْ أَنْفَعَتْ خَيْرًا لَكُنْتُمْ قَائِلِينَ كَذِبًا وَلَكِنْ قُلْتُمْ لِهَذَا نَعْمُ  
 جَوَابًا قَدْ تَجَنَّبْنَا فَهِيَ كَأَمْرٍ بِهِ نَعْتَمِدُ عَلَىٰ رَحْمَةِ اللَّهِ

فہم البشارہ

نورہ مسلمہ

(ترجمہ) حضرت ابو بکرؓ نے وہی اشرف سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا:۔ سب سے پہلے شخص جس کے خلاف قیامت کے دن درود نہیں پڑھے جائے گا  
 جسے عدالت خداوندی کی طرف سے دیا جائے گا، ایک آدمی جو گا جو امیر مدینہ جہاد کیا  
 شہید کیا گیا ہوگا، یہ شخص خدا کے سامنے لایا جائے گا پھر خداوند تعالیٰ اس کو بتائے گا  
 کہ میں نے تجھے کیا کیا نعمتیں دی تھیں وہ اشرف کی دی ہوئی سب نعمتوں کا آراؤ کرے گا  
 پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا بتاؤ تو نے ان نعمتوں سے کیا کام لیا؟ (اور ان کا مفاد  
 کے لئے ان کو استعمال کیا، وہ کہے گا) میں نے آخری عمل یہ کیا ہے، کہ میں نے تیری  
 راہ میں جہاد کیا، یہاں تک کہ میں شہید ہو گیا، اور اس طرح میں نے سب عمریں اوقیعی  
 چیزیں جی جانیں تیری راہ میں قربان کر دی، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ بکھاتا تو نے  
 جہاد میں حصہ لے لے اور اس نعمت سے لینا تھا کہ تیری بہادری کے چرچے ہوں، سو ذرا حصہ  
 حاصل ہو چکا اور دنیا میں اتنی ہی بہادری کے چرچے ہوئے، پھر اس کیلئے خداوندی نیکو  
 اور وہ ذرا حصہ لے لے، گھسیٹ کے ہنر میں ڈال دیا جائے گا۔ اور اس کا کیا تھا  
 ایک روز اس شخص پر گناہ سے علم میں حاصل کیا ہوگا، اور دوسروں کو اس کی تعظیم بھی ہوگی  
 اور قرآن بھی خوب پڑھا ہوگا، اس کو بھی خدا کے سامنے پیش کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس کو  
 بھی اپنی بخشش ہوئی، نعمتیں پڑائے گا، وہ سب کا انکار کرے گا، پھر اللہ تعالیٰ اس سے  
 پوچھے گا، بتاؤ تو نے تیری نعمتوں سے کیا کام لیا؟ (اور ان کو گنہ گار مفاد کیلئے استعمال کیا)  
 وہ کہے گا خداوند! میں نے آپ کا علم حاصل کیا اور دوسروں کو سکھایا اور آپ ہی کی طرف

کے لئے آپ کی کتاب پاک قرآن میں مشغول رہا، اللہ تعالیٰ فرماتے گا تو نے یہ بات جھوٹ  
 کہی، تو نے تو علم دین اس لئے حاصل کیا تھا، اور قرآن تو اس لئے پڑھتا تھا کہ تجھ کو عالم  
 نقاری اور عالم کما جائے، سو تو تیرا یہ مقصد بھی حاصل ہو چکا اور دنیا میں اتیرے  
 عالم و عالم اور فانی قرآن ہونے کا پورا خوب ہو گیا، پھر اس کے لئے بھی خدا تعالیٰ کا  
 حکم ہو گا اور وہ بھی اوندھے منہ گھسیٹ کے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

اور اسی کے ساتھ ایک ایسے شخص پر گا جس کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھر پور دولت دی  
 ہوگی، اور جو طرح کا مال اس کو حلال فرمایا ہو گا، وہ بھی خدا کے سامنے پیش کیا جائے گا،  
 اللہ تعالیٰ اس کو بھی اپنی نعمتیں تلاشے گا، اگر میں نے دنیا میں تجھے یہ نعمتیں دی تھیں،  
 وہ سب کا انکار کرے گا، پھر اللہ تعالیٰ اس سے بھی پوچھے گا کہ تو نے میری ان نعمتوں سے  
 کیا کام دیا؟ (اور اس مقاصد کے لئے ان کو استعمال کیا)۔ وہ عرض کرے گا خدا اور خدا  
 جس میں دامن میں اقد جو جن کاموں میں خرچ کرنا چاہتا تھا، پسند ہے میں نے تیرا پورا مال  
 ان سب ہی میں خرچ کیا ہے، اور صرف تیری رضا جوئی کے لئے خرچ کیا ہے، اللہ تعالیٰ  
 فرمائے گا تو نے یہ جھوٹ کہا، درحقیقت یہ سب کچھ تو نے اس لئے کیا تھا کہ دنیا میں تو کئی  
 مشورہ ہو، اور تیری دنیا جہنی اور دودش کے خرچے ہوں، سو تیرا یہ مقصد بھی حاصل  
 ہو گیا، اور دنیا میں اتیری دنیا جہنی اور دودش کے خرچے خوب ہوئے، پھر اللہ تعالیٰ  
 کی طرف سے اس کے لئے بھی حکم ہو گا، اور وہ بھی اوندھے منہ گھسیٹ کے دوزخ میں  
 ڈال دیا جائے گا۔

صحیح مسلم،

(تشریح) العظمتہ للہ، اس قدر بڑا پیتے والی ہے یہ حدیث، اسی کی بعض روایتوں  
 میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما اس حدیث کو بیان کرتے وقت کبھی کبھی ہوش ہو جاتے تھے  
 اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ انھیں اس حدیث سے  
 بیان کی گئی تو وہ بہت روئے اور روتے روتے بے حال ہو گئے۔

اس حدیث میں جن تین اعمال کا ذکر ہے یعنی علم دین کی تحصیل و تعلیم قرآن مجید میں شغولیت اور  
 لہو و لعل میں جہانی اور مالی قربانی، ظاہر ہے کہ یہ تینوں اعلیٰ درجہ کے اعمال صائم میں سے ہیں اور اگر ان اعمال  
 کے ساتھ عمل جوں تو پھر ان کا صلہ بلا شراعتہ تعالیٰ کی رضا اور رحمت کے عمل درجات میں الیکٹریسیٹی  
 اعمال جب دکھا دے اور شہرت کے لئے یا اسی قسم کے دوستانہ رویہ مقصد کیلئے کئے جائیں تو اللہ  
 کے نزدیک یہ اس درجہ کے گناہ ہیں کہ وہ سب گناہگاروں (چھوٹی، بڑی اور ناکاروں) سے  
 بھی پہلے جہنم کا فیصلہ ان ہی کے لئے کیا جائے گا، اور یہی سب سے پہلے جہنم میں جھونکے جائیں گے۔  
 اللَّهُمَّ أَنْصِفْنَا ۱۔

اعمال صائم کی وجہ لوگوں میں اچھی شہرت، اللہ کی ایک نعمت ہے۔۔

(۴۶) عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 أَرَأَيْتَ الرَّجُلَ يَصُومُ الْفَسَقُ مِنَ الْفَسَقِ وَيُحِبُّكَ كَأَنَّكَ لَمْ تَكُنْ  
 وَرَأَيْتَ رَجُلًا يَتَّقِيكَ كَأَنَّكَ لَمْ تَكُنْ قَالَ

يَرَأِيكَ عَارِضٌ بَيْنَ يَدَيْ الْمُؤْمِنِينَ ..... رواه مسلم۔

(ترجمہ) حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے دریافت کیا گیا کہ کیا ارشاد ہے ایسے شخص کے بارے میں جو کوئی اچھا غرض کرتا ہو اور  
 اس کی وجہ سے لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں؟ ..... اور ایک ہدایت ہے؟  
 کہ پوچھنے والے نے یہ عرض کیا کہ کیا ارشاد ہے ایسے شخص کے بارے میں جو کوئی اچھا  
 عمل کرتا ہے اور اس کی وجہ سے لوگ اس سے محبت کرتے ہیں؟ ..... آپ نے

ارشاد فرمایا:۔۔ یہ تو لوگوں میں اللہ کی نعمت بشارت ہے۔ (صحیح مسلم)

(تشریح) ارشاد شہرت طلبوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا

قسم کے ارشادات نے صحابہ کرام کو متاثر کیا تھا کہ ان میں سے بعض کو یہ شہرت ہونے لگا کہ جس نیک

